تصوف

جدید معاشرے میں

(مجموعہ مقالات)

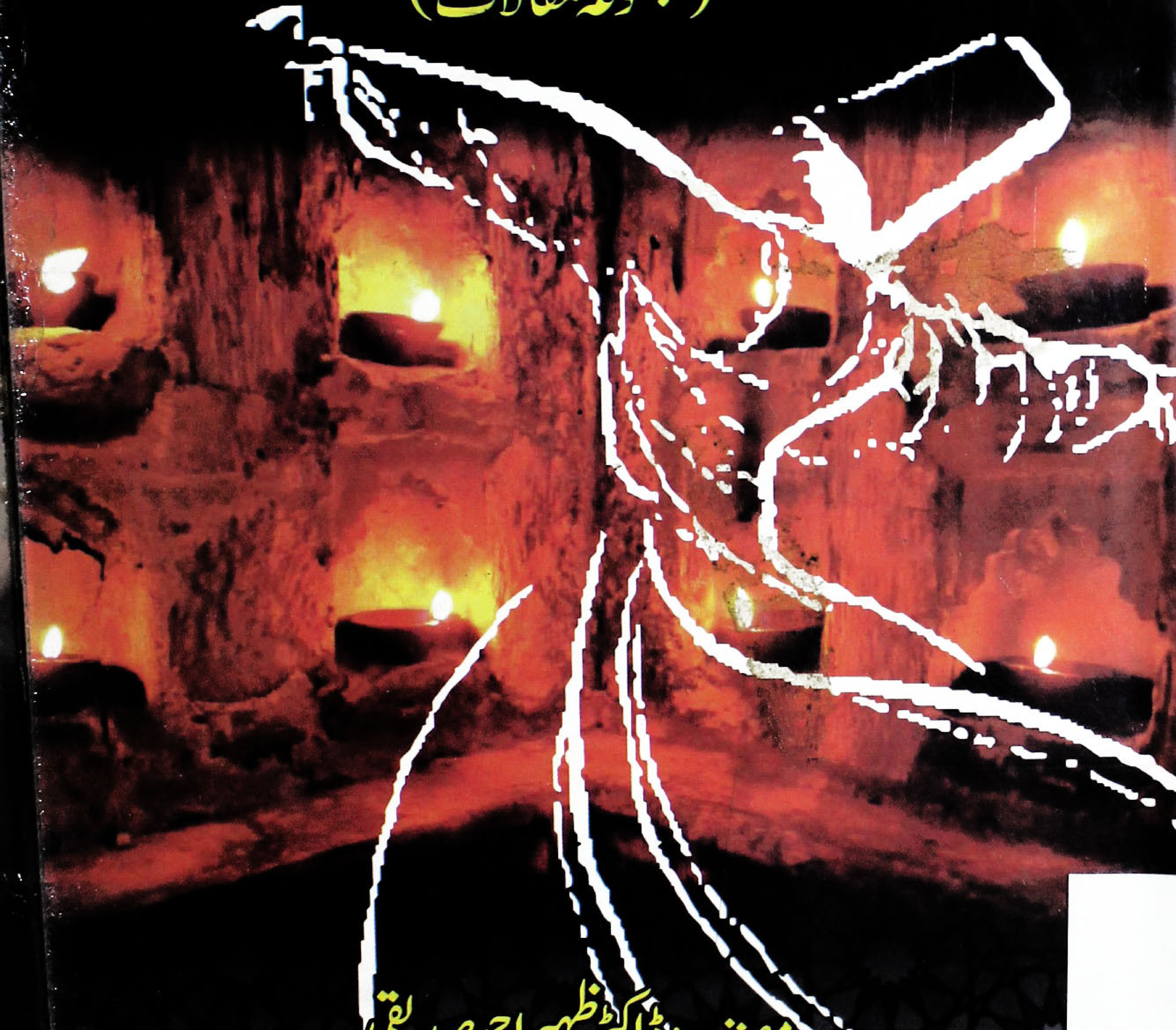

مصنف: ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی

ممتاز پروفیسر (Distinguished Professor)

جی سی یونیورسٹی، لاہور

Marfat.com

تصوف جدید معاشرے میں

(مجموعۂ مقالات)

مصنف:

ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی

ممتاز پروفیسر (Distinguished Professor)

جی سی یونیورسٹی، لاہور

تخلیقات

تخلیقات: 6 بیگم روڈ، مزنگ، لاہور۔ فون: 042-37238014,042-37124933

www.takhleeqatbooks.com ای میل: takhleeqat@yahoo.com

Marfat.com

297.6
ظ 8 تص
108756

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب : تصوف جدید معاشرے میں
ناشر : ''تخلیقات'' لاہور
اہتمام : لیاقت علی
تاریخ اشاعت : 2012ء
ٹائٹل : سعید ابراہیم
پرنٹر : اکرم پریس، لاہور
ضخامت : 270 صفحات
قیمت : -/270 روپے

انتساب

محترم المقام جناب

ڈاکٹر محمد خلیق الرحمٰن صاحب

وائس چانسلر جی سی یونیورسٹی لاہور

کے نام

Marfat.com

فہرست مضامین

پیش لفظ	7 تا 8
تصوف اور اس کی عالمگیر افادیت و اہمیت جدید معاشرہ میں	9 تا 51
تصوف اور معاشرتی ترقی کے امکانات	52 تا 60
فارسی کا صوفیانہ ادب اخلاقی تعلیمات و حکیمانہ نکات کا ترجمان	61 تا 94
تصوف میں عبادات کے معاشرتی و روحانی پہلو اور صوفیہ	95 تا 124
توبہ صوفیہ کی نظر میں	125 تا 142
سماع و موسیقی اور جدید معاشرہ	143 تا 181
تصورِ انسان و انسان دوستی اور صوفیہ	182 تا 220
امام خمینی کی شخصیت عہد جدید میں تصوف اسلامی کی حقیقی تصویر	221 تا 232
تصورِ ابلیس اور صوفیہ	233 تا 270

Marfat.com

Marfat.com

پیش لفظ

اس دورِ جدید کا انسان مادی اور دنیاوی مسائل و ضروریات میں اس طرح گھر گیا ہے کہ وہ ذہنی سکون اور طمانیت قلب سے محروم ہوتا جا رہا ہے۔ مادی وسائل سارے موجود اور عیش و عشرت کے اسباب سارے پاس ہونے کے باوجود وہ نفسیاتی طور پر ایک ناآسودہ انسان ہی ہے۔ اگر حقیقت کی نظر سے دیکھا جائے تو آج کا انسان مختلف خانوں میں بٹا ہوا ہے' مختلف تعصبات میں گھرا ہوا ہے' کہیں زبان کے' کہیں علاقائیت کے' کہیں برادری کے تعصبات ہیں' کہیں فرقہ پرستی اور مذہبی تعصبات ہیں ___ اس بکھرے ہوئے ماحول میں ذہنی سکون اور طمانیتِ قلبی تقریباً عنقا ہے بلکہ ان تعصبات سے دہشت گردی اور خون ریزی کی وبا پھیلی' قوموں کے تجارتی اور اقتصادی مفادات اور باہمی تعصبات نے بہت سی جنگوں کو جنم دیا۔ پچھلی صدی میں دو ہولناک جنگیں ___ جنگ عظیم اول و دوم ___ انہی مفادات اور تعصبات کے تحت لڑی گئیں ___ روایتی دین یا مذہب شاید مذکورہ ماحول میں بہتر تبدیلی نہ لا سکے البتہ تصوف جو دین اسلام کا باطنی پہلو ہے زیادہ بہتر طریقے سے بغیر مذہب و ملت کی تفریق کے دور حاضر کے انسان کو سکونِ قلب اور طمانیتِ روح عطا کر سکتا ہے اور اسے انسان دوستی اور خدمت خلق کے جذبوں سے بہرہ ور کر سکتا ہے ___ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کونسا تصوف؟ کیا روایتی تصوف جو ترکِ دنیا کی تعلیم دیتا ہے؟ جو دنیا کو دینِ اسلام کے مطابق حاصل کرنے کے بجائے اسے چھوڑنے کی تلقین کرتا ہے؟ یہ روایتی تصوف روح اسلام کے مطابق نہیں لیکن وہ تصوفِ اسلامی جس میں وحدتِ حق اور وحدتِ انسانی پر کامل ایمان کے ساتھ دین و دنیا کا توازن ہے جس میں سب بڑا گناہ کسی کا دل

Marfat.com

دکھانا ہے' اسلامی قوانینِ حلال و حرام کی احتیاط کے ساتھ دوسروں کے کام آنا' دوسروں کی دلجوئی کرنا سب سے بڑی عبادت ہے' اس تصوفِ اسلامی میں آج کے انسان کی نفسیاتی اور ذہنی الجھنوں کا علاج ہے' یہی اسلامی تصوف ہے' یہی حقیقی تصوف ہے' یہی وہ طریقت ہے جو شریعت کا باطنی پہلو کہلاتی ہے جو اسلام کا مقصود اور مطمحِ نظر ہے۔

معاشرے کی ترقی کے لیے سب سے بڑی بنیاد اور ضرورت معاشرے میں ہم آہنگی کا ہونا ہے' کسی معاشرے کی ترقی سے مراد صرف مادی وسائل کا وافر مقدار میں ہونا ہی نہیں بلکہ اصلی معاشرتی ترقی مادی ضرورتوں کے پورا ہونے کے ساتھ ساتھ معاشرے کے مختلف گروہوں میں ہم آہنگی کا ہونا بھی ہے۔ معاشرے کے افراد ذہنی تناؤ کا شکار نہ ہوں بلکہ ذہنی سکون اور طمانیت قلبی سے بھی بہرہ ور ہوں' خدمت خلق کے جذبے سے سرشار ہوں اور ہمہ مشربیت کی روایت کے پاسدار ہوں یعنی نہ دوسروں کے مذہب و مسلک' عقیدہ اور عقیدتوں کی تنقیص کریں اور نہ ان پر تنقید بلکہ ایک حد تک دوسروں کے مسلک و مذہب کا احترام کریں ___ اس مقصد کے حصول کے لیے مسلک تصوف جو وحدت خداوندی اور وحدت انسانی' حسن خُلق' خدمتِ خَلق اور دوسروں کے جذبات و افکار کے احترام کی روایت پر مبنی ہے کے اختیار کرنے سے معاشرہ صحیح معنوں میں ترقی کرسکتا ہے ___ اسی مقصد کے پیشِ نظر یہ کتاب

''تصوف جدید معاشرے میں''

مرتب کی گئی جس میں وہ مقالات ہیں جو جدید معاشرے میں تصوف کے مختلف پہلوؤں سے متعلق ہیں۔

اُمید ہے اہلِ دل اور اہلِ نظر اس خاکسار کی اس کاوش کو پسند فرمائیں گے۔

ظہیر احمد صدیقی

Marfat.com

تصوف

اور اس کی عالمگیر افادیت واہمیت جدید معاشرہ میں

تصوف میں اخلاق و انسانیت آموز مطالب کا ایک عظیم سرمایہ موجود ہے جو ہر مذہب ومسلک کے انسان کے لیے مفید اور اہم ہے اور شاید اسی عالمگیر افادیت اور اہمیت بلکہ ہمہ گیریت کے پیش نظر تصوف کے بارے میں اتنا کچھ لکھا گیا ہے کہ تصوف کے موضوع پر لکھی گئی کتابوں سے کتب خانے ترتیب دیئے جاسکتے ہیں ____ تصوف کا ایک پہلو جو عبادت و ریاضت، ترک دنیا اور قربت حق کی تلاش پر مشتمل ہے وہ تقریباً ہر بڑے مذہب یا دین میں کم وبیش موجود ہے۔ اسی حوالے سے مغرب میں Mysticism کی تعریف یوں کی جاتی ہے:

"An art of union with Reality of God"

یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ تینوں الفاظ Myth، Mystery اور Mysticism میں لسانیاتی تعلق ہے کہ تینوں الفاظ کا ماخذ یونانی لفظ Mustcion ہے جس کے معنی ہیں آنکھوں یا منہ کو بند کرنا، یوں یہ تینوں الفاظ ایسے تجربہ کی نشاندہی کرتے ہیں جو تاریکی، پر اسراریت اور خاموشی پر مبنی ہے ____ بقول کیرن آرم اسٹرانگ (Karen Armstrong) مغرب میں Myth جھوٹ کا ہم معنی ہے، اسی طرح لفظ Mystery بھی بُرے معنی میں مستعمل ہوتا ہے، لفظ Mysticism بھی مغرب میں عام طور پر سودائی، خبطی، عطائی یا جھوٹے داعی سے منسلک رہا ہے! ___ مغرب میں مستعمل اصطلاح Mysticism اسلامی تصوف کی ہم معنی سمجھی جاتی ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے ___ ویسے بھی

Marfat.com

اسلام میں تصوف کے نام سے کوئی علیحدہ مذہبی رکن کا وجود نہیں‘ اسی لیے صدر اسلام میں تصوف کا لفظ بھی موجود نہیں تھا‘ البتہ تصوف کے یہ پہلو کہ توحید پر پختہ ایمان رکھنا‘ شریعت پر خلوص دل سے عمل پیرا ہونا‘ خلقِ خدا سے شفقت سے پیش آنا‘ خدمتِ خلق کرنا درحقیقت اسلام کی روح کو پیش کرتے ہیں‘ رسول اللہ ﷺ اور صحابۂ کرامؓ کی زندگیاں اس روحِ اسلام کا کامل ترین مظہر تھیں اور ایک اچھے اور سچے مسلمان کی بھی یہی خوبی ہے کہ اس کی زندگی اس روحِ اسلام کی عکاس ہو ــــ اسی لیے عہد نبوی ﷺ میں ایک مسلمان اور صوفی میں فرق نہیں تھا۔

حضرت رسول اکرم ﷺ کے اس جہانِ ناپائیدار سے تشریف لے جانے کے کچھ عرصہ بعد تعصبات مذہبی‘ فرقہ پرستی‘ دنیا داری اور ظاہر پرستی جیسی برائیاں مسلم معاشرے میں پھیلنے لگیں‘ جن کی وجوہات یہ سمجھی جاتی ہیں:

(۱) فتوحات اسلامی کی وجہ سے دولت کی ریل پیل ہوگئی‘ جس سے دنیا داری نے زور پکڑا۔

(۲) فقہی اختلافات کی وجہ سے مذہبی تعصبات اور فرقہ پرستی نے جنم لیا۔

(۳) مسلمانوں کی باہمی جنگوں کی وجہ سے بہت سا خون خرابہ ہوا‘ جس سے مسلمانوں میں باہمی تعصبات بھی بڑھے‘ ضمناً ترک دنیا کے تصورات بھی مسلم معاشرے میں پیدا ہوئے کہ کچھ لوگوں نے ان باہمی جنگوں اور ان ملّی نامساعد حالات سے دل برداشتہ ہو کر ترک دنیا میں پناہ ڈھونڈی۔

(۴) وہ لوگ جو دل سے مسلمان نہیں ہوئے تھے‘ جنھوں نے صرف معاشرتی دباؤ کی وجہ سے اسلام قبول کیا تھا اور دل میں وہ اپنے آبائی مذہب ہی پر قائم تھے‘ ان کی وجہ سے عام طور پر معاشرے میں ظاہر داری اور تظاہر پرستی پھیلی‘ جس کی ایک صورت زندیقیت بھی تھی۔

ان مذکورہ حالات کے پس منظر میں وہ مسلمان جو دین اسلام سے سچی محبت رکھتے تھے انہوں نے تعصبات مذہبی اور فرقہ پرستی سے کنارہ کشی کرتے ہوئے دین خالص کو اختیار کیا‘ توحید پر پختہ یقین‘ شریعت پر خلوص دل سے عمل‘ تقویٰ‘ بے تعصبی‘

Marfat.com

رواداری اورانسان دوستی کو اپنا مذہبی شعار بنایا' یوں روح اسلام کی حیات نو کی کوشش کی۔ اس تصورِ حیات کو تصوف کے نام سے یاد کیا جانے لگا اور اس طرزِ حیات کے اپنانے والوں کو عام طور پر صوفی کہا جانے لگا____ پھر آہستہ آہستہ متصوفین ایک علیحدہ فرقے کے طور پر ابھرنا شروع ہوئے' یہ صورت حال اسلامی معاشرہ میں بیرونی اثرات یعنی مسیحیت' یہودیت' زرتشتی نظریات' ایرانی' ہندی' یونانی علوم اور افلاطونیان جدید کے فلسفہ کے پھیلنے سے بھی پیدا ہوئی۔ شروع میں صوفیہ نے اپنے اسلامی عقاید و آراء کے دفاع و اثبات میں یہ علوم حاصل کیے تا کہ مخالفین کی تنقید کا صحیح طور پر جواب دیا جا سکے۔ ان غیر اسلامی علوم کے حصول کے نتیجہ میں صوفیہ بھی کسی نہ کسی رنگ میں ان سے متاثر ہوئے اور تصوف پر بھی ان علوم کے اثرات پڑے' اور ترک دنیا کا رجحان' وحدت الوجود' تنزلات ستہ کے مسائل' مجاز و حقیقت' ظاہر و باطن اور تاویلات و اصطلاحات وغیرہ کی روایات وجود میں آئیں۔ سو تصوف نے بھی چولا بدلا اور اپنی پہلی اور اصلی حالت کو چھوڑ کر ایک علمی' فلسفی اور رسمی رنگ اختیار کر لیا۔

مختصراً یوں ہے کہ تصوف کے تین رنگ ہیں: ایک وہ رنگ ہے جو تقریباً تمام مذاہب میں مشترک ہے اور جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے کہ وہ عبادت و ریاضت' ترکِ دنیا' قربتِ حق کی تلاش پر مشتمل ہے' ایک وہ ہے جو خالص اسلامی تصوف ہے جس کا پہلے بیان ہو چکا ہے' جس میں توحید خداوندی' ختم نبوت' وحدت انسانی یا انسان دوستی' خدمت خلق اور شریعت پر اخلاص سے عمل کرنا بنیادی حیثیت رکھتے ہیں' تیسرا وہ تصوف ہے جو عام طور پر مسلم معاشرے میں رائج ہے جس کے مندرجہ ذیل تین پہلو ہیں:

(۱) ایک تصوف عملی جو زیادہ تر عبادات و اخلاقیات' خدمت خلق' ھمہ مشربیت اور ترک دنیا کی روایات پر مشتمل ہے۔

(۲) دوسرا تصوف علمی یا نظری جو وحدت الوجود' وحدت الشہود و تنزلات ستہ' عشق و خرد' جبر و قدر' نبوت و ولایت' فنا و بقا' ظاہر و باطن اور مقامات و احوال وغیرہ کے نظریات و تصورات سے عبارت ہے۔

(۳) تیسرا تصوف رسمی جس میں پیری مریدی' خرقہ پوشی' خانقاہی زندگی اور سماع

Marfat.com

وغیرہ کے مراسم شامل ہیں۔

تصوف اسلامی کے اہم ترین اور نمایاں ترین مضامین و مطالب توحید خداوندی اور وحدت انسانی یا انسان دوستی ہیں۔ تصوف کے دوسرے تمام مطالب و تصورات توحید خداوندی اور انسان دوستی سے بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر متعلق ہیں ــــــ تصوف میں توحید کا موضوع بنیادی نوعیت کا ہے، صوفی موحدِ کامل ہوتا ہے، وہ ہر قسم کی آمیزش سے پاک توحیدِ خالص پر ایمان رکھتا ہے، وحدت الوجود کا نظریہ اسی خالص توحید کے تصور کا ایک رنگ ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک صوفی سے کسی نے پوچھا تھا "کیا حال ہے؟" اس نے جواب میں کہا تھا کہ اس کا کیا حال پوچھتے ہو؟ جس کی مرضی کے مطابق سارا نظام کائنات چل رہا ہو، پتا بھی اس کی مرضی کے بغیر درخت سے نہ گرتا ہو ــــــ صوفی کا مطلب یہ تھا کہ صوفی کی مرضی تو حق کی مرضی میں فنا ہو جاتی ہے، جو خدا چاہتا ہے وہی صوفی بھی چاہتا ہے، یوں اس کی مرضی اور خدا کی مرضی دونوں ایک ہو جاتی ہیں، نظام عالم جو خدا کے حکم اور اس کی مرضی سے چل رہا ہے گویا ایک طرح سے صوفی کی مرضی کے مطابق ہی چل رہا ہے، صوفی کا جواب تصور وحدت الوجود کی ایک عامیانہ انداز میں تعبیر تھی، جس کی ایک صورت شطحیات کی شکل میں حلاج کے قول "انا الحق" یا بایزید کے قول "سبحانی ما اعظم شانی" جیسے کلمات میں موجود ہے یا اسی قسم کا شبلی کا قول ہے کہ میں ہی کہتا ہوں، میں ہی سنتا ہوں، میرے سوا دونوں جہان میں کون ہے؟ اسی نوع کا شبلی کا ایک اور قول ہے کہ چالیس سال ہوگئے میں نے خلق سے کوئی بات نہیں کی، جو بات کہی حق سے کہی اور جو بات سنی حق سے سنی ــــــ اسی انداز کا عبداللہ انصاری کا قول ہے کہ ایک وقت تھا جب خدا کو ڈھونڈتا تھا تو خود کو پاتا تھا، اب خود کو ڈھونڈتا ہوں تو خدا کو پاتا ہوں۔[2] ــــــ اسی پس منظر کے ساتھ علامہ اقبال کا یہ شعر بھی بہت خوب ہے:

مومن از توحید لاہوتی شود ــــ ملت از توحید جبروتی شود

یعنی توحید سے فرد کی شخصیت روحانیت میں ڈھل جاتی ہے اور ملت عظمت و جلال کا پیکر بن جاتی ہے۔

Marfat.com

صوفیہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ذات حق کو عقل و دانش سے نہیں جانا جا سکتا اس سلسلے میں یہ مشہور شعر ہے:

نہایة الادراک العقول عقال و غایت السعی العالمین ضلال

یعنی ہماری عقل و دانش کی حد بہت محدود ہے' گویا قید خانے کی طرح ہے اور دنیا بھر کے علما کی کوشش خدا کی پہچان کے بارے میں تمام تر گمراہی ہے____ ذات حق کو دلائل عقلی سے ثابت کرنے کے سلسلہ میں یہ حکایت بھی پیش کی جاتی ہے کہ مشہور دیوانۂ صوفی منش حضرت بہلولؒ سے کسی نے کہا کہ آپ بڑے دانا اور فقیہ بنتے ہیں میرے ان تین سوالوں کا جواب تو دیجئے: (۱) عام عقیدہ ہے کہ شیطان کو عذاب دینے کیلئے دوزخ کی آگ میں ڈالا جائے گا حالانکہ وہ تو آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور آگ آگ کو ضرر نہیں پہنچاتی کہ دونوں ہم جنس ہیں (۲) کہا جاتا ہے کہ انسان اپنے افعال میں مختار ہے' حالانکہ انسان اپنے افعال میں مجبور ہے' مذہب بھی یہی کہتا ہے اور تجربہ بھی یہی بتاتا ہے (۳) سب کا عقیدہ ہے کہ خدا موجود ہے اگر موجود ہے تو نظر بھی آنا چاہیے کہ وجود کے لئے ضروری ہے کہ وہ نظر آئے____ حضرت بہلولؒ نے ایک مٹی کا ڈھیلا اٹھا کر اس کے سر پر دے مارا۔ لوگ اس شخص کو خلیفہ کے پاس لے گئے اور حضرت بہلولؒ کے خلاف مقدمہ دائر کر دیا کہ حضرت بہلولؒ نے اسے بغیر کسی وجہ کے ڈھیلا مارا۔ حضرت بہلولؒ کو عدالت میں بلایا گیا۔ انہوں نے شکایت کنندہ سے پوچھا کہ میرے خلاف کیا شکایت ہے؟ اس نے کہا کہ تم نے بلاوجہ میرے سر پر ڈھیلا مارا تھا' جس کی وجہ سے میرے سر میں سخت تکلیف ہو رہی ہے' حضرت بہلولؒ نے پوچھا کہ وہ تکلیف ہے کہاں؟ مجھے دکھاؤ' سر کی تکلیف کو دکھاؤ گے تو میں مانوں گا کیونکہ تم کہتے ہو کہ جو چیز موجود ہوتی ہے وہ نظر بھی آتی ہے____ میں نے تمہیں مٹی کا ڈھیلا مارا تھا' تم بھی مٹی ہو اور ڈھیلا بھی مٹی کا تھا' مٹی مٹی کو تو ضرر نہیں پہنچاتی کہ دونوں ہم جنس ہیں' تمہارے بقول ہم جنس چیزیں ایک دوسرے کو ضرر نہیں پہنچاتیں____ پھر ڈھیلا مارنے والا میں نہیں' میں تو مجبور ہوں کیونکہ بقول تمہارے بندہ تو اپنے افعال میں مجبور ہے' سارے کام تو خدا ہی کرتا ہے____ وہ شخص حضرت بہلولؒ کی باتیں سن کر حیران

Marfat.com

ومبہوت ہوگیا اور سمجھ گیا کہ حضرت بہلولؒ نے جومٹی کا ڈھیلا مارا تھا اس سے کیا مقصود تھا' انہوں نے ایک ڈھیلا مارنے سے اس شخص کے تینوں سوالات کا جواب دیا تھا اور اس طرح تینوں شبہات کو رفع کر دیا تھا[۲]

صوفیہ کی نظر میں عرفان حق علم وعقل کے بجائے وجدان وواردات اور کشف وشہود سے متعلق ہے' صوفیہ کشف وشہود کو بہت اہمیت دیتے ہیں' جو ان کی نظر میں کتاب کے بجائے قلب سے وابستہ ہے۔ اسی لیے رومیؒ کہتے ہیں:

دفتر صوفی سوادو حرف نیست　　　جز دلِ اسپید ھمچون برف نیست

یعنی صوفی کی کتاب سیاھی (روشنائی) اور حروف پر مشتمل نہیں بلکہ اس کی کتاب دل کی تختی ہے جو برف کی طرح پاک' صاف اور سفید ہے' مطلب یہ ہے کہ عرفان حق یا توحید حق کا ادراک علم وعقل سے نہیں بلکہ قلب پاک سے وابستہ ہے ـــــ اسی پسِ منظر میں بعض صوفیہ نے اہل عقل اور اہل فلسفہ کی مذمت کی ہے۔ رومی کہتے ہیں:

اندرین بحث ارخرد رہ بین بدی　　　فخر رازی رازدارِ دین بدی

یعنی اس بحث میں (خداشناسی کی بحث میں) اگر عقل راستہ جاننے والی ہوتی تو فخرالدین رازی (مشہور عالم دین ومتکلم) دین کے رازدار ہوتے ـــــ صوفیہ نے علم وفلسفہ یا استدلال عقلی کی اہمیت کو ایک طور سے تسلیم بھی کیا ہے' مشہور صوفی ابوسعید ابوالخیرؒ نے مشہور فلسفی ابن سینا سے تین روزہ باہمی ملاقات کے بعد فرمایا تھا: ''ہرچہ مامی بینیم اومی داند'' یعنی جو ہم دیکھتے ہیں وہ (ابن سینا) اسے جانتا ہے یعنی اسے اس کا علم ہے[۴] ـــــ ویسے بھی قرآن پاک نے بہت سی آیات میں غوروفکر کی اہمیت پر زور دیا ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ہے سنریھم آیتنا فی الافاق و فی انفسھم (سورہ ۴۱' آیت ۵۳) یعنی ہم اپنی نشانیوں کو کائنات میں بھی اور تمہارے نفوس میں بھی روشن کردیں گے ـــــ اور قرآن یہ بھی کہتا ہے ھل یستوی الاعمی 'والبصیر' (کیا اندھے اور بینائی رکھنے والے برابر ہوسکتے ہیں؟۔ سورہ ۶' آیت ۵۰) ـــــ صوفیہ یہ بھی کہتے ہیں کہ علم کے دو قطب ہیں' ایک انسان کا وجود کہ ہر علم کا آغاز وہاں سے ہوتا

Marfat.com

ہے' دوسرا خدا کا وجود کہ ہر چیز کا علم وہاں پر ختم ہوتا ہے یعنی علم کی ابتدا انسان کی ذات سے ہے اور انتہا ذات حق ہے۔ صوفیہ کی نظر میں انسان کے لئے خدا تک دو راستے ہیں: ایک ظاہری راستہ اور دوسرا باطنی راستہ' ظاہری راستے سے خدا کو جاننے کی کوشش عقل و استدلال سے کی جاتی ہے اور باطنی راستہ سے خدا کو پانے کی کوشش ریاضت و مجاہدہ اور کشف و شہود سے کی جاتی ہے' عقل و استدلال سے خدا کے افعال' یعنی اس کی کائنات' اس کے احکام اور اس کی صفات کو جانا جاسکتا ہے' البتہ اس کی ذات کے ادراک سے انسانی عقل عاجز ہے۔ اسی پہلو سے حضور ﷺ کا فرمان ہے **تفکرو فی آلاء اللہ و لا تفکروا فی ذات اللہ** کہ اللہ کی نعمتوں پر غور و فکر کرو اللہ کی ذات کے بارے میں تفکر نہ کرو۔

کچھ اہل دانش و عقل کا یہ تصور کہ خدا کا وجود چونکہ عقلی یا سائنسی طور پر ثابت نہیں ہوتا اس لئے اسے تسلیم کرنا ممکن نہیں' یوں وہ خدا کے وجود کے منکر ہیں ___ خود عقل و دانش کے خلاف ہے' کیونکہ خدا کے وجود کا انکار درحقیقت اپنے وجود کا انکار ہے' خود انسان کا وجود اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا کوئی خالق ہے جو خداوند اقدس ہے ___ اسی بارے میں قرآن پاک میں خداوند تعالیٰ فرماتے ہیں۔ **ام خلقوا من غیر شئ ام ھم الخالقون** (سورہ ۵۲' آیت ۳۵) کیا یہ لوگ بغیر کسی خالق کے خود بخود پیدا ہوگئے ہیں یا یہ خود اپنے خالق ہیں؟ ___ یعنی نہ یہ خود پیدا ہوئے' نہ یہ خود اپنے خالق ہیں' بلکہ ان سب کا خالق خداوند تعالیٰ ہے' جس نے یہ ساری کائنات تخلیق کی ہے۔ اسی سلسلے میں قرآن پاک نے ایک اور جگہ یوں فرمایا ہے کہ منکرین خدا اور منکرین حشر و نشر یوں کہتے ہیں کہ سوائے ہماری اس دنیوی زندگی کے اور کوئی زندگی نہیں ہے۔ یہیں ہمارا مرنا اور جینا ہے اور زمانے کے سوا کوئی چیز نہیں جو ہمیں ہلاک کرتی ہو (سورہ ۴۵' آیت ۲۴) یعنی ہماری زندگی اور موت دونوں طبعی اسباب یا زمانہ سے وابستہ ہیں اور بس ___ حقیت یہ ہے کہ خالق کائنات یا خدا کا انکار منکرین کی عقل کے اندھے پن کی دلیل ہے۔ انسان نہ خود اپنا خالق ہوسکتا ہے اور نہ انسان خود بخود پیدا ہو سکتا ہے' نہ زمانہ موت و حیات کا سبب بن سکتا ہے' کیونکہ زمانہ خالق نہیں' زمانہ تو خود

Marfat.com

مخلوق ہے۔ یہ صرف اور صرف خداوند تعالیٰ ہیں جو خالق کائنات ہیں' زمان و مکان کے خالق ہیں اور جو اس نظام کائنات کو چلا رہے ہیں اور یہ شعور کہ خداوند تعالیٰ خالق کائنات ہیں اور وہ ہم سب کے خالق و رب ہیں' خود انسان کی فطرت میں موجود ہے یعنی انسان وحدت حق کو جاننے کی استعداد یا صلاحیت فطری طور پر رکھتا ہے' یہ اور بات ہے کہ حالات ساز گار نہ ہوں یا ماحول موافق نہ ہو یا خواہشات نفسانی یا دنیاوی مفادات کے دباؤ میں انسان خدائے وحدہٗ پر ایمان نہ لائے' کسی اور کو خدا بنا لے یا دین حنیف یا دین وحدت اسلام کے بجائے کوئی اور مذہب اختیار کر لے' اسی سلسلے میں قرآن کہتا ہے **فاقم وجھک للدین حنیفا فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا لا تبدیل لخلق اللہ** (سورہ ۳۰' آیت ۳۰) یعنی تم یکسوئی کے ساتھ اپنا رخ سچے دین کی طرف رکھو' اللہ کی دی ہوئی اس قابلیت یا استعداد کی پیروی کرو جس پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے' اس فطرت یا صلاحیت یا استعداد کو بدلنا نہیں چاہیے (یہ وہ فطرت یا استعداد ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے)___ اسی طرح حدیث رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ **کل مولودٍ یولد علی الفطرت فابواہ یھود انہ او ینصرانہ او یمجسانہ** یعنی تمام بچے فطرت اسلام میں پیدا ہوتے ہیں ان کے والدین انہیں یہودی' عیسائی یا آتش پرست بنا دیتے ہیں۔ مذکورہ آیت قرآنی اور حدیث رسول پاک ؐ دونوں اسی حقیقت کی طرف اشارہ کر رہی ہیں کہ انسان کی فطرت میں وحدت حق کا شعور یا اس شعور کی صلاحیت موجود ہے۔ اگر انسان کی فطرت میں یہ صلاحیت یا استعداد موجود نہ ہوتی تو دنیا میں کوئی وحدت پرست یا خدا پرست بھی نہ ہوتا۔ اسی لئے انسانی عقل جب بھی حق کی تلاش میں' حقایق کی روشنی میں کائنات کے نظام پر غور و فکر کرتی ہے تو بے اختیار پکار اٹھتی ہے کہ خدا ایک ہے جو خالق کائنات ہے' جیسا کہ (سورہ ۳' آیت ۱۹۱) میں ہے کہ اہل ایمان جب کائنات کی تخلیق پر غور و فکر کرتے ہیں تو یقین سے جان لیتے ہیں کہ کائنات ہمارے رب نے بے فائدہ پیدا نہیں کی_____

ہاں یہ بات بھی ہے کہ انسان عقل سے خدا کو پہچانتا ہے لیکن انسان صرف عقل ہی سے خدا کو کامل طور پر نہیں پہچان سکتا کہ عقل تو خود مخلوق ہے' کوئی مخلوق اپنے خالق کو کامل

طور پر نہیں جان سکتی' البتہ یہ بھی حقیقت ہے کہ صرف عقل والے ہی خالق کائنات کو جان سکتے ہیں۔۔۔۔ اسی سلسلے میں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ انسانی وجود نفس' روح اور عقل پر مشتمل ہے۔ نفس وجود انسانی کا جسمانی یا ظاہری پہلو ہے اور روح اس کا باطنی پہلو ہے' ان دونوں چیزوں میں حیوان اور انسان دونوں شریک ہیں یعنی انسان کی طرح حیوانات کا جسمانی وجود بھی ہے اور زندہ ہونے کے ناطے سے ان کے پاس روح بھی ہے' لیکن وہ عقل سے محروم ہیں' جبکہ انسان کے پاس عقل بھی ہے۔ عقل کے دو پہلو ہیں: ایک پہلو وہ ہے جو جسم یا نفس انسانی سے وابستہ ہے یا محسوسات سے یا معقولات سے متعلق ہے' عقل کا یہ پہلو حقائق حیات و کائنات کے محسوساتی اور معقولاتی پہلوؤں کا ادراک کرتا ہے' انسان اسی عقل سے معاشرتی' معاشی' سائنسی اور اخلاقی مسائل پر غور و فکر کرتا ہے اور ان کو حل کرتا ہے۔ عقل کا دوسرا پہلو وہ ہے جو روح سے متعلق ہے' عقل کے اس پہلو کو قلب یا ضمیر انسانی سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے' عقل کا یہ پہلو حق اور روحانیت کے تصورات کا ادراک رکھتا ہے' اسے خواہ عقل وجدانی کہیے یا عقل دینی کہیے یا قرآن کی زبان میں حکمت کہیے یا رومیؒ اور اقبالؒ کی زبان میں عشق سے تعبیر کیجئے' یہی عقل ہے جو وحدت حق کا تصور کرتی ہے' اسی پس منظر میں مشہور فرانسیسی فلسفی پاسکل (Pascal) کا قول ہے کہ خدا کے وجود پر دل گواہی دیتا ہے' عقل نہیں اور اسی سے ایمان حاصل ہوتا ہے اور اسی کا قول ہے کہ دل اپنے دلائل رکھتا ہے جنہیں عقل سمجھنے سے قاصر ہے۵۔۔۔۔ اب وہ لوگ جو یہ چاہتے ہیں کہ خدا کا وجود عقل سے اس طرح ثابت ہو جائے جس طرح ہم کسی چیز کو لیبارٹری میں ثابت کرتے ہیں تو ان کے لئے وجود حق ناقابل فہم ہی رہے گا اور وہ منکرین حق ہی رہیں گے کیونکہ عقلِ انسانی مذکورہ طور سے خدا کے وجود کو ثابت کرنے اور خدا کی حقیقت کو جاننے سے قاصر ہے کہ عقل مخلوق ہے اور مخلوق نہ اپنے خالق کو سائنسی طور پر جان سکتی ہے اور نہ اس کے وجود کو سائنسی طور پر ثابت کرسکتی ہے۔۔۔۔ اگر کوئی انسان یہ دعویٰ کرے کہ وہ ایسی ذات کو جس نے اس کائنات کو تخلیق کیا ہے سائنسی طور پر لیبارٹری میں ثابت کرسکتا ہے تو وہ سائنس کا کوئی نظریہ تو ہوسکتا ہے خدا نہیں ہوسکتا۔ کہتے ہیں کہ ایک کیمونسٹ لیڈر نے

Marfat.com

اپنے ملک کے پادریوں سے کہا تھا ''میں صرف اس خدا کو تسلیم کروں گا جسے تم لیبارٹری میں ثابت کردو گے'' لیکن یہ بھی یاد رہے جو خدا سائنس کی لیبارٹری میں ثابت ہوجائے گا وہ خدا نہیں ہوگا'' ___ سائنس، عقل، فلسفہ اور مذہب کے سلسلہ میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ سائنس کی دنیا محسوسات اور عقل کی دنیا معقولات سے وابستہ ہے' سائنس کے پاس تجربہ ہے' ثبوت ہے لیکن مذہبی تجربہ سے اسے کوئی تعلق نہیں۔ سائنس نہ عقیدہ دے سکتی ہے اور نہ روحانی تسکین کا سامان مہیا کرسکتی ہے' وہ حقائقِ قلبی یا روحانیت سے قطعاً ناآشنا ہے ___ عقل اور فلسفہ کے پاس شک ہے' دلیل ہے' اہل عقل اور اہل فلسفہ ہر حقیقت کو شک کی نظر سے دیکھتے ہیں اور صرف اسی حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں جو منطقی دلائل سے ثابت ہوسکتی ہو' دل کی دنیا سے انہیں کوئی سروکار نہیں' عقل یا فلسفہ کی دنیا میں قلبی کیفیات یا روحانیت کو تسلیم نہیں کیا جاتا' فلسفہ شک سے قلب میں اضطراب تو پیدا کرسکتا ہے لیکن طمانیت قلب عطا کرنے سے عاجز ہے' وہ اس حقیقت کو نہیں مانتا کہ دل کی دنیا کے اپنے دلائل ہیں جنہیں عقل سمجھنے سے قاصر ہے ___ اسی طرح مذہب کے پاس عقیدہ ہے' ایمان ہے' اور عقیدہ یا ایمان یا مذہبی تجربہ منطقی دلائل کا محتاج نہیں' اسلئے عموماً مذہب کی دنیا میں تقلید ہے تحقیق نہیں' عام مذہب' عقیدہ یا طمانیت قلب تو عطا کرسکتا ہے لیکن دلیل اور ثبوت مہیا کرنے سے قاصر ہے ___ لیکن اسلام وہ دین ہے جو عقیدہ کے ساتھ ساتھ ذات حق کے ثبوت کے لئے دلائل بھی مہیا کرتا ہے' یہ دلائل صرف ہمارے وجدان' ہماری اندرونی کیفیات ہی کے عکاس نہیں ہیں بلکہ معقولات و محسوسات یا تجربات انسانی پر بھی ایک حد تک مبنی ہوتے ہیں۔ ذات باری تعالیٰ کے ثبوت کے لئے قرآن پاک سائنس کے حقائق کو بھی پیش کرتا ہے' فلسفیانہ یا عقلی دلائل کا ایک انداز بھی قرآن میں موجود ہے اور انسان کو اپنی اندرونی کیفیات میں غور کرنے کی بھی قرآن دعوت دیتا ہے ___ ذات حق کے ثبوت میں انسانی تجربہ اور مشاہدے سے متعلق جو دلائل قرآن دیتا ہے وہ دوسرے مقامات کے علاوہ سورۂ واقعہ میں بڑے موثر انداز میں کچھ یوں بیان ہوئے ہیں؛

اچھا یہ تو بتلاؤ کہ انسان کو پیدا کرنے والے اور موت کو مقرر کرنے والے تم

Marfat.com

ہو یا ہم ہیں؟ ــــ تم جانتے ہو کہ ہم چاہیں تو ایک نئی مخلوق تم جیسی ایک نئے جہان میں پیدا کردیں۔

اچھا یہ تو بتلاؤ کہ تم جو زمین میں بیج بوتے ہو اسے اگانے والے تم ہو یا ہم ہیں؟ ــــ تم جانتے ہو کہ ہم چاہیں تو کھیتوں میں اُگی ہوئی فصل کو ریزہ ریزہ کردیں اور تم دیکھتے اور ہاتھ ملتے رہ جاؤ۔

اچھا یہ بتلاؤ کہ بادلوں سے پانی برسانے والے تم ہو یا ہم ہیں؟ ــــ تم جانتے ہو کہ ہم چاہیں تو اسے کڑوا بھی کردیں۔

اچھا یہ تو بتلاؤ کہ آگ جو درختوں کی لکڑی سے تم سلگاتے ہو تو ان درختوں کو تم نے پیدا کیا ہے یا ہم نے پیدا کیا ہے ــــ تم جانتے ہو کہ درختوں کی لکڑی سے جو آگ سلگائی جاتی ہے وہ آتشِ دوزخ کی یاد دلاتی ہے اور درخت مسافروں کے لئے مفید ہیں کہ وہ انسانوں کو دھوپ سے بچاتے ہیں اور انہیں ٹھنڈک بہم پہنچاتے ہیں۔(سورہ ۵۶' آیات ۵۸تا۷۳)

یہ تھے قرآن کے وہ دلائل جو تجربہ اور مشاہدے سے متعلق ہیں جن پر سائنس کی بنیاد ہے ــــ قرآن حکیم نے ذات باری تعالیٰ کے ثبوت میں ایسے دلائل بھی دیئے ہیں جو فکری جہتیں رکھتے ہیں: قرآن کہتا ہے کہ اگر زمین و آسمان میں ایک اللہ کے سوا دوسرے خدا بھی ہوتے تو کائنات کا نظام بگڑ جاتا (سورہ ۲۱' آیت ۲۲) قرآن پاک کائنات کی تخلیق کے بارے میں سوچنے اور غور وفکر کرنے کی تلقین کرتا ہے کہ انسان صحیح غور وفکر کے نتیجہ میں خدا کی وحدانیت تک پہنچتا ہے۔ فرمان حق ہے: ان فی خلق السمٰوات والارض واختلاف اللیل و النہار لآیات لاولی الالباب ــ تا ــ عذاب النار. بلاشبہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور دن اور رات کے یکے بعد دیگرے آنے جانے میں اہل دانش کے لئے دلائل ہیں۔ وہ لوگ جو اللہ کو یاد کرتے ہیں کھڑے بھی' بیٹھے بھی اور لیٹے بھی اور زمین و آسمان کی تخلیق میں غور وفکر کرتے ہیں تو پکار اٹھتے ہیں کہ اے ہمارے رب تو نے اس کائنات کو بے فائدہ پیدا نہیں کیا۔
(سورہ ۳' آیات ۱۹۰'۱۹۱)

Marfat.com

قرآن وجدان کے حوالے سے ذات باری تعالیٰ کے ثبوت کے سلسلے میں کہتا ہے، تمہاری ذات میں بھی (خدا کے وجود کو ثابت کرنے والی) نشانیاں ہیں کیا تمہیں نظر نہیں آتیں؟ وفی انفسکم افلا تبصرون (سورہ ۵۱، آیت ۲۱)___ اور یوں قرآن انسانی وجدان اور اسکی اندرونی کیفیات کو جگاتا ہے کہ انسان کی روح کی گہرائیوں میں خدائے وحدہ، لا شریک لہ، کا تصور موجود ہے۔ جب بھی انسان صاف ذہن کے ساتھ خلوص دل سے اپنی روح کی گہرائیوں میں جھانکے گا تو وہاں ایک خدائے وحدہ، لا شریک لہ، کے تصور کو پائے گا___ کسی صوفی کا قول ہے کہ یہ جو انسان کے سینے میں دل دھک دھک کرتا ہے، یہ بھی تو دل کے حق حق کہنے ہی کی ایک صورت ہے___ بہرحال یہ بھی حقیقت ہے کہ عقل اور سائنس اتنا ضرور بتاتے ہیں کہ یہ نظام کائنات انتہائی نظم و ترتیب سے چل رہا ہے اور کائنات کی نظم و ترتیب اس بات کو ثابت کرتی ہے کہ اس نظام کائنات کو چلانے والا اور بنانے والا مدبّر کامل ہے، تمام تر عقل و دانش ہے، رحمٰن و رحیم ہے، اس نے اپنی رحمت عامہ سے یہ کائنات تخلیق کی ہے وہی سب کا رب ہے___ اگرچہ خدا کے وجود کا ثبوت عقل سے زیادہ وجدان، صوفیانہ تجربہ، عقیدے اور ایمان سے متعلق ہے لیکن یہ بھی ہے کہ عقل کے بغیر خدا کو ماننا اور اس پر ایمان لانا ممکن نہیں کہ عقل والے ہی خدا کو ماننے والے ہو سکتے ہیں، دیوانے یا حیوانات نہ خدا کو جان سکتے ہیں اور نہ وہ خدا پر ایمان لانے کے مکلّف ہیں۔ ایک صوفی حضرت ابوبکر سبّاک نے اس حقیقت کو کہ اگرچہ عقل عرفان حق حاصل کرنے سے قاصر ہے لیکن بغیر عقل کے بھی انسان عرفان حق تک نہیں پہنچ سکتا، یوں تمثیلاً واضح کیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے عقل کو تخلیق کیا تو فرمایا میں کون ہوں؟ عقل خاموش رہی، اس پر اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھ میں وحدانیت کا سرمہ لگایا، تب عقل نے آنکھ کھولی اور کہا تو وہ خدا ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس تمثیل سے عقل کی نارسائی اور اس کی اہمیت دونوں واضح ہو جاتی ہیں، عقل خدا کو جاننے کی جانب پیش قدمی ضرور کرتی ہے لیکن اسے کلی طور پر جاننے سے قاصر ہے۔ مختصراً ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ خدا کا علم عقل کے ذریعہ سے اور خدا کا عرفان وجدان سے حاصل ہوتا ہے یعنی عقل اللہ کی مدد کے بغیر اللہ

Marfat.com

کو نہیں پہچان سکتی۔

تصوف میں توحید کا تصور اس قدر بنیادی ہے کہ اگر یوں کہا جائے کہ تصوف درحقیقت توحید پر پختہ ایمان کا نام ہے اور صوفی درحقیقت ایک پختہ موحد کو کہتے ہیں تو بے جا نہ ہوگا۔ اسی لئے بعض صوفیہ خود کو موحد یا اہل وحدت کہتے ہیں' مشہور صوفی عبدالعزیز نسفی اپنی کتاب الانسان الکامل میں صوفی کو اہل وحدت کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ ویسے بھی توحید تمام اوصاف حسنہ کی بنیاد ہے' جو شخص توحید پر صدق دل سے ایمان رکھتا ہے وہ منافق نہیں ہوسکتا کہ اس کا ایمان ہے کہ اس کا خدا جو علیم و بصیر ہے' اس کے ہر عمل کو دیکھ رہا ہے۔ وہ انسان دوست ہوگا کہ اس کا ایمان ہے کہ انسان بلکہ تمام مخلوقات کا خداوند تعالیٰ ہی پالن ہار ہے' سب عیال اللہ ہیں' توحید پرست انسان وحدت انسان اور انسانیت پر بھی ایمان رکھتا ہے۔ خدا پر پختہ ایمان انسان میں آخرت کی امید' اپنی ذات پر اعتماد اور ایثار کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔ مومن اپنی موت سے نہیں ڈرتا' عزیزوں کی موت پر صبر کرتا ہے' ہر آفت و مصیبت کو رضائے الٰہی سمجھ کر خندہ پیشانی سے قبول کرتا ہے' مصیبت یا ضرورت کے وقت دوسروں کا مددگار' اخوت اسلامی اور انسان دوستی کا علمبردار بننے کے ساتھ ساتھ ایک توانا اور مستحکم شخصیت کا مالک اور معاشرہ کا مفید فرد ہوتا ہے۔ کیونکہ جب صوفی کو اس بات کا حق الیقین حاصل ہوجاتا ہے کہ خدا ایک ہے تو یہ تصور وحدانیت اسے وحدت انسانی کا تصور عطا کرتا ہے کہ سارے انسان خدا کے بندے ہیں' سب کا رب ایک ہی ہے جو خدائے وحدہ لاشریک لہ ہے' اس تصور کے نتیجے میں وہ جذبۂ انسان دوستی سے سرشار اور سرمست ہوجاتا ہے اور دوسروں کے دلوں میں اپنے دل کی دھڑکن محسوس کرتا ہے اور دوسرے لوگوں کے ذہنوں کے آئینوں میں اپنے ہی خیالات کا پرتو دیکھتا ہے' اس لیے وہ دوسروں سے ان کی خامیوں اور برائیوں کی بنا پر ان سے نفرت نہیں کرتا بلکہ عفو و درگزر سے کام لیتا ہے۔ سراپا محبت اور شفقت کا پیامبر بن کر دوسروں کے دلوں میں گھر کرلیتا ہے۔ وہ مذہب یا مسلک کے اختلاف کی بنا پر دوسروں سے تعصب نہیں کرتا۔ وہ مسلمان' کافر' مشرک سب کے لئے سینہ کشادہ رکھتا ہے۔ سب کے لئے اپنے دل میں محبت رکھتا ہے

Marfat.com

کہ یہ لوگ اس کے رب کے بندے ہیں' یوں وہ ہمہ مشربیت یا صلح کل کا داعی ہوتا ہے۔

یہ دنیا جہاں مذہبی تنگ نظری اور تعصبات کی بنا پر اکثر قتل و غارت گری' انسان کشی' دہشت گردی اور خون ریزی ہوتی ہے وہاں سچا صوفی محبت اور انسان دوستی کا داعی ہوتا ہے ۔۔۔ عجیب بات ہے کہ سب لوگ ہی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ تمام تر رحمت ہے' ماں سے زیادہ مہربان و مشفق ہے جس کی ذات کی پہچان سے انسانی عقل عاجز ہے لیکن اسی خداوند کریم و رحیم و رحمٰن کے بارے میں عقائد کے حوالے سے انسانوں میں لڑائیاں اور جھگڑے بھی اس دنیا میں ہوتے ہیں جیسا کہ کہتے ہیں:

''ایک ایرانی دانشور جس نے ایک عمر علوم دینیہ اور حکمت الٰہی کے حصول میں صرف کی تھی' دین اور مذہب سے متعلق بہت سی کتابوں کا دقیق مطالعہ بھی کیا تھا' اور اس مسئلہ پر کہ کونسا دین یا مذہب سچا ہے بہت زیادہ تحقیق بھی کی تھی غور و فکر بھی کیا تھا' اس تلاش و جستجو اور اس غور و فکر میں ایسا محو ہوا کہ ہوش و حواس ہی گنوا بیٹھا۔ دیوانگی اور جنون نے اس پر اس قدر غلبہ پا لیا کہ حق کی ذات ہی کا منکر ہو گیا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ خدا کوئی نہیں' خدا نے انسان کو تخلیق نہیں کیا بلکہ نعوذ باللہ انسانوں نے خدا کو تخلیق کیا ہے۔ وہ کہا کرتا تھا مجھے دکھاؤ' مجھے بتاؤ خدا کہاں ہے؟ کیا ہے؟ کون ہے؟ خدا اگر جسم رکھتا تو نظر آتا اور اگر روح ہوتا یا خیر یا عدل یا عقل ہوتا تو بھلا وہ پسند کرتا کہ روئے زمین پر اس کی مخلوق کا ایک بہت بڑا حصہ غربت و افلاس اور مصائب و آلام میں زندگی گزارے' ظالموں کے ظلم اور اہل شر کے شر کو سہے۔ مجھے دیکھو کہ میں نے عمر کا ایک بہت بڑا حصہ خدا کی تلاش میں صرف کیا' مجھے کیا انعام ملا؟ سوائے ذلت و رسوائی کے ۔۔۔ لوگ مجھے زندیق کہتے ہیں' میری جان کے دشمن ہیں۔ مجھے لوگوں نے اپنے وطن ایران سے نکال دیا' ہندوستان کے شہر احمد آباد میں دھکے کھا رہا ہوں۔ اگر خدا ہوتا تو کیا میری مدد نہ کرتا؟ ۔۔۔ یہ پاگل دانشور ایک روز احمد آباد شہر کے ایک قہوہ خانے میں گیا' اس کا نوکر بھی اس کے ساتھ تھا۔ دانشور صاحب قہوہ خانے میں ایک کرسی پر بیٹھ گئے۔ نوکر بھی پاس ہی نیچے زمین پر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد قہوہ آ گیا۔

Marfat.com

دانشور صاحب نے قہوہ کی چسکی لگائی، ساتھ ہی ایک نشہ والے سگریٹ کا کش لگایا، ذرا سرور آیا، دماغ آسمان پر پہنچ گیا۔ اسی پینک میں اس دیوانے دانشور نے اپنے نوکر سے کہا ''ابے او بد بخت و بیوقوف! ذرا مجھے یہ بتا کیا تیرے خیال میں خدا موجود ہے؟'' نوکر نے کہا ''ہاں! کیوں نہیں جناب'' فوراً اپنی جیب سے اس نے ایک لکڑی کی چھوٹی سی گڑیا نکالی اور کہا ''یہ دیکھو خدا ہے جو مجھے روزی دیتا ہے، میری حفاظت کرتا ہے''۔ قہوہ خانے میں موجود دوسرے لوگوں نے دیوانے دانشور کے نوکر کی جب یہ بات سنی تو انہیں سخت غصہ آیا۔ ان میں سے ایک ہندو برہمن بھی تھا، اس نے پہلے تو غیظ و غضب کی نظروں سے نوکر کو گھورا پھر یوں گویا ہوا، ابے او پاگل، مہا اوت تو ایسا کھوٹا پنتھ (غلط عقیدہ) رکھتا ہے کہ پرماتما (خدا) کو جیب میں رکھا جا سکتا ہے۔ ہائے رام تو کیسا پاپی ہے۔ ارے مورکھ یاد رکھ کہ پرماتما تو ہمارے مندروں میں رہتا ہے، ہم اسے وہاں سجا کر رکھتے ہیں، اس کی سچی پوجا کرنے والے ہم ہندو ہیں، ہندو ہی اس کو پہچانتے ہیں اور اس کا گیان (عرفان) رکھتے ہیں۔ سارے سنسار (سارے جہان) میں گوت (قوم) ایک ہے وہ ہندو جاتی ہے، پرماتما ہندو جاتی ہی کا پالن ہار ہے، پرمیشر ہے، وہی برہما ہے، وہی وشنو ہے، وہی شیو ہے، وہی رام ہے، وہی کرشن ہے۔ ہندو جاتی کے علاوہ باقی سب لوگ ملیچھ ہیں، اچھوت ہیں، نرک (دوزخ) میں جائیں گے ____ ہوٹل میں ایک یہودی بھی تھا۔ برہمن کی باتیں سن کر اس سے بولا کہ برہمن جی تم کیا واہیات باتیں کر رہے ہو؟ کہ خدا یا پرماتما صرف تمہارے ہی مندروں میں رہتا ہے ____ یاد رکھو! سارے جہان میں صرف ایک خدا ہے اور وہ ہے خدائے ابراہیمؑ و موسیٰؑ جو یہواہ ہے اور ملت بھی ایک ہے اور وہ ہے ملت بنی اسرائیل۔ خدا کا معبد بھی ساری دنیا میں صرف ایک ہے اور وہ یروشلم یعنی بیت المقدس میں ہے ____ اللہ میاں برہمنوں کا محافظ نہیں بلکہ یہودیوں کا محافظ ہے کہ صرف یہودی اسے پیارے اور عزیز ہیں۔ یہودی قوم اللہ میاں کی محبوب قوم ہے کہ اسے یہواہ نے پسندیدہ قوم (Chosen People) کہا ہے ____ قہوہ خانے میں ایک کیتھولک عیسائی بھی تھا۔ اس نے جب یہودی کی باتیں سنیں تو غضبناک ہو کر یہودی سے کہا کہ تم بالکل جھوٹے ہو۔ تم نے جو

Marfat.com

کہا ہے کہ خدا صرف یہودیوں کو دوست رکھتا ہے' بالکل غلط ہے۔ تم نے تو یہ بات کہہ کر نعوذ باللہ خداوند تعالیٰ کو ظالم اور بے انصاف بنا دیا ہے۔ یاد رکھو! خدا تو سارے انسانوں کا پروردگار ہے' کسی ایک قوم کا نہیں ____ یہودی خود کو خدا کی پسندیدہ قوم کہتے ہیں حالانکہ ہزاروں سال سے اللہ میاں کے وہ معتوب' مقہور و مغضوب ہیں اور عذاب' رسوائی اور ذلت میں زندگی گزار رہے ہیں۔ خدا صرف ایک ہے اور وہ خدائے یسوع مسیح ہے جو ہمارے کلیسا میں ہے نہ برہمنوں کے بت خانے میں اور نہ یہودیوں کے ہیکل میں۔ جسے خدائے یسوع مسیح چاہتا ہے کہ اس کو ہدایت و رہنمائی عطا فرمائے اور دوزخ کے عذاب سے بچائے' اسے کیتھولک بننے کی توفیق عطا فرما دیتا ہے' چونکہ ہمارے مذہب کے سوا کسی اور مذہب میں نہ ہدایت ربانی ہے اور نہ دوزخ سے رہائی ہے۔ جس میں ذرا سی بھی عقل ہے وہ جانتا ہے کہ میں جو کہہ رہا ہوں وہ بالکل سچ' صحیح اور حقیقت ہے ____ جب یہ کیتھولک عیسائی باتیں کر رہا تھا تو اتفاق سے وہاں ایک پروٹسٹنٹ عیسائی بھی تھا جو قہوہ پی رہا تھا اور قہر سے کیتھولک فرقے کے عیسائی کو دیکھ رہا تھا۔ آخر اس سے نہ رہا گیا اور وہ چلایا خاموش ہو جاؤ' میری سنو' تم یہ کیسے کہتے ہو کہ ہدایت آسمانی اور دوزخ کے عذاب سے رہائی فقط کیتھولک مذہب اختیار کر کے ہی مل سکتی ہے ____ تم لوگ تو خود بت پرست ہو' ہدایت و رہنمائی صرف اور صرف انہیں مل سکتی ہے جو پروٹسٹنٹ مذہب کے مطابق انجیل مقدس کے احکامات پر عمل کرتے ہیں ____ ایک ترکی مسلمان جو کسٹم میں ملازم تھا اور سگریٹ خریدنے آیا تھا عیسائی حضرات کی یہ باتیں سن کر سخت برافروختہ ہوا۔ اس نے عیسائیوں سے کہا کہ تم کیسے کہتے ہو کہ نجات اخروی فقط عیسائی مذہب اختیار کرنے میں ہے؟ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کی بشارت کے مطابق حضرت محمد بن عبداللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ظہور فرما چکے ہیں' جن کے دین کے آنے کے بعد تمہارا دین منسوخ ہو چکا ہے بلکہ تمام ادیان منسوخ ہو چکے ہیں۔ دین اسلام سارے عالم میں پھیل گیا ہے۔ خداوند قدوس کی وحدانیت کے تصور کو قرآن حکیم نے اس طرح انسانی شعور میں اجاگر کیا ہے کہ دین اسلام کی حقانیت کو ہر قلب سلیم اور ذہن سالم تسلیم کرتا ہے۔ خانۂ کعبہ خدا کا گھر ہے'

Marfat.com

ملت اسلام اس کے محبوب رسول اکرمؐ کی امت ہے اس لئے خدا کو محبوب ہے۔ خدا کی بخشش کے حق دار صرف مسلمان ہیں۔ خداوند تعالیٰ نے قوم یہود کو مغضوب اور عیسائیوں کو گمراہ فرمایا ہے (غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلاَ الضَّالِّيْنَ (سورہ ا' آیت ۷))' اس لئے بہتر یہی ہے کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جو رحمۃ للعالمین ہیں ان کے دین کو اختیار کر کے بنی نوع انسان کیلئے باعث رحمت بنو اور دین و دنیا کی سعادت و ہدایت حاصل کرو' ہاں البتہ حضرت رسول اکرمؐ کے ماننے والوں میں سے بھی صرف وہی لوگ جنت میں جائیں گے جو حنفی فقہ کی پیروی کرتے ہیں اور باقی تمام فرقے سچے مسلمان نہیں' اس لئے جنت کے حق دار بھی نہیں ــــــ ایک ایرانی عالم بھی جو شیعہ تھا اور قہوہ سے دل بہلا رہا تھا وہ یہ سن کر آگ بگولا ہو گیا۔ ابھی وہ ترکی مسلمان کو ترکی بہ ترکی جواب دینا چاہتا ہی تھا کہ ہوٹل میں موجود عیسائی' یہودی' ہندو' بدھ پرست' اسماعیلی' زرتشتی' سنی اور شیعہ ایک دوسرے کیخلاف بولنے لگے بلکہ آپس میں گتھم گتھا ہو گئے' یوں ایک اچھا خاصا ہنگامہ برپا ہو گیا۔ قہوہ خانے کے ایک کونے میں ایک صوفی صاف دل بیٹھے یہ ہنگامہ دیکھ رہے تھے' شور و غوغا سن رہے تھے اور خاموشی سے چائے پی رہے تھے۔ ترکی کے مسلمان نے ان صوفی صاحب سے کہا کہ آپ فیصلہ کریں کہ ہم میں سے کس کا عقیدہ صحیح ہے؟ دوسرے مذاہب والے بھی ان صوفی صاحب کے پاس آ گئے اور استدعا کرنے لگے کہ آپ درویش ہیں' خدا دوست ہیں' آپ بتائیں کس کا مذہب و مسلک سچا ہے ــــــ صوفی صاحب کچھ دیر سوچ میں غرق رہے پھر یوں گویا ہوئے کہ بھائیو! حق ایک ہے جو وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے' رحمٰن و رحیم ہے' اپنے تمام بندوں پر مہربان ہے' سب کا پالن ہار ہے۔ اب خواہ تم اسے یہواہ کہو' گاڈ (God) کہو' پرماتما کہو' یزدان کہو' رحمٰن کہو' رام کہو یا رحیم کہو وہ وہی ہے جو وہ ہے۔ وہ اپنی ذات میں بے مثل ہے' لفظوں سے وہ بدل نہیں سکتا' لفظوں میں وہ سما نہیں سکتا' الفاظ اس کی ذات کی حقیقت کو بیان نہیں کر سکتے' وہ خالق کل ہے' لفظ تو اس کے پیدا کردہ ہیں' ــــــ یہ حقیقت سورج کی طرح روشن ہے' جو فطرت سلیم رکھتا ہے اس کا دل اس حقیقت کو تسلیم کرتا ہے۔ باقی رہے مذہبی جھگڑے تو ان جھگڑوں کی حقیقت کو ایک واقعہ کے ذریعے بطور تمثیل بیان

Marfat.com

کرتا ہوں، شاید تم حقیقت تک پہنچ پاؤ، وہ یوں ہے کہ میں ایک دفعہ پانی کے جہاز سے ملک چین بغرض سیاحت جا رہا تھا، راستے میں ایک دن جزیرۂ سماٹرا کے ساحل پر ہمارا جہاز لنگرانداز ہوا۔ ظہر کا وقت تھا، میں اور چند دوسرے مسافر جہاز سے اترے، ساحل سمندر پر آئے اور ستانے کیلئے ایک درخت کے سائے میں بیٹھ گئے۔ وہاں کچھ اور لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ ایک نابینا شخص اپنے حبشی نوکر کی رہنمائی میں وہاں آ گیا۔ ایک شخص جو اس جزیرے کا رہنے والا تھا اس نے ہمیں بتایا کہ یہ نابینا شخص اس لئے اندھا ہوگیا تھا کہ اس نے سورج کی طرف ایک مدت تک ٹکٹکی باندھ کے دیکھا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ سورج کے نور کی حقیقت کو سمجھ سکے اور اس نور کا مالک بن جائے۔ اس مقصد کے لیے اس نے طبعی علوم، طلسم وسحر اور تسخیر ارواح کے ذرائع تک استعمال کئے تا کہ کم از کم سورج کی ایک شعاع ہی کا مالک بن جائے اور اسے ایک شیشی میں بند کر لے۔ وہ اس مقصد میں کامیاب نہ ہوسکا۔ آخرکار وہ بینائی ہی سے محروم ہوگیا اور کچھ اس کے دماغ میں بھی خلل آ گیا۔ اب وہ کہنے لگا کہ سورج کی روشنی کا وجود ہی نہیں، کیونکہ سورج کی روشنی نہ تو سیال یعنی نہ تو بہنے والی شے ہے اس لئے کہ ہوا سے وہ حرکت میں نہیں آتی، جامد یعنی ٹھوس بھی نہیں کہ اسے ٹکڑے ٹکڑے نہیں کیا جاسکتا، آگ بھی نہیں کہ پانی سے اسے بجھایا نہیں جاسکتا، روح بھی نہیں اس لئے کہ یہ نور مرئی ہے یعنی نظر آنے والی روشنی ہے، جسم بھی نہیں اس لئے کہ اسے چھوا نہیں جاسکتا، حرکت بھی نہیں کیونکہ سورج کی روشنی کسی چیز کو یہاں تک کہ بہت ہی ہلکی چیز کو بھی متحرک نہیں کرسکتی، ان حقائق کی روشنی میں یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ سورج کی روشنی اصلاً کوئی حقیقت ہی نہیں رکھتی، اس کا کوئی وجود ہی نہیں ــــــ اس نے چونکہ سورج کو ٹکٹکی باندھ کے بہت دیکھا تھا اور اس کے نور کے بارے میں بے حد غور وفکر کیا تھا، سو یہ بیچارا آنکھوں سے ہی نہیں بلکہ عقل سے بھی محروم ہوگیا، یوں وہ آنکھوں کا ہی اندھا نہیں ہوا بلکہ عقل کا بھی اندھا ہوگیا، وہ اس بات کو نہیں مانتا کہ اس کی آنکھیں روشنی سے محروم ہوگئیں بلکہ یہ کہتا ہے کہ سورج کی روشنی ہی نہیں ــــــ اس اندھے کے حبشی نوکر نے اندھے کو درخت کے سائے میں بٹھایا اور خود اس چراغ کی بتی کو ٹھیک

Marfat.com

کرنے لگا جو وہ ساتھ لایا تھا۔ اتنے میں اس اندھے مالک نے اپنے نوکر سے کہا کہ ابے او پاگل اب تو یہ بات ثابت ہوگئی نا کہ دنیا میں بالکل روشنی نہیں ہے! حبشی نوکر نے کہا کیوں روشنی کیوں نہیں، آخر سورج کی روشنی نہیں ہے؟ اس اندھے نے کہا پھر تُو وہی فضول باتیں کرنے لگا۔ ابے احمق مجھے بتا سورج کیا ہے؟ نوکر نے کہا جناب میں نہیں جانتا سورج کیا ہے، میں تو اتنا جانتا ہوں کہ سورج نکلتے ہی میری مشقت شروع ہو جاتی ہے اور سورج ڈوبتا ہے تو میری مشقت و زحمت کا وقت ختم ہوتا ہے اور یہ میرا چوغڑا (چھوٹا سا چراغ) میری جھونپڑی کو روشن کرتا ہے اور سورج کی تمام روشنی سے زیادہ میرے کام آتا ہے۔ اگر یہ چراغ نہ ہوتا تو رات کو آپ کی خدمت کیسے کرسکتا؟ اپنے چوغڑے کی طرف اشارہ کر کے نوکر نے کہا کہ جناب میرے لئے تو یہی سورج ہے ــــــ اسی اثناء میں ایک لنگڑا دیہاتی وہاں آگیا۔ اس نے جونہی حبشی خادم کی باتیں سنیں تو قہقہہ مار کے ہنسنے لگا۔ اس خیال سے کہ یہ اندھا شخص مادر زاد اندھا ہے، اس کی طرف مخاطب ہو کر وہ نو وارد کہنے لگا، اگر تم یہ جاننا چاہتے ہو کہ سورج کیا ہے؟ تو لو میں تمہیں بتاتا ہوں کہ سورج ایک آگ کا گولا ہے جو صبح ہر روز سمندر کے پانی سے نکلتا ہے اور پھر شام کو مغرب میں جزیرۂ سماٹرا کے پہاڑوں کے پیچھے چھپ جاتا ہے۔ اگر تمہاری آنکھیں ہوتیں تو دوسرے سارے لوگوں کی طرح تم یہ بات جان لیتے ــــــ ایک ماہی گیر نے جو اس وقت سمندر کے کنارے مچھلیاں پکڑنے میں مشغول تھا، اس لنگڑے دیہاتی سے کہا ''معلوم یہ ہوتا ہے کہ تم نے کبھی گاؤں سے باہر قدم نہیں رکھا۔ اگر تم لنگڑے نہ ہوتے تو تم نے سارے جزیرۂ سماٹرا کو دیکھا ہوتا، سارے جزیرے میں تم گھومے پھرے ہوتے۔ پھر تم جانتے کہ سورج پہاڑ کے پیچھے نہیں چھپتا بلکہ صبح کو سمندر سے نکلتا ہے اور شام کو سمندر ہی میں ڈوب جاتا ہے تاکہ پانی میں نہا کر ٹھنڈا ہو جائے۔ میں چونکہ ہر روز سمندر کے ساحل پر ہوتا ہوں اس بات کو خود اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہوں ــــــ ایک ہندو جو اس مجمع میں تھا اس ماہی گیر کی باتیں سن کر منہ بنا کر بولا کہ کوئی عقلمند تمہاری اس بات پر کیسے یقین کرسکتا ہے کہ سورج آگ کا ایک گولا ہے جو ہر روز صبح پانی سے نکلتا ہے اور شام کو پانی میں ڈوب جاتا ہے۔

Marfat.com

یہ تو سب جہالت کی باتیں ہیں ____ سورج تو ایک دیوتا ہے جو ہر روز سونے کی رتھ میں سوار ہو کر آسمان کی سیر کرتا ہے اور جب اسے گرہن لگتا ہے تو اصل میں اژدھے اسے نگل جاتے ہیں' پھر دریائے گنگا کے کنارے ہم ہندو جب دعا کرتے ہیں تو سورج دیوتا ان سانپوں کے منہ سے باہر آتا ہے۔ ایک اور ہندوستانی ملاح جو اپنے جہاز کے ساتھ وہاں لنگر انداز تھا اس نے اپنے ہم وطن ہندو سے کہا کہ بھائی یہ تمہاری کم علمی اور کم عقلی ہے کہ تم سمجھتے ہو سورج صرف ہندوؤں کا دیوتا ہے اور دنیا کے دوسرے حصوں کے لوگوں سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ میں نے عربستان و افریقہ سے لیکر جاپان تک سفر کیا ہے' سب جگہ سورج نکلتا ہے اور روشنی اور گرمی بکھیرتا ہے۔ سورج تو جاپان سے طلوع ہوتا ہے اور جزیرۂ انگلستان کے مغرب میں ڈوب جاتا ہے' اسی لئے جاپان کو سورج کی سرزمین کہا جاتا ہے اور جو بات میں نے کہی ہے اس میں بالکل شک وشبہ کی گنجائش ہی نہیں' میرے اجداد نے بھی اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ سورج جاپان سے نکلتا ہے اور انگلستان میں جا کر ڈوبتا ہے کیونکہ انہوں نے بھی سمندروں میں سفر کیا تھا ____ وہاں ایک انگریز ملاح بھی تھا' اس نے کہا کہ انگریزوں سے بہتر کوئی طلوع وغروب آفتاب کے مسئلہ سے آگاہ نہیں۔ نہ سورج کہیں سے نکلتا ہے اور نہ کہیں ڈوبتا ہے بلکہ یہ تو کولھو کے بیل کی طرح ہمیشہ زمین کے گرد گھومتا رہتا ہے اور میری اس بات کا اس سے بہتر کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ میں اس جہاز کے ساتھ ساری دنیا کا چکر لگا چکا ہوں' جہاں میں گیا ہوں وہاں سورج تھا ____ ہمارے جہاز کا کپتان ایک پڑھا لکھا اور سمجھدار آدمی تھا۔ اس نے کہا کہ میں نے آپ سب کی باتیں سنیں لیکن افسوس آپ سب لوگ غلطی پر ہیں۔ سورج کہیں نہیں گھومتا' نہ کسی جزیرہ کے گرد' نہ پہاڑ کے گرد' نہ سمندر کے گرد' نہ زمین کے گرد بلکہ زمین خود سورج کے گرد گھومتی ہے اور اپنے محور پر بھی گھومتی ہے' اسے اس گردش میں تقریباً ۲۴ گھنٹے لگتے ہیں اور زمین کے تمام ممالک جاپان سے لے کر امریکہ' انگلستان' افریقہ' ایشیا اور چین تک غرض دنیا کے سارے حصے سورج کے سامنے سے گزرتے ہیں' سو روشنی حاصل کرتے ہیں ____ سورج کا تعلق کسی پہاڑ یا سمندر یا ملک یا جزیرے سے نہیں بلکہ کرۂ زمین سے بھی نہیں۔ سورج تو ایک بہت بڑے عالم کا

Marfat.com

ایک مرکز ہے۔ سورج کے گرد بہت سے سیارے گھومتے ہیں' جو زمین سے بھی بہت بڑے ہیں جیسے زحل' مریخ وغیرہ ـــــ کپتان کی باتیں سن کر سب سننے والے حیرت میں آ گئے اور ہر ایک کو اپنی جہالت کا احساس ہو گیا ـــــ صوفی صاحب کی گفتگو جب اس مقام پر پہنچی تو انہوں نے پہلے چائے کی پیالی سے دو گھونٹ پیئے اور پھر حاضرین سے کہا کہ خدا اور مذہب کا مسئلہ بھی سورج کے مسئلہ کی طرح ہے۔ ہر مذہب والا یہ سمجھتا ہے کہ خدا صرف اس کا خدا ہے اور فقط اس کے چھوٹے سے عبادت خانے میں وہ خدا ـــــ جس کی ذات لامحدود ہے' جو بے مثل ہے' یگانہ و یکتا ہے' جس کا کوئی شریک نہیں' جو ہر شے کا خالق ہے' پالن ہار ہے ـــــ موجود ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ ساری کائنات خداوند قدوس کی عبادت گاہ ہے' ستارے' سیارے' پہاڑ' دریا' چرند' پرند' درند غرض زمین و آسمان میں ہر چیز' ہر وقت اس کی تسبیح میں مصروف ہے ـــــ انسانوں کے لیے سب سے بڑی عبادت خدمت خلق ہے' سب سے بڑی نیکی انسان دوستی ہے' سب سے بڑی قربانی نفس کی قربانی ہے' دوسروں سے درگزر کرنا' دوسروں سے محبت و شفقت سے پیش آنا' دوسروں کے لئے باعث رحمت بننا تمام عبادات کی روح ہے ـــــ غیر مذہب والوں کو حقارت کی نظر سے نہیں دیکھنا چاہیئے' یہاں تک کہ بت پرستوں' منکرین خدا اور کافروں کو بھی خوار و ذلیل نہیں جاننا چاہیے بلکہ انہیں محبت و شفقت سے حق کی راہ دکھانی چاہیے۔ ہر کسی کو اختیار ہے' حق ہے کہ وہ جو چاہے عقیدہ رکھے لیکن کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ دوسروں کے حقوق کو پامال کرے یا دوسروں کو آزار پہنچائے۔ خدا صرف ہمارا ہی نہیں بلکہ وہ سارے انسانوں کا خدا ہے' ذرے سے آسمان تک ہر چیز خدا کے قبضۂ قدرت میں ہے' اس کے تصرف میں ہے۔ ہم اس اندھے حکیم کی روش اختیار نہ کریں کہ جو یہ چاہتا تھا کہ سورج کی ساری روشنی اپنے تصرف میں لے آئے اور آخر کار اس کوشش میں کلی طور پر اندھا ہو گیا تھا اور راہ چلنے کے لئے ایک چراغ اور ایک حبشی خادم کا محتاج بنا دیا گیا تھا'' ؎۶

صوفی صاف دل نے اس سوز دلی کے ساتھ اور دلنشین انداز میں بات کی کہ ان کی بات سارے حاضرین کے دل میں اتر گئی۔ اپنے اپنے عقیدے کو سچ ثابت

Marfat.com

کرنے کیلئے جو لوگ جھگڑ رہے تھے سب نے کھلے دل سے اپنی غلطی اور جہالت کا اعتراف کیا' سب نے عہد کیا کہ عقیدے اور مذہب کے معاملے میں تنگ نظری' ہٹ دھرمی اور خود بینی کو چھوڑ کر امن و سلامتی اور انسانیت کے اعلیٰ اصولوں کو اپناتے ہوئے حق شناسی' انسان دوستی اور رواداری کا رویہ اختیار کریں گے' عرفان حق حاصل کرنے کے لئے فکر و وجدان کو کام میں لائیں گے' اور عقیدے یا مذہبی اختلاف کی بنا پر کبھی دوسروں سے جھگڑا یا لڑائی نہیں کریں گے ___ یہ تمثیلی قصہ اس حقیقت کو روشن کرتا ہے کہ اگر مذہب کے معاملے میں رواداری اور غور و فکر کی بجائے خود بینی' تکبر اور تعصب سے کام لیا جائے تو مذہب یا دین جو انسان دوستی اور امن و سلامتی کے لیے آیا تھا انسان کشی اور خونریزی کا نشان بن جاتا ہے۔

اسلام رسومات پر مبنی مذہب نہیں حقائقِ حیات پر مبنی دین ہے' اسی لئے دین کامل کہلاتا ہے' اسی حوالے سے قرآن کہتا ہے ___ کمال نیکی' اس میں نہیں کہ تم اپنا منہ (نماز یا عبادت میں) مشرق کی طرف کرو یا مغرب کی طرف (یعنی چند رسومات ادا کرو) بلکہ حقیقی کمال نیکی یہ ہے کہ انسان اللہ پر' قیامت کے دن پر' فرشتوں پر' قرآن پر اور نبیوں پر ایمان و یقین رکھتا ہو اور اللہ کی محبت میں اپنا مال رشتہ داروں' یتیموں' محتاجوں اور نادار مسافروں' حاجتمندوں اور انسانوں کو دوسروں کی غلامی سے آزادی دلانے کیلئے خرچ کرے (اس کے ساتھ ہی) نماز کی پابندی رکھتا ہو' زکوٰۃ ادا کرتا ہو' وہ لوگ جو وعدہ کرنے کے بعد اپنے وعدوں اور اپنے عہد کو پورا کرتے ہیں' تنگ دستی' بیماری اور جہاد میں استقامت اور استقلال و صبر کا مظاہرہ کرتے ہیں' ایسے لوگ در حقیقت صادقِ کامل بھی ہیں' اور سچے متقی اور نیکوکار بھی (سورہ ۲' آیت ۱۷۷)۔

اس آیت بالا کی روشنی میں اسلام ایمان باللہ کے ساتھ ساتھ آخرت پر یقین کے عقیدے کو ضروری سمجھتا ہے کہ یہ عقیدہ انسان میں فرائض کا احساس اور جواب دہی کا شعور پیدا کرتا ہے' ملائکہ پر ایمان اسلئے ضروری ہے کہ یہ عقیدہ یعنی ملائکہ پر ایمان در حقیقت اصول کائنات' طبعی اور سائنسی نظریات کے علم کے حصول کی اہمیت کا ادراک بھی ہے ___ کیونکہ کچھ اہل نظر ملائکہ سے کائنات کے طبعی اور سائنسی اصول مراد لیتے

Marfat.com

ہیں ـــــ آسمانی کتب اور نبیوں پر ایمان و یقین اس بات کا شعور جگاتا ہے کہ آسمانی کتابوں اور نبیوں نے خدا کی وحدانیت اور وحدت انسانی یا انسانیت کا درس دیا ہے' آسمانی کتابوں میں یہ درس علمی طور پر ہے اور نبیوں نے یہ درس عملی طور پر دیا ہے سو تمام مذاہب کے ساتھ رواداری برتنا شعار اسلامی ہے ـــــ خدا کی راہ میں مال خرچ کرنے کا حکم معاشرتی ذمہ داری کا احساس دلاتا ہے۔ صلوٰۃ کا قائم کرنا عبادت الٰہی کے ساتھ ساتھ مساواتِ انسانی کا درس بھی دیتا ہے کہ جب مومنین ایک ہی صف میں کھڑے ہو کر ایک ہی معبود کے سامنے سربسجود ہوتے ہیں تو وہ اپنی ظاہری ہیئت سے دنیائے انسانیت کو اخوت و مساوات کا پیغام دیتے ہیں۔ زکوٰۃ عبادت مالی ہے جس طرح صلوٰۃ عبادت بدنی ہے اور اس حقیقت کا اعتراف بھی ہے کہ مومن صادق کی جان اور اس کا مال سب کچھ اللہ کیلئے ہے۔ روزہ انسان میں دوسروں کی بھوک یا ضرورتوں کا احساس جگاتا ہے' حج وحدت ملی اور وحدت انسانی کی حقیقت کی آئینہ داری کرتا ہے ـــــ مومن کی شخصیت کا ایک پہلو یہ تھا جو ایمان' عقیدہ اور عبادت سے عبارت ہے اور جس میں اجتماعی اور معاشرتی فلاح کا رنگ بھی موجود ہے۔

اسلام مذہبی تعصب اور تنگ نظری کو قبول نہیں کرتا بلکہ مذہبی معاملات میں رواداری' کشادہ نظری اور کشادہ دلی کا داعی ہے یہ آیات: لااکراہ فی الدین (سورہ۲' آیت ۲۵۶) (یعنی دین میں جبر نہیں)' لکم دینکم ولی دین (سورہ۱۰۹' آیت ۶) (تمہارا دین تمہارے لئے ہے اور میرا دین میرے لئے ہے) اس پر شاہد ہیں۔ اسلام انسان دوستی کی دعوت دیتا ہے' اسلام کی نظر میں سارے انسان بھائی بھائی ہیں کہ سب آدم کی اولاد ہیں' سب اس خدا کے بندے ہیں جو رحمٰن و رحیم ہے ـــــ خدا کی صفت رحمانیت میں مسلمان' کافر' مشرک اور ملحد سب شریک ہیں یوں خدا کی صفت رحمانیت تمام اہل ایمان کو انسان دوستی کا سبق دیتی ہے' اسلام نے قومی تفاخر' لسانی تعصب اور نسلی تفریق کو مٹا کر حق پرستوں اور باطل پرستوں یعنی اہلِ حق اور اہلِ باطل یعنی اہل خیر اور اہل ظلم کی تفریق قائم رکھی ہے اور یہی تو اصل انسانیت ہے۔ یہی اسلام کا مفہوم ہے' مقصود ہے' اس لئے اسلام ان سب انسانوں کے دلوں کو مطلوب

Marfat.com

ہے جو صاحب قلبِ سلیم ہیں کہ اسلام درحقیقت بنی نوع انسان کے دل کی آواز ہے' اس کے ضمیر کی پکار ہے' اسلام بظاہر تو ایک دین ہے لیکن معنوی طور پر تمام تر حکمت و صداقت اور اخلاق حسنہ ہے۔ مخلوق خدا سے شفقت سے پیش آنا' کسی اونچ نیچ کے بغیر تمام اسانوں سے برابری کا سلوک کرنا درحقیقت روح اسلام ہے' رحمت للعالمین حضرت رسول پاک ﷺ کی حیاتِ طیبہ اسی روح اسلام کی کامل ترین مظہر اور نمونہ تھی۔ اسلام سے پہلے عرب معاشرے میں جہاں آزاد و غلام اور عرب و غیر عرب کی تفریق بہت شدید تھی' رسول اکرمؐ نے حضرت بلالؓ کو جو حبشی بھی تھے اور غلام بھی اسلامی معاشرے میں وہ مقام و مرتبہ عطا کیا تھا جو بہت سے جلیل القدر صحابہ کرام کو بھی حاصل نہیں تھا۔ حضرت سلمان فارسیؓ غیر عرب ہونے کے باوجود حضرت رسالت مآبؐ کی بارگاہ میں بہت سے عظیم المرتبت صحابہ کرام سے برتر مقام و مرتبہ کے حامل تھے۔ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نماز صبح کے لئے مسجد رسولؐ میں جا رہے تھے کہ راہ میں آگے آگے ایک یہودی بوڑھا جا رہا تھا' آپؓ کے حسنِ اخلاق نے یہ پسند نہیں فرمایا کہ اس بوڑھے سے آگے نکل جائیں' آپ آہستہ آہستہ مسجدِ نبویؐ اس کے پیچھے پیچھے چلتے رہے۔ مناھج الطالبین کے مصنف کہتے ہیں کہ خوش خلقی درویشوں کے آداب میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ وھدوا الی الطیب من القول وھدوا الی صراط الحمید (سورہ ۲۲' آیت ۲۴) یعنی ان کو اچھی باتوں کی ہدایت ہوگئی تھی اور ان کو اس خدا کے راستے کی ہدایت بھی ہو گئی تھی جو لائق حمد ہے ___ اور حدیثِ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہے ان احسن الحسن الخلق یعنی سب سے بہترین خوبی خوش خلقی ہے ___ حضرت رسولِ پاکؐ کی ایک اور حدیث ہے جو حضرت معاذؓ نے بیان فرمائی ہے کہ اسلام مکارم اخلاق اور محاسن آداب کا نام ہے۔ حضرت ابودرداؓ سے روایت ہے رسولِ پاکؐ کا ارشاد ہے کہ میزانِ عمل میں رکھی جانے والی چیزوں میں حسنِ عمل سے زیادہ کوئی چیز گراں بار نہیں ہوگی' اعلیٰ اخلاق سے انسان وہ اعلیٰ مراتب حاصل کرتا ہے جو بہت زیادہ نماز و روزہ سے بھی حاصل نہیں ہوتے ___ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا' اے فرزند

اگر تم سے یہ ہو سکے کہ تمہارے صبح شام اس طرح گزریں کہ تمہارے دل میں کسی کے خلاف میل اور کدورت نہ ہو تو ایسی زندگی بسر کرو' پھر ارشاد فرمایا' اے بیٹے یہ میری سنت ہے اور جس نے میری سنت کو زندہ کیا گویا اس نے مجھے زندہ کیا اور جس نے مجھے اس طرح زندہ کیا وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

تصوف میں انسان دوستی کے مطالب وحدت خداوندی یا توحید کے تصور کے ساتھ وابستہ ہیں سو انسان دوستی کے مضامین تصوف کے بنیادی موضوعات میں شامل ہیں' صوفیائے صاف دل نے انسان دوستی کو بہت اہمیت دی ہے' ان کی تعلیمات میں توحید کی تلقین کے ساتھ انسان دوستی کا درس سرفہرست ہے اور حقیقت یہ ہے کہ انسان دوستی توحید کے تصور کا تلازم ہے (لازمی نتیجہ ہے)' سچا توحید پرست انسان وحدت انسانی پر بھی ایمان رکھتا ہے' کیونکہ اس کی نظر میں سارے انسان درحقیقت ایک جسم واحد کی طرح ہیں ے۔____ جس طرح جسم کے ایک عضو کو اگر درد ہو تو دوسرے اعضا بھی درد محسوس کرتے ہیں' اسی طرح اگر ایک انسان دکھ میں ہو تو دوسرے انسانوں کو بھی اس کا دکھ محسوس کرنا چاہیے' یہی انسانیت ہے' اسی تصور کے نتیجے میں صوفی دوسروں کے دکھ درد کو اپنا دکھ درد گردانتا ہے' دوسروں کی خوشی کو اپنی خوشی اس حد تک خیال کرتا ہے کہ نہ صرف اس دنیا میں دوسروں کی راحت کے لیے ایثار وقربانی سے کام لیتا ہے اور ہر نوع کی زحمت برداشت کرنے کو آمادہ رہتا ہے بلکہ آخرت کے بارے میں بھی دوسروں کے لیے ایثار کرنے اور انہیں راحت پہنچانے کا خواہاں رہتا ہے۔ بایزیدؒ دعا کیا کرتے تھے ''اے اللہ میرا وجود اتنا بڑا بنا دے کہ دوزخ میں صرف میرا وجود ہی سما سکے' اس میں کسی اور کے سمانے کی گنجائش ہی نہ رہے'' ۸____ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ ایک بار میرے پیر ومرشد شیخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ ساری رات دوزخ کے خوف سے نہیں سوئے اور صبح کے وقت میں نے سُنا کہ وہ دعا میں فرمارہے ہیں کہ ''اے اللہ کیا اچھا ہوتا کہ دوزخ میرے وجود سے بھر دی جاتی تاکہ دوسروں کی رہائی ہو جاتی'' ۹____ حضرت شبلیؒ کا قول ہے کہ صوفی اس وقت تک صوفی نہیں ہوتا جب تک وہ تمام خلق خدا کو اپنے عیال کی طرح نہ سمجھے یعنی ان پر شفقت نہ کرے____

Marfat.com

صلاح بن مبارک کہتے ہیں کہ جس کا ظاہر بے رنگ ہو اور باطن بے جنگ ہو وہ صوفی ہے ____ حضرت جنیدؒ کا قول ہے کہ صوفی زمین کی طرح ہے کہ اس میں ہر بُری چیز ڈال دیتے ہیں لیکن اس میں سے جو چیز نکلتی ہے وہ اچھی ہوتی ہے ____ کسی شیخ کا قول ہے کہ صوفی سورج کی طرح مشفق' زمین کی طرح متواضع اور دریا کی طرح فیاض ہوتا ہے۔ وہ سورج' زمین اور دریا کی طرح انسانوں کو فیض رسانی کرتا ہے بغیر کسی معاوضے کے۱۰ ____ شیخ ابو محمد جُریریؒ سے کسی نے سوال کیا کہ تصوف کیا ہے؟ آپ نے فرمایا تصوف ہر اعلیٰ خلق کو اپنانے اور اخلاقِ رذیلہ کو ترک کردینے کا نام ہے۔ حضرت ابنِ عطاؒ نے اپنے مریدوں سے پوچھا کہ بندوں کے مراتب کس چیز سے بلند ہوتے ہیں؟ کسی نے جواب دیا صائم الدھر رہنے سے' کسی نے کہا کہ نماز میں مشغول رہنے سے' کسی نے جواب دیا مسلسل مجاہدہ کرنے سے' کسی نے کہا خیرات و صدقات دینے سے' آپ نے فرمایا صرف اسی کو بلند مراتب حاصل ہوتے ہیں جس کے اخلاق عمدہ ہوں۔ مشائخ کا قول ہے۔ التصوف کله خلق (یعنی تصوف تمام تر اخلاق ہے) اور حقیقت میں حقیقی تصوف یہی ہے کہ انسان میں تمام اخلاقِ پسندیدہ موجود ہوں اور اخلاق مذموم معدوم ہو جائیں۔ صوفیہ کا قول ہے کہ عوام عبادات اور ریاضات بہت زیادہ کرتے ہیں اور خواص اپنے اخلاق کی اصلاح کرتے ہیں کیونکہ بے خوابی اور بھوک کی سختی برداشت کرنا برے اخلاق میں نفس کی مخالفت کرنے سے آسان ہوتا ہے۔

ایک صوفی عزیز الدین نسفیؒ فرماتے ہیں کہ چھوٹا ہو یا بڑا سب کو عزیز رکھو تاکہ چھوٹے اور بڑے تمہیں بھی عزیز رکھیں۔ دوست اور دشمن کے ساتھ تواضع سے پیش آؤ تاکہ دوست تو زیادہ دوست بنے اور دشمن زیادہ دشمن نہ ہو بلکہ دوست بن جائے ____ دوسروں کی باتوں کو برداشت کرنا دوسروں کے ساتھ انکسار سے پیش آنا' سب کی عزت کرنا اور سب پر شفقت رکھنا' انبیا اور اولیا کا اخلاق ہے' جسے وہ یوں فرماتے ہیں کہ "تحمل از ھمہ' تواضع باھمہ' عزت داشت ھمہ وشفقت برھمہ اخلاق انبیا واولیاست"۔۱۱

Marfat.com

صوفیائے صاف دل کہتے ہیں کہ بندۂ حق اللہ تعالیٰ کی پیروی میں مومن ہو یا کافر سب کے ساتھ شفقت سے پیش آتا ہے:

بندۂ عشق از خدا گیرد طریق
می شود بر کافر و مومن شفیق

اہل حق کی نظر میں تصوف یا طریقت عبادت و ریاضت نہیں بلکہ خدمت خلق ہے:

طریقت بجز خدمت خلق نیست
به تسبیح و سجاده وذلق نیست

بلکہ وہ تو یہاں تک کہتے ہیں کہ جو برائی چاہو کرلو لیکن مردم آزاری نہ کرد:

می بخور، مصحف بسوز، آتش اندر کعبه زن
ساکن بتخانه باش و مردم آزاری مکن

☆☆☆

مباش در پی آزار و هرچه خواهی کن
که در طریقت ماغیر ازین گناهی نیست

یعنی جو برائی چاہے کرو لیکن دوسروں کو آزار نہ پہنچاؤ کہ ہمارے مذہب میں اس سے بڑا کوئی گناہ نہیں۔

حضرت ابوسعید ابوالخیرؒ سے کسی نے کہا کہ فلاں شخص ہوا میں اڑتا ہے۔ فرمایا کہ مکھی اور چیلیں بھی ہوا میں اڑتی ہیں، کسی نے کہا کہ فلاں شخص ایک لمحہ میں ایک شہر سے دوسرے شہر میں پہنچ جاتا ہے، شیخؒ نے کہا کہ شیطان بھی ایک لمحہ میں مشرق سے مغرب میں پہنچ جاتا ہے، ایسی باتوں کی کوئی قیمت نہیں، مرد وہ ہے یعنی سچا صوفی وہ ہے جو خلق خدا کے درمیان زندگی گذارے، انکے ساتھ لین دین کرے، معاملات کرے، میل جول رکھے لیکن ایک لمحہ کے لئے خدا سے غافل نہ رہے۔

شیخ شہاب الدین سہروردیؒ فرماتے ہیں صوفیہ کا ایک اہم خلق تحمل اور مدارات ہے جس کی بدولت وہ دوسروں کی دی ہوئی اذیت کو برداشت کرتے ہیں،

Marfat.com

رسولِ پاکؐ کے تحمل کا یہ عالم تھا کہ نہ آپ ﷺ نے کبھی کسی خادم کو برا کہا اور نہ کبھی کسی خادم کو جھڑکا۔ حضرت انسؓ سے یہ روایت ہے کہ میں نے ایک طویل مدت تک رسولِ پاک ﷺ کی خدمت کی، اس عرصے میں آپؐ نے کبھی مجھے اُف تک نہیں کہا ____ تحمل سے یعنی دوسروں کی اذیت برداشت کرنے سے نفس کا جوہر کھلتا ہے، کہتے ہیں کہ ہر شے کا ایک جوہر ہے اور انسان کا جوہر عقل ہے اور عقل کا جوہر صبر و تحمل ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ مومن وہ ہے جو لوگوں کے ساتھ رہن سہن رکھتا ہو اور ان کی اذیت پر صبر کرتا ہو۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے تم بہترین طریقے پر مدافعت کرو تاکہ وہ شخص جس کے ساتھ تمہاری عداوت ہے وہ تمہارا گہرا دوست بن جائے اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ (سورہ ۴۱، آیت ۳۴) قرآن ایسے مواقع کے لئے کہتا ہے کہ واذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلاما (سورہ ۲۵، آیت ۶۳) یا ایک اور جگہ یوں فرمایا سلامٌ عليكم لا نبتغي الجاهلين (سورہ ۲۸، آیت ۵۵) یعنی جب کوئی جاہل مخاطب ہو تو کہو ہم تم کو سلام کرتے ہیں ہم بے سمجھ لوگوں سے الجھنا نہیں چاہتے ____ یا ایک آیت میں فرمانِ حق ہے و ان تصبروا وتتقوا فانّ ذٰلک من عزم الامور (سورہ ۳، آیت ۱۸۶) یعنی اگر کوئی دل آزاری کرے تو تم صبر کو اور پرہیز گاری اختیار کرو یہ عظیم کام ہے ____ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسولِ پاکؐ نے فرمایا کہ میں نے معراج کی رات جنت میں بہت اونچے اور شاندار محل دیکھے، میں نے جبرائیل امینؑ سے پوچھا کہ یہ کن لوگوں کے لئے ہیں؟ جبرائیلؑ نے کہا یہ ان لوگوں کے لئے ہیں جو غصے کو پی جاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں ____ ایک عورت نے مالک بن دینارؒ کو اے ریاکار کہہ کر پکارا۔ مالک بن دینارؒ نے فرمایا کہ بہت خوب دنیا والے میرا نام بھول گئے تھے، تو نے دوبارہ بتا دیا ____ ایک شخص نے حضرت شعبیؒ کو گالی دی، آپ نے فرمایا کہ اگر تم سچے ہو تو اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے اور اگر تم جھوٹے ہو تو خدا تعالیٰ تمہیں معاف فرمائے ____ کچھ لوگوں نے خواجہ حسن بصریؒ سے کہا کہ فلاں شخص آپ کی غیبت کر رہا ہے تو آپ نے بطور تحفہ تازہ کھجوریں بھیجتے ہوئے پیغام دیا کہ سنا ہے کہ

Marfat.com

تم نے اپنی نیکیاں میرے اعمال نامے میں درج کرا دی ہیں، میں اس احسان کا کوئی معاوضہ ادا نہیں کرسکتا۔

صوفیہ کے پاکیزہ اخلاق میں سے ایک خلق یہ بھی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائیوں کی حاجت روائی کے لئے مال ہی خرچ نہیں کرتے بلکہ اپنا اثر و رسوخ بھی کام میں لاتے ہیں۔ حضرت زید بن اسلمؒ سے منقول ہے کہ ایک اللہ کے نبی بادشاہ کی رکاب کے ساتھ ساتھ رہتے تھے تاکہ وہ خلقِ خدا کی حاجتیں پوری کرائیں۔____

صوفیائے کرام کہتے ہیں کہ صاحبانِ جاہ سے میل جول رکھنا اور دوسروں کے کام کے لئے اپنا اثر و رسوخ استعمال کرنا ان لوگوں کا کام ہے جنہوں نے اپنی ذات کو فنا کر دیا اور پھر فنا کے بعد بقا کو پالیا، ان کے سارے کام اللہ کے لئے ہوتے ہیں۔ ابونجیب سہروردیؒ فرماتے ہیں کہ ابن عطاؒ کا قول ہے کہ اگر کوئی شخص کسی مرتبہ یا عہدہ پر متمکن ہوتے ہوئے مومنانہ کام کرے یعنی دوسروں کے کام سنوارے، اس کا یہ عمل اس پر خلوص عبادت سے بہتر ہے جو وہ اپنی بخشش کے لئے کرے۔ شیخ سہل بن عبداللہ تستریؒ کا قول ہے کہ انسان اس وقت تک ریاست کا مستحق نہیں ہوتا جب تک اس کے اندر یہ تین خصلتیں پیدا نہ ہو جائیں: وہ خود لوگوں کی جہالت سے قطع نظر کرے اور ان کو اپنی جہالت سے محفوظ رکھے، لوگوں کے پاس جو مال و متاع ہے ان کے پاس رہنے دے اور جو مال اس کے پاس ہے وہ دوسروں پر خرچ کرے اور دوسروں کے مال سے توقع نہ رکھے____ اس سلسلہ میں موید الدین جندیؒ نے اپنی کتاب نفحۃ الروح وتحفۃ الفتوح میں اور نجم الدین رازیؒ نے مرصاد العباد میں تفصیلی بحث کی ہے جو مختصراً یوں ہے کہ دولت اگر حلال طریقے سے کمائی جائے اور راہ خدا میں صرف کی جائے تو تمام تر خیر و برکت ہے اور اگر حکومت عدل و انصاف سے کی جائے اور ظلم وستم مٹایا جائے تو تمام تر عبادت ہے۔ ایسے حاکم کے لئے صرف فرض عبادات کا ادا کرنا ضروری ہے کہ اس کا ہر وہ عمل جو عدل و انصاف اور سنت رسولؐ کے مطابق ہے وہ خود عام عبادات سے افضل و اعلیٰ ہے۔ صوفیہ کی نظر میں ایسی ریاست زہد اور صدق و سلوک کے خلاف نہیں بلکہ یہ ریاست ایسی ہے جس کو حق تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی بھلائی کے لئے قائم کیا____

Marfat.com

دولت یا حکومت کا ہونا تصوف اسلامی کی روایات کے منافی نہیں' تصوف میں دنیا بری نہیں دنیاداری بری ہے' دولت بری نہیں دولت کی محبت بری ہے' دولت کی محبت میں خدا سے غفلت بری ہے۔ اسلئے صوفیہ نے صاحب دولت اور صاحب حکومت کے لئے بھی تصوف کا لائحہ عمل مقرر کیا ہے' صوفیہ کہتے ہیں کہ صاحب دولت وحکومت کے لئے لازم ہے کہ وہ سنت حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پابندی کے ساتھ دولت کمائے اور حکومت چلائے اور اگر حکمرانوں سے ملے تو ان کو عدل و انصاف کرنے اور ظلم سے باز رہنے کی تلقین کرے۔

حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کا قول ہے کہ اگر ترکستان سے شام تک کسی کے پاؤں میں کانٹا چبھتا ہے' تو وہ ہمارے پاؤں ہی میں چبھتا ہے اور اگر کسی کے پاؤں میں چوٹ لگتی ہے یا دل کو دکھ پہنچتا ہے تو وہ غم اور صدمہ ہمیں بھی ہوتا ہے ___ ابو سعید ابوالخیرؒ کا قول ہے کہ "ہرچہ خلق را نشاید خدارا نشاید" یعنی خلق خدا کی جس میں بھلائی نہیں وہ کام خدا کو بھی پسند نہیں ___ حضرت نظام الدین اولیاؒ فرمایا کرتے تھے کہ قیامت کے دن سب سے بڑا انعام اس کو ملے گا جس نے مسلمانوں اور عام انسانوں کی خوشی کے لئے کام کیا۔ حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کا قول ہے کہ جب سے میں نے مخلوقِ خدا کے ساتھ صلح کی ہے پھر کبھی مخلوق خدا سے جنگ نہیں کی اور جب سے نفس کے ساتھ جنگ کی ہے پھر اس سے کبھی صلح نہیں کی۔ حضرت ابوبکر وراقؒ کا قول ہے کہ خدا تعالیٰ بندے سے آٹھ چیزیں چاہتا ہے' انسان کے دل سے دو چیزوں کا طالب ہے: فرمانِ حق کی تعظیم اور خلقِ خدا پر شفقت اور زبان سے دو چیزیں چاہتا ہے: توحید کا اقرار اور مخلوق کے ساتھ نرمی اور جسم سے دو چیزیں چاہتا ہے: خدا کی اطاعت کرنا اور مسلمانوں کی مدد کرنا اور اخلاق سے دو چیزیں چاہتا ہے: خدا کے حکم پر صبر کرنا اور مخلوقِ خدا کے ساتھ حلم و بردباری سے پیش آنا ___ حضرت بایزید بسطامیؒ کا قول ہے کہ جب میں عرش خداوندی کے نزدیک پہنچا اور دریافت کیا کہ اللہ کہاں ہے؟ جواب ملا کہ اللہ میاں کو اہلِ زمین کے شکستہ قلوب میں تلاش کرو ___ حضرت سری سقطیؒ کا قول ہے کہ حسنِ خلق یہ ہے کہ مخلوقِ خدا کو آزار نہ پہنچاؤ اور لوگوں کی دی ہوئی

تکالیف کو برداشت کرو۔ ایک روز حضرت ابرہیم بن ادہمؒ نے حضرت جبرائیلؑ کو خواب میں دیکھا کہ آسمان سے زمین پر اترے ہیں اور ان کے ہاتھ میں ایک کتاب ہے۔ حضرت ابراہیم بن ادہمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے سوال کیا کہ آپ کتاب میں کیا لکھ رہے ہیں؟ فرمایا میں اللہ کے دوستوں کے نام لکھ رہا ہوں۔ میں نے کہا میرا نام بھی لکھ دو۔ حضرت جبرائیلؑ نے کہا تم ان میں سے نہیں ہو۔ میں نے کہا کہ میں اللہ کے دوستوں کا دوست ہوں۔ حضرت جبرائیلؑ نے کچھ دیر سوچا اور پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان آیا ہے کہ سب سے پہلے ابراہیم ادہمؒ کا نام لکھو____ حضرت بایزیدؒ ہمدان سے بسطام گئے۔ جب کپڑوں کی گٹھڑی کھولی تو دیکھا کہ اس میں ایک چیونٹی موجود ہے۔ اس خیال سے کہ یہ چیونٹی اپنے قبیلے سے بچھڑ گئی ہے واپس ہمدان گئے اور اسے وہاں چھوڑ کر آئے۔

حضرت بایزید کے پڑوس میں ایک آتش پرست رہتا تھا۔ افلاس کی وجہ سے وہ ایک رات چراغِ روشن نہیں کر سکا، تاریکی کی وجہ سے اس کا بچہ رو رہا تھا بایزید خود چراغ جلا کر اس کے ہاں رکھ آئے اور بچہ خاموش ہو گیا۔ بچے کے والدین نے کہا کہ جب بایزیدؒ کی روشنی آ گئی تو ہم پر افسوس ہے اگر ہم اپنی تاریکی میں زندگی گذاریں' فوراً مسلمان ہو گئے' حضرت بایزیدؒ کے زمانے میں لوگوں نے ایک آتش پرست سے' جوان کا بہت معتقد تھا اور انکی عظمت کا معترف تھا' مسلمان ہونے کو کہا' اس نے کہا' "اگر اسلام اس مذہب کا نام ہے جو حضرت بایزیدؒ کا ہے تو اس کے قبول کرنے کی مجھ میں طاقت نہیں اور جس طرح کے تم لوگ مسلمان ہو یہ اسلام مجھے پسند نہیں"۔

عزیز الدین نسفیؒ کتاب الانسان الکامل میں درویشوں کو نصیحت کرتے ہیں کہ ریاضت و عبادت نام و نمود کے لئے نہیں کرنی چاہیے۔ درویش کو چاہیے کہ بقدر ضرورت عبادت کرے اور خدا شناسی کے بعد طہارت نفس حاصل کرے اور دوسروں کے لئے آزارِ جان نہ بنے بلکہ راحت رسان بنے کہ انسان کی نجات اسی میں ہے' انسانوں کو راحت پہنچانا سب سے بڑی عبادت ہے اور حقیقت میں تصوف تمام تر انسانیت' انسان دوستی اور حسن خلق ہے۔ جب انسان اخلاق میں کمال حاصل کر لیتا ہے

Marfat.com

تو وہ خلیفہ خدا بن جاتا ہے' اس کا کہنا خدا کا کہنا اور اس کا کرنا خدا کا کرنا بن جاتا ہے۔۱۳

صوفیانہ ادب میں حسن خلق اور انسان دوستی کے مطالب کے پہلو بہ پہلو معاشرے کے نچلے طبقے یا عوام کے مسائل کا شعور اور ان کے دکھوں کا احساس بھی موجود ہے۔ صوفیہ نے عوام کے مسائل سے خاص طور پر اعتنا کیا ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ اکابرِ صوفیہ کی اکثریت اسی طبقہ سے تھی' بایزید بسطامیؒ سقا تھے' سری سقطیؒ سقط فروش یعنی پرچون فروش' ابوحفص حدادنیشاپوریؒ لوہار' حمدون قصارؒ دھوبی' جنیدؒ شیشہ گر' خیرنساجؒ جولاہا' ابوالعباس آملیؒ قصاب (قصائی)' ابوحمزہ بغدادیؒ بزاز (پارچہ فروش) ابونصر سراج طوسی مؤلف کتاب اللمع زین ساز اور مشہور صوفی ابوعلی دقاق آرد (آٹا) فروش تھے۔ صوفیہ کی مختلف پیشوں سے وابستگی اس حقیقت کو پیش کرتی ہے کہ

(۱) بیشتر صوفیہ اپنی روزی خود کماتے تھے' وہ معاشی طور پر دوسروں پر بوجھ نہیں بنتے تھے۔ ان کی نظر میں دولت یا دنیا مطلقاً بُری نہیں تھی۔ اسی حوالے سے نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ ترک دنیا یہ نہیں کہ انسان ننگا پھرے اور لنگوٹ باندھ لے' ترک دنیا یہ ہے کہ کھائے' پہنے' دوسروں کو کھلائے اور پہنائے اور زخمی دلوں پر شفقت اور مستحقین کی مدد کرے اور اپنے دل کو دنیا کی محبت سے خالی رکھے۱۴____ ایک روز حضرت شیخ علاؤالدولہ سمنانی درویشوں کے ساتھ روئی سے بنولے نکال رہے تھے' آپ نے فرمایا رسول اکرم ﷺ کبھی بیکار نہیں بیٹھے اور نہ بیکار لوگوں کو پسند کرتے تھے۱۵____ البتہ صوفیہ دولت و دنیا سے محبت یا دنیا داری کو پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھتے تھے اور بعض اوقات دولت اور دنیا کی محبت کے خلاف بات کرتے ہوئے صوفیہ نے مطلق طور پر بھی دولت و دنیا کی بُرائی کی ہے لیکن تصوف بنیادی طور پر دولت اور دنیا کے خلاف نہیں بشرطیکہ دولت اللہ کے لیے' اللہ کے حکم کے مطابق حاصل کی گئی ہو۔ فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے نعم مال صالح للرجل صالح یعنی نیک آدمی کے لیے نیک مال اللہ کی نعمت ہے۱۶____ ابوسعید ابوالخیرؒ نے امام قشیری سے کہا تھا کہ سنا ہے کہ آپ کے پاس اوقاف کا بہت مال ہے۔ امام نے فرمایا یہ مال ہاتھ پر رکھا ہوا

Marfat.com

ہے دل پر نہیں ۱۷ ــــــ حضرت بہاء الدین زکریاؒ سے ایک صوفی نے پوچھا تھا کہ دولت کے ساتھ سانپ کا ذکر کیوں آتا ہے کیونکہ کہتے ہیں کہ جہاں زمین میں خزانہ دفن کیا جاتا ہے' اس پر سانپ بیٹھ جاتا ہے' فرمایا دولت بھی سانپ کی طرح زہریلی ہے' پوچھا پھر آپ نے کیوں دولت رکھی ہوئی ہے کہ حضرت بہاء الدین کانیؒ مالدار تھے) فرمایا ہم نے اس سانپ (دولت) کا زہر نکال دیا ہے۔ ۱۸

(۲) صوفیہ کی مختلف پیشوں سے وابستگی اس حقیقت کی بھی عکاس ہے کہ بیشتر صوفیہ عوام میں سے تھے' انہیں عوام کے مسائل کا ادراک بھی تھا اور وہ ان مسائل سے سروکار بھی رکھتے تھے۔ صوفیہ نے عوامی مسائل کو اپنے اپنے رنگ میں نمایاں کیا ہے۔ بعض صوفیہ نے اپنی تالیفات' ملفوظات' مکاتیب میں ان پر روشنی ڈالی ہے اور حکمرانوں کو عوام کے مسائل حل کرنے اور معاشرے میں عدل و انصاف قایم کرنے کی تلقین کی ہے۔ صوفیہ نے بڑے بڑے جابر حکمرانوں کے سامنے کلمۂ حق کہہ کر عوام کے حقوق کی ترجمانی کی ہے۔ ان کے حقوق کے لئے آواز بلند کی ہے۔ یوں انہوں نے آمرانہ دور میں ایک طور سے حزب اختلاف کا کردار ادا کیا ہے۔ جابر حکمرانوں کے سامنے اہل حق کی حق گوئی و بے باکی کی روایت تصوف کی تاریخ کا ایک سنہری باب ہے ــــــ وقت کے مشہور زاہد و صوفی حضرت طاؤس یمانیؒ کو خلیفہ ھشام نے بلایا' جب وہ دربار میں آئے تو شاہی مسند کے پاس ہی جوتے اتارے اور کہا ھشام السلام علیکم' کیا حال ہے؟ ھشام کو سخت غصہ آیا' اس نے کہا کہ تم نے چار بدتمیزیاں کیں' ایک یہ کہ میری مسند کے پاس جوتے اتارے' دوسرے یہ کہ مجھے میرے نام سے پکارا' تیسرے یہ کہ مجھے امیر المومنین نہیں کہا' چوتھے یہ کہ میرے ہاتھ کو بوسہ نہیں دیا۔ حضرت طاؤسؒ نے جواب میں فرمایا کہ تم کہتے ہو کہ تمہارے سامنے جوتے اتارے تو میں تو پانچ بار خدائے رب العزت کے گھر (مسجد) میں اس کے سامنے جوتے اتارتا ہوں' وہ جو سب کا بادشاہ ہے اور احکم الحاکمین ہے وہ تو اس بات پر کبھی غصے نہیں ہوتا اور یہ کہ میں نے تمہیں امیر المومنین نہیں کہا' تو میں نے اس لئے تمہیں امیر المومنین نہیں کہا کہ سب لوگ تمہیں امیر المومنین نہیں مانتے' میں نے سوچا کہ میں جھوٹ بولونگا اگر میں

Marfat.com

تمہیں امیر المومنین کہوں اور یہ بات کہ میں نے تمہیں نام سے پکارا کنیت سے نہیں' تو خداوند تعالیٰ نے اپنے دوستوں کو نام سے یاد کیا ہے اور کہا ہے یا داؤدؑ یا یحییٰؑ' یا عیسیٰؑ اور اپنے دشمن کو کنیت سے پکارا ہے اور کہا ہے تبت بدا ابی لھب (سورہ ۱۱۱' آیت ۱) اور یہ بات کہ میں نے تمہارے ہاتھ کو بوسہ نہیں دیا تو میں نے حضرت علیؓ سے سنا ہے کہ کسی کے ہاتھ بوسہ دینا جائز نہیں' البتہ بیوی کے ہاتھ کو محبت سے اور اور اپنے بچوں کے ہاتھ کو شفقت سے بوسہ دینا جائز ہے۔ ہشام کو حضرت طاؤسؒ کی باتیں اچھی لگیں' بولا کہ کوئی نصیحت کیجئے' فرمایا کہ میں نے حضرت علیؓ ہی سے سنا ہے کہ دوزخ میں بڑے بڑے سانپ اور بچھو ہیں جو اس امیر کے منتظر ہیں جو اپنی رعایا سے عدل نہیں کرتا' یہ کہا اور وہاں سے اٹھ کر چلے گئے ___ شقیق بلخیؒ شہر بغداد میں آئے تو ہارون الرشید نے انہیں بلایا' جب شقیق بلخیؒ ہارون الرشید کے پاس پہنچے تو اس نے پوچھا تم ہی شقیق زاہد ہو؟ فرمایا میں شقیق ہوں لیکن زاہد نہیں۔ ہارون الرشید نے کہا کہ مجھے نصیحت کیجئے' آپ نے فرمایا کہ آپ حضرت صدیق اکبرؓ کی جگہ پر بیٹھے ہوئے ہیں' اس لئے اللہ تعالیٰ آپ سے صدق چاہتا ہے' آپ حضرت فاروقؓ کی مسند پر بیٹھے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ آپ سے حق و باطل میں فرق چاہتا ہے' آپ حضرت ذوالنورینؓ کے مقام پر فروکش ہیں' اللہ تعالیٰ آپ سے حیا و کرم چاہتا ہے' آپ حضرت علی مرتضیٰؓ کی جگہ پر بیٹھے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ آپ سے علم و عدل چاہتا ہے' اور یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں دوزخ کا دربان بنایا ہوا ہے اور تین چیزیں تمہیں عطا کی ہیں: دولت' شمشیر اور تازیانہ' مخلوق کو ان تینوں چیزوں کے ذریعے دوزخ سے بچاؤ۔ اہل حاجت کو دولت دو اور شریعت کی خلاف ورزی کرنے والوں کو تازیانوں سے سزا دو اور جو کسی کو قتل کرے تلوار کے ذریعے سے اس سے قصاص لو اور اگر تم یہ نہیں کر سکتے تو دوزخیوں کے سردار تم ہی بنو گے۔ ہارون الرشید نے کہا کہ کچھ اور نصیحت فرمایئے۔ آپ نے فرمایا کہ ہارون الرشید تم ایک چشمے کی طرح سے ہو اور تمہارے عمال اور حکام اس سے نکلنے والی نہریں ہیں۔ تمہارا فرض ہے کہ اس طرح عدل سے حکومت کرو کہ اس کا اثر تمہارے حکام اور عمال پر بھی پڑے' اگر چشمے کا پانی گندا ہوگا تو چھوٹی نہروں کا پانی بھی گندا

Marfat.com

ہو جائیگا ۱۹؎ ـــــ ایک دفعہ ایک مکھی بار بار خلیفہ منصور عباسی کے منہ پر آ بیٹھتی تھی خلیفہ نے جھنجلا کر کہا' نہ جانے اللہ نے اس ذلیل مکھی کو کیوں پیدا کیا؟ ایک عالم اور صوفی شیخ ابن سلیمانؒ وہاں موجود تھے انہوں نے فرمایا "متکبر کا غرور توڑنے کے لیے" ـــــ ایک حاکم وقت مالک بن دینارؒ کے سامنے سے نہایت تکبر اور غرور سے گزرا' مالک بن دینارؒ نے فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اس طور سے چلنا ناپسندیدہ ہے' اس نے کہا کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں کون ہوں؟ مالک بن دینارؒ نے فرمایا ہاں مجھے معلوم ہے تم کون ہو' تم پہلے (ولادت سے پہلے) گندگی تھے' آخرکار (مرنے کے بعد) گندگی بن جاؤ گے اور درمیانی عرصہ میں گندگی اٹھائے پھرتے ہو ـــــ سلطان طغرل بابا طاہر ہمدانی کی خدمت میں دست بوسی کے لئے پہنچا' بابا طاہر کچھ مجذوبانہ (دیوانگی کی) کیفیت رکھتے تھے' انہوں نے فرمایا اے تُرک خلق خدا سے کیسا سلوک کرتے ہو؟ سلطان نے کہا جیسا آپ فرمائیں گے۔ بابا طاہر نے کہا کہ ایسا سلوک کرو جیسا کہ خدا حکم دیتا ہے' ان اللہ یامر بالعدل والاحسان (سورہ ۱۶' آیت ۹۰) سلطان نے کہا کہ میں ایسا ہی کرونگا' بابا طاہر نے اپنے پرانے لوٹے کا ٹوٹا ہوا گھیرا جو وہ اتفاق سے ہاتھ میں لئے ہوئے تھے' سلطان کی انگلی میں پہنا دیا اور فرمایا جاؤ دنیا کی بادشاہت تمہیں دی' عدل کرو' سلطان اسے تعویذ کے طور پر اپنے پاس رکھتا تھا۔

ایک دفعہ امام محمد غزالیؒ کو مشہور بادشاہ ایران سنجر نے دربار میں بلایا۔ دربار کی شان دیکھ کر آپ پر رعشہ طاری ہو گیا۔ آپ کے ساتھ ایک حافظ قرآن تھا۔ آپ نے اس کو کہا کہ کوئی آیت پڑھو۔ اس نے یہ آیت پڑھی الیس اللہ بکاف عبدہ. (سورہ ۳۹' آیت ۳۶) (کیا اللہ تعالیٰ بندوں کے لیے کافی نہیں ہے) حضرت امام غزالیؒ سنبھل گئے اور دربار میں بڑی بے باکی سے تقریر کی اور سنجر کو خطاب کر کے کہا کہ طوس کے لوگ ظلم اور بدانتظامی سے تباہ حال تھے' اس سردی اور قحط سے اور بھی برباد ہو گئے' ان پر رحم کر' خدا تجھ پر رحم کرے گا' افسوس مسلمانوں کی گردنیں مصیبت اور تکلیف سے ٹوٹی جاتی ہیں اور تیرے گھوڑوں کی گردنیں طوقہائے زریں کے زور سے جھکی جاتی ہیں ـــــ حضرت شاہ عبدالرحیمؒ کو عالمگیر نے کچھ زمین دینی چاہی لیکن

Marfat.com

انہوں نے اس پیش کش کو قبول کرنے سے انکار کر دیا' ایک روز عالمگیر نے شوق ملاقات کا پیغام بھیجا' انہوں نے اس کاغذ پر جس میں ان کا جوتا لپٹا ہوا تھا' یوں انکار لکھا کہ "اہل اللہ کا اس پر اجماع ہے کہ وہ فقیر بہت برا ہے جو امیر کے آستانے پر جائے۔ چشت کے بعض ملفوظات میں درج ہے کہ جس کا نام بادشاہ کے دفتر میں لکھ دیا جاتا ہے' حق تعالیٰ کے دفتر سے اس کا نام خارج کر دیا جاتا ہے"۔ عالمگیر کو یہ رقعہ ملا تو اس نے اپنی جیب میں رکھ لیا' فرصت کے وقت اس کو پڑھ کر روتا تھا۔

کچھ صوفیہ نے چھوٹی چھوٹی حکایات میں عوامی مسائل کو دیوانوں اور مجذوبوں کی زبان میں پیش کیا ہے۔ فرید الدین عطارؒ کی تالیفات میں اس نوع کی حکایات بہت ہیں۔ مثلاً عطارؒ کہتے ہیں کہ ایک دیوانہ نیشاپور گیا' اس نے نیشاپور کے مضافات میں ایک جنگل دیکھا' جہاں بہت سی گائیں' بکریاں' بھیڑیں چر رہی تھیں۔ دیوانے نے پوچھا کہ یہ بھیڑوں و بکریوں کے گلے کس کے ہیں؟ لوگوں نے کہا عمید نیشاپوری کے۔ پھر اس نے ایک میدان دیکھا جہاں بہت سے گھوڑے تھے' اس نے پوچھا' کہ یہ گھوڑے کس کے ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ گھوڑے عمید نیشاپوری کے ہیں۔ شہر میں آیا تو دیکھا کہ بہت سے غلام زرق برق لباس میں پھر رہے ہیں' اس نے پوچھا کہ یہ غلام کس کے ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ عمید نیشاپوری کے ہیں۔ دیوانے نے شہر کے اندر ایک سرائے دیکھی جو نہایت شاندار' آراستہ و پیراستہ تھی۔ دیوانے نے وہاں پر موجود لوگوں سے پوچھا' یہ سرائے کس کی ہے؟ لوگوں نے کہا کہ عمید نیشاپوری کی ہے۔ دیوانے نے اپنے سر سے پرانی پگڑی اُتار کر آسمان کی طرف پھینکتے ہوئے کہا "اے خدا لے یہ پگڑی بھی عمید نیشاپوری کو دیدے جب سب چیزیں تو نے اسی کو دے دی ہیں ۲۰"۔ یہ چھوٹی سی حکایت درحقیقت معاشرتی ناانصافی کے بارے میں ایک لطیف طنز ہے۔ اسی طرح کہتے ہیں کہ بغداد کے خلیفہ نے ایک محل تعمیر کیا' جب وہ اسے دیکھنے گیا تو اس دور کے مشہور دیوانہ دانا حضرت بہلولؒ بھی وہاں موجود تھے' خلیفہ نے پوچھا' تمہاری نظر میں یہ محل کیسا ہے؟ حضرت بہلولؒ نے ایک کوئلہ لے کر محل کی دیوار پر لکھا:۔ "تو نے خاک کو بلند کیا اور دین پاک کو چھوڑ دیا' اگر تو نے اپنے مال

Marfat.com

سے کیا ہے تو اسراف سے کام لیا اور اگر دوسروں کے مال سے یہ محل بنایا ہے تو ظلم کیا ہے اور خدا ظالموں کو پسند نہیں کرتا''

توحید اور انسان دوستی کے مطالب تصوف کو ہر انسان کے لیے اہم اور ہر معاشرے کے لیے مفید بناتے ہیں۔ صوفیہ کے توحیدِ خالص، حسن خلق اور انسان دوستی کے تصورات میں انسان کی آخرت اور دنیا دونوں کی بھلائی ہے، توحیدِ خالص کو اختیار کرنے سے انسان مومنِ صادق بن جاتا ہے یوں اس کی آخرت سنور جاتی ہے، انسان دوستی کا رویہ اپنانے سے وہ معاشرے کا اچھا معتبر اور مفید فرد بن جاتا ہے، یوں اس کی دنیا سنور جاتی ہے۔ ایک درویش کا قول ہے کہ اگر دوزخ سے رہائی چاہتے ہو تو خدمت خلق کرو اور اگر جنت حاصل کرنا چاہتے ہو تو عبادت حق کرو۔ یہ حقائق تصوف کی عالمگیر اہمیت اور اس کی ضرورت کو آنے والی صدیوں میں بھی ثابت و مسلّم کرتے ہیں ـــــ ہاں اگرچہ

(۱) یہ بھی ہے کہ رسمی تصوف یا روایتی تصوف (یا جسے عجمی تصوف کہا جاتا ہے) کے بہت سے پہلو مثلاً ترکِ دنیا، خانقاہی نظام، علم و عقل کی مذمت وغیرہ وقت کا ساتھ نہیں دے سکیں گے اور قومی یا ملّی سطح پر یہ دنیا گریز اور مخالفِ عقل رجحانات نقصان دہ ثابت ہو سکتے ہیں۔ اگر کسی بستی کے سب ہی لوگ ایسے صوفی بن جائیں جو ترکِ دنیا کر کے جنگلوں یا خانقاہوں میں جا کر رہنے لگیں تو اس بستی کا معاشرتی اور معاشی نظام درہم برہم ہو کر رہ جائے گا، کون ہے جو کھیتوں، فیکٹریوں دکانوں اور دفتروں میں کام کرے گا؟ اس نوع کا تصوف دشمنان اسلام کے مقاصد کی تکمیل تو کر سکتا ہے لیکن ملت اسلام کے لئے معاشی اور معاشرتی طور پر ہی نہیں بلکہ سیاسی طور پر بھی مہلک ہو گا۔

(۲) اسی طرح یہ بھی ہے کہ اگرچہ تصوف میں عقیدہ اور عقیدت کی اہمیت مسلم ہے کہ صوفی توحید پر پختہ عقیدہ اور اپنے مرشد سے پختہ عقیدت رکھنے کی بنیاد ہی پر بہت حد تک تصوف کے اعلیٰ مدارج پر پہنچتا ہے لیکن عقیدہ اور عقیدت توازن فکر یا عقل سلیم کے ساتھ نہ ہو تو گمراہی اور بے راہ روی کی بہت سی صورتیں پیدا ہو جاتی ہیں،

جیسے بعض صوفیہ نے عقیدۂ توحید میں توازنِ فکری قائم نہ رکھا اور وحدت الوجود کے حوالے سے بہت سی ایسی باتیں کہیں جو روح اسلام سے مطابقت نہیں رکھتیں' صوفیہ کی شطحیات بھی ایسی ہی باتوں کا پہلو لئے ہوئے ہیں' اسی طرح عقیدت میں اعتدال اور عمل صالح کا پہلو نہ ہو تو بہت سی مذہبی اور معاشرتی برائیاں جنم لیتی ہیں' تصوف میں مرشد یا پیر سے عقیدت کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا لیکن یہ عقیدت پیر کی شریعت پر کامل پیروی کی بنیاد پر ہو تو تصوف اور اسلامی تعلیمات کے مطابق ہے اور مضبوط و محکم ہے' لیکن اگر پیر سے عقیدت کرامت یا شعبدہ دکھانے کی وجہ سے ہو تو تارِ عنکبوت (لکڑی کے جالے) کی طرح کمزور و کم مایہ ہے اور اسلام سے لگا نہیں کھاتی' اسی لیے بعض مفت خور متولیوں نے صوفیہ کے مزارات کو جھاڑ پھونک اور نذر و نیاز کے اڈوں میں تبدیل کر کے اپنی آمدنی بلکہ لوٹ مار کا ذریعہ بنالیا۔ ایسی عقیدت عوام کی اندھی تقلید بلکہ اندھے پن کی کوکھ سے جنم لیتی ہے' اور قوم کو اندھا بنا دیتی ہے' قرآن پاک نے ایسے ہی لوگوں کو قوم عمین (اندھی قوم) (سورہ ۷' آیت ۶۴) کہا ہے' اس قسم کا تصوف ملت اسلام میں بصیرت و فراست' جرأت و جسارت' تقویٰ اور استقامت کے اوصاف پیدا نہیں کرسکتا۔

لیکن یہ بھی ہے کہ آنے والے وقت میں اور آنے والی صدیوں میں اگر کوئی مذہب یا مسلک زندہ رہ سکتا ہے' انسانیت کے لئے مفید ہوسکتا ہے اور سارے انسانوں کو قابلِ قبول ہوسکتا ہے تو وہ بھی تصوف خالص یا تصوفِ اسلامی ہی ہے' جس میں وحدت حق اور وحدت انسانی پر کامل ایمان کے ساتھ دین و دنیا کا توازن ہے' دنیا کا حصول دین کی راہ میں رکاوٹ نہیں بشرطیکہ دنیا کا حصول قرآن وسنت کے مطابق اور حلال وحرام کی احتیاط کے ساتھ ہو ___ تصوف کے مثبت اثرات کے تحت ہی مشرقی ادب میں فحاشی' خوشامد' بے جا مدح اور قصیدہ گوئی کی روایت کم اور کمزور ہوئی ہے' تصوف نے تعصباتِ مذہبی کو ختم کر کے وحدتِ انسانی کا سبق دیا ہے۔ صوفیائے کرام عقیدے' زبان یا زمین کی بنیاد پر کسی سے تعصب نہیں رکھتے' کہتے ہیں کہ ایک روز مولانا روم نے وعظ میں فرمایا کہ اسلام میں بہت سے فرقے ہیں اور میں سب سے

Marfat.com

متفق ہوں' کسی فرقے والے سے میں پرخاش نہیں رکھتا' سب اپنے اپنے رنگ میں خدا کو مانتے ہیں۔ سامعین میں سے ایک شخص نے یہ سن کر کہا پھر تو آپ منافق ہوئے! مولانا نے نہایت نرمی سے جواب دیا کہ میں منافقت میں آپ سے بھی متفق ہوں___ صوفیہ کی نظر میں تمام مخلوقات خداوند تعالیٰ کی دامن ربوبیت میں پل رہی ہیں' خواہ سنّی ہو' شیعہ ہو' ہندو ہو' عیسائی ہو' یہودی ہو' کافر ہو' مشرک ہو' مغرب کا رہنے والا ہو یا مشرق کا' انگریزی بولتا ہو یا اردو یا عربی صوفی' صاف دل سب کو اپنے سینے سے لگا لیتا ہے۔ اپنے حسنِ عمل اور حسنِ اخلاق سے دین مبین کی روح کی تبلیغ کرتا ہے یعنی احسان و ایثار' بھلائی اور برابری کی تلقین کرتا ہے' بدکاروں کو نیکوکاری کی دنیا میں واپس لانے' دکھی انسانوں کو سکھ پہنچانے کی کوشش کرتا ہے' انسانیت کی راہ سے بھٹکے ہوؤں کو شفقت و محبت سے انسانیت کی راہ دکھاتا ہے اور اچھا اور سچا انسان بنانے کی کوشش کرتا ہے___ گویا پتھر کو ہیرا' مٹی کو سونا' ذرّے کو سورج اور قطرے کو سمندر بنانے میں لگا رہتا ہے___ ایک صوفی شیخ ابوالعباس نہاوندی کے پاس ایک عیسائی مسلمان کا بھیس بدل کر بطور امتحان آیا' چار مہینے ان کی خدمت میں رہا' شیخ نے اس کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا' چار ماہ رہنے کے بعد اس عیسائی نے رخصت ہونے کے لیے شیخ سے اجازت چاہی' شیخ نے آہستہ سے اس کے کان میں کہا کہ یہ جوانمردی نہیں ہے کہ تم آؤ' درویشوں کے ساتھ نان و نمک کھاؤ' ان کی مجلسوں میں بیٹھو اور پھر آخر میں جیسے بیگانے آئے ہو ویسے ہی بیگانے چلے جاؤ! یہ سن کر وہ عیسائی سکتے میں آ گیا۔ شیخ کی ولایت و فراست اور اسلام کی حقانیت کا سچے دل سے اعتراف کر کے مسلمان ہو گیا۔ شیخ کی صحبت میں رہ کر اس نے وہ مقام و مرتبہ پایا کہ ان کی وفات کے بعد شیخ کا خلیفہ بنا[21]___ حضرت ابوسعید ابوالخیرؒ ایک روز نیشاپور کے قبرستان میں بزرگوں کی قبروں پر فاتحہ پڑھنے گئے' دیکھا کہ وہاں اوباشوں کی ایک جماعت شراب پی رہی ہے اور گانے بجانے میں مصروف ہے۔ آپ کے ساتھی سخت برہم ہوئے اور انہیں مارنے پیٹنے کا ارادہ کیا' شیخ نے انہیں روک دیا اور ان اوباشوں کے پاس جا کر فرمایا ''اے اللہ جس طرح اس جہان میں انہیں شادمانی دی ہے اسی طرح آخرت میں بھی انہیں شادمانی عطا

Marfat.com

فرما'' سب اوباش شیخ کا یہ سلوک دیکھ کر تائب ہو گئے۲۲۔ ___ شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ ایک روز اپنے مخالف ابوالحسن تونیؒ سے ملنے جا رہے تھے' ساتھ کچھ مرید بھی تھے۔ راہ میں شیخ کا ایک اور مخالف ملا اور شیخ کو لعنت و ملامت کرنے لگا۔ شیخ نے فرمایا کہ اے اللہ اس لعنت کے بدلے اس شخص پر رحمت فرما' مریدوں نے پوچھا کیوں؟ فرمایا کہ یہ شخص خیال کرتا ہے کہ ہم باطل پر ہیں' یہ شخص اللہ کے لئے اس باطل پر لعنت بھیجتا ہے۔ اس شخص نے جب آپ کی یہ بات سنی تو فوراً ان کے پاؤں پڑ گیا اور توبہ کی' آپ نے ساتھیوں سے فرمایا تم نے دیکھا کہ جو اللہ کے لئے لعنت بھیجتا ہے اس کا کتنا جلدی اور کتنا اچھا اثر ہوتا ہے ___ ایک نوجوان بربط ہاتھ میں لئے شراب میں مست جا رہا تھا' اس نے اچانک اس دور کے ایک بزرگ صوفی حضرت بوعثمان حیریؒ کو دیکھا' فوراً بربط کو چھپالیا اور ٹوپی اوڑھ لی' آپ نے اس سے نہایت نرمی سے کہا کہ مجھ سے ڈرو مت ہم دونوں بھائی ایک جیسے ہیں' حضرت عثمان حیریؒ کا یہ سلوک دیکھا تو اس نے توبہ کر لی' آپ اس کو اپنے ہمراہ گھر لے آئے اور غسل کروا کر اپنا خرقہ پہناتے ہوئے دعا فرمائی کہ اے اللہ میرے جو اختیار میں تھا وہ تو میں نے کر دیا' اب جو تیرے اختیار میں ہے تو اس کی تکمیل فرما دے۔ اس دعا کے ساتھ ہی شرابی میں ایسا روحانی کمال پیدا ہو گیا کہ خود حضرت بوعثمان حیریؒ بھی حیران رہ گئے۔۲۳

جدید دور کے معاشرتی تقاضوں اور ہنگاموں میں گھرا ہوا انسان عام طور پر خود کو' خدا کو اور انسانیت کو بھلا چکا ہے' سو سکونِ قلب اور طمانیتِ روح سے محروم ہوتا جا رہا ہے' تصوف اس انسان کے کام آ سکتا ہے۔ اس دنیا کے ہنگاموں میں مصروف انسان کو بھی سکون و طمانیتِ قلب کی دولت سے مالا مال کر سکتا ہے' کسی اہل دل نے اسی سلسلے میں یوں کہا ہے کہ ہر شخص کو تھوڑا بہت صوفی ہونا چاہیے یعنی دنیاداری یا محبت دنیا سے اس کا دل پاک ہو اور صوفی کو بھی تھوڑا بہت انسان ہونا چاہیے' یعنی وہ انسان دوست ہو' دنیا والوں کے کام آتا ہو' معاشی طور پر کسی پر بوجھ نہ بنتا ہو' معاشرے کا مفید فرد ہو ___ ایسا معاشرہ جہاں خداپرستی' بے تعصبی' انسان دوستی' خدمتِ خلق اور احسان و ایثار کے جذبے کارفرما ہوں گے' جہاں دین و دانش علم و عرفان اور ذکر و فکر کو یکساں

Marfat.com

اہمیت دی جاتی ہوگی وہ معاشرہ سچے صوفیہ ہی کا ہوسکتا ہے اور ایسا ہی معاشرہ اکیسویں صدی اور آنے والی صدیوں کی ضرورت ہے' تصوف کے مثبت رجحانات جس معاشرہ میں پھلے پھولیں گے وہ معاشرہ جنتی ہوگا۔ ایک درویش وقت کا کیا خوب قول ہے کہ جہاں خدا کو یاد کیا جاتا ہو' امن وسکون ہو وہ جگہ تو جنت ہے__ ایسا ہی رحمتوں بھرا معاشرہ قائم کرنا' اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے جو رحمٰن و رحیم ہے اور رسول اکرم ﷺ کو مطلوب ہے جو رحمۃ للعالمین ہیں اور قرآن کا مقصود ہے جو تمام تر رحمت و شفا ہے:

ونُنزل من القرآن ما هو شفا و رحمة للمومنين (سورہ۱۷' آیت۸۲)

حواشی

۱۔ F.C. Happold, Mysticism A study and Anthology, Penguin Books,1984, P38

Karen Armstrong, History of God, P.244

۲۔ زرکوب، عبدالحسین: مقالہ ادبیات عرفانی ایران و ارزش انسانی آن، دانشکدۂ ادبیات و علوم انسانی، شمارہ ۷۷، اسفند ماہ ۱۳۵۰ص: ۱۴۱، عبداللہ انصاری، خلاصۂ تفسیر ادبی و عرفانی قرآن مجید مرتبہ حبیب اللہ آموزگار ص ص: ۳۷۰، ۴۰۱، عطار: تذکرۃ الاولیا، حصہ دوم، ص: ۱۴۱

۳۔ لاہیجی، شیخ محمد: گلشن راز (مفاتیح الاعجاز فی شرح گلشن راز) بامقدمۂ کیوان سمیعی سال ۱۳۷۴، ص ص: ۷۱۔۵۵ و مدرس، میرزا محمد علی: ریحانۃ الادب، جلد پنجم، ص ص: ۲۰۸۔۲۰۷

۴۔ ابوسعید ابوالخیر: اسرار التوحید، مرتبہ دکتر صفا، تہران ۱۳۶۰، ص ۲۱۰

۵۔ محمد علی فروغی: سیر حکمت دراروپا، جلد دوم، ص ص: ۱۴۔۱۱

۶۔ ماخوذ از ''جنگ ہفتاد و دو ملت'' از محمد علی جمال زادہ، ادبیات عجم، حصہ دوم مرتبہ مولوی عابد حسین، آگرہ، بھارت ۱۹۳۱، ص ص: ۸۰۔۵۹

۷۔ عزیز الدین نسفی: کشف الحقایق، مرتبہ احمد مہدوی دامغانی، تہران ۱۳۵۹، ص ص: ۱۶۸ و ۲۸۱

۸۔ دانشکدۂ ادبیات علوم انسانی، ایضاً ص: ۱۱۵

۹۔ سعدی: بوستان، مرتبہ محمد علی ناصح، بکوشش خلیل خطیب رہبر، تہران ۱۳۷۹،

Marfat.com

ص:۲۷۰

۱۰۔ صلاح بن مبارک بخاری: انیس الطالبین، ص:۱۵۴

۱۱۔ عزیز الدین نسفی: الانسان الکامل، ص ص:۸۸۔۸۰، مناہج الطالبین، ص:۱۱۰

۱۲۔ عطار: تذکرۃ الاولیا، حصہ دوم، ص ص:۱۸۱۔۱۸۰، ابوسعید ابوالخیر، اسرار التوحید، ص:۳۱۹

۱۳۔ نسفی، عزیز الدین: الانسان الکامل، ص ص:۱۸۲،۸۳،۸۲

۱۴۔ نظام الدین اولیا: فوائد الفوائد، ص ص:۲۱۱۔۲۰۹

۱۵۔ سمنانی، علاء الدولہ: چہل مجلس، مرتبہ میر اقبال شاہ بجستانی، تہران، ۱۳۶۶، ص ص:۷۴۔۷۳

۱۶۔ فروزانفر: احادیث مثنوی، تہران ۱۳۶۱، ص:۱۱

۱۷۔ اسرار التوحید، ایضاً، ص:۲۹۳

۱۸۔ زیدی، ڈاکٹر شمیم محمود: احوال و آثار شیخ بہاء الدین وخلاصۃ العارفین، ص:۱۲

۱۹۔ عطار: تذکرۃ الاولیا، حصہ اول، ص ص:۱۸۳۔۱۸۲

۲۰۔ عطار: مصیبت نامہ، ص ص:۲۵۳،۲۵۴، وسید ضیاء الدین، مقدمہ ای بر مبانی عرفان و تصوف، ص:۹۲، و بدوی: تاریخ تصوف اسلامی، ص:۲۳۲، محمد علی مدرس، ریحانۃ الادب، ص:۲۰۸

۲۱۔ عطار: تذکرۃ الاولیا، حصہ دوم ص ۲۷۰

۲۲۔ ابوسعید ابوالخیرؒ: اسرار التوحید، ص ۲۵۰ وعطار، تذکرۃ الاولیا، حصہ دوم ص ۲۸۱

۲۳۔ عطار: تذکرۃ الاولیا، حصہ دوم ص ص ۴۹ و ۵۰

Marfat.com

تصوفِ اور معاشرتی ترقی کے امکانات

معاشرتی ترقی کے لیے سب سے بڑی اور بنیادی ضرورت معاشرہ میں ہم آہنگی کا ہونا ہے۔ کسی معاشرے کی ترقی سے مراد صرف مادی وسائل کا وافر مقدار میں ہونا نہیں بلکہ اصلی معاشرتی ترقی مادی ضرورتوں کے پورا ہونے کے ساتھ ساتھ معاشرے کے مختلف گروہوں میں ہم آہنگی کا ہونا بھی ہے۔ معاشرے کے افراد ذہنی تناؤ کا شکار نہ ہوں بلکہ ذہنی سکون اور قلبی طمانیت سے بہرہ ور ہوں اور یہ اسی وقت ممکن ہے کہ معاشرے کے افراد اعلیٰ اَخلاقی اقدار سے موصوف ہوں' خدمتِ خلق کے جذبے سے سرشار ہوں اور مذہبی' علاقائی اور لسانی بے تعصبی کے پاسدار ہوں۔ معاشرے میں امن و ہم آہنگی ہو گی تو مادی ترقی کے امکانات پیدا بھی ہوں گے اور زیادہ بھی ہوں گے۔ اس حقیقت کے پیش نظر حقیقی مسلکِ تصوف جو حسنِ خلق' خدمتِ خلق' تحمل اور ایثار کے اوصاف پر مشتمل ہے کے اختیار کرنے سے معاشرہ صحیح معنوں میں ترقی کر سکتا ہے۔

صوفیہ کا ایک اہم خلق تحمل اور ایثار ہے جس کی بنیاد سنت رسول پاکؐ ہے اور جس کی بدولت وہ دوسرے لوگوں کی دی ہوئی اذیت کو برداشت کرتے ہیں' رسولِ پاکؐ کے تحمل کا یہ عالم تھا کہ نہ آپؐ نے کبھی کسی خادم کو برا کہا اور نہ کبھی کسی خادم کو جھڑکا۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ میں نے ایک طویل مدت تک رسولؐ پاک کی خدمت کی' اس عرصے میں آپؐ نے کبھی مجھے اُف تک نہیں کہا...... تحمل سے یعنی دوسروں کی اذیت برداشت کرنے سے نفس کا جوہر کھلتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ہر شے کا ایک جوہر ہے اور

Marfat.com

اِنسان کا جوہر عقل ہے اور عقل کا جوہر صبر و تحمل ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ مومن وہ ہے جو لوگوں کے ساتھ رہن سہن رکھتا ہو اور ان کی اذیت پر صبر کرتا ہو۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اِدۡفَعۡ بِالَّتِیۡ ھِیَ اَحۡسَنُ (سورۂ حم السجدہ ۴۱، آیہ ۳۴)

"تم بہترین طریقے پر مدافعت کرو تاکہ وہ شخص جس کے ساتھ تمہاری عداوت ہے وہ تمہارا گہرا دوست بن جائے۔"

صوفی جاہلوں اور کمینوں کے ساتھ خوش اَخلاقی اور صبر تحمل کے ساتھ پیش آتا ہے، ان پر رحمت کی نظر سے دیکھتا ہے اور خدا کا شکر ادا کرتا ہے کہ وہ خود ایسا نہیں جیسے یہ جاہل ہیں۔ اگر کہیں ایسے بدتمیز سے سامنا ہو جائے تو تحمل سے کام لیتا ہے اور خاموش رہتا ہے کہ نبیوں نے بھی ایسے مواقع پر یہی کہا تھا کہ

یٰقَوۡمِ لَیۡسَ بِیۡ ضَلٰلَۃٌ ...... یٰقَوۡمِ لَیۡسَ بِیۡ سَفَاھَۃٌ وَّ لٰکِنِّیۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ (سورۂ اعراف ۷، آیات ۶۱، ۶۷)

"یعنی میں گمراہ یا بُرا نہیں ہوں میں تو اللہ کا نبی ہوں۔" یہ بات نبیوں نے قوم کے ظلم کے جواب میں کہی تھی یعنی نبیوں نے ظلم کا جواب ظلم سے نہیں دیا بلکہ تحمل و برداشت سے دیا ہے ___ قرآن ایسے مواقع کے لیے کہتا ہے کہ

وَّاِذَا خَاطَبَھُمُ الۡجٰھِلُوۡنَ قَالُوۡا سَلٰمًا (سورۂ فرقان ۲۵، آیہ ۶۳)

یا ایک اور جگہ یوں فرمایا:

سَلٰمٌ عَلَیۡکُمۡ لَا نَبۡتَغِی الۡجٰھِلِیۡنَ (سورۂ قصص ۲۸، آیہ ۵۵)

"یعنی جب کوئی جاہل مخاطب ہو تو کہو السلام...... ہم تم کو سلام کرتے ہیں ہم بے سمجھ لوگوں سے اُلجھنا نہیں چاہتے۔"

یا ایک آیت میں فرمانِ حق ہے:

وَ اِنۡ تَصۡبِرُوۡا وَ تَتَّقُوۡا فَاِنَّ ذٰلِکَ مِنۡ عَزۡمِ الۡاُمُوۡرِ (سورۂ آلِ عمران ۳، آیہ ۱۸۶)

"یعنی اگر کوئی دِل آزاری کرے تو تم صبر اور پرہیزگاری اختیار کرو یہ عظیم

Marfat.com

کام ہے۔"

شاہ بن شجاعؒ فرماتے ہیں کہ جو خلق خدا کو اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے اس کی دشمنی دراز ہو جاتی ہے اور جو خلق خدا کو حق کی نظر سے دیکھتا ہے وہ خلق خدا کو معذور سمجھتا ہے اور ان کی بدتمیزی پر دھیان نہیں دیتا...... حضرت سفیان ثوریؒ کا قول ہے کہ جو تمہارے ساتھ برائی کرے اس کا بدلہ بھلائی سے دو' اسی کا نام احسان ہے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسولؐ پاک نے فرمایا کہ میں نے معراج کی رات جنت میں بہت اونچے اور شاندار محل دیکھے' میں نے جبرائیلؑ امین سے پوچھا کہ یہ کن لوگوں کے لیے ہیں؟ جبرائیلؑ نے کہا: یہ ان لوگوں کے لیے ہیں جو غصے کو پی جاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں۔ ایک عورت نے مالکؒ بن دینار کو "اے ریاکار" کہہ کر پکارا۔ مالکؒ بن دینار نے فرمایا کہ بہت خوب دُنیا والے میرا نام بھول گئے تھے' تو نے دوبارہ بتا دیا۔ آپؒ نے فرمایا کہ اگر تم سچے ہو تو اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے اور اگر تم جھوٹے ہو تو خدا تعالیٰ تمہیں معاف فرمائے۔

صوفیہ کا ہر عمل اللہ کے لیے ہوتا ہے۔ ان کی نظر میں تمام بنی نوع اِنسان بلکہ ہر جاندار' چرند' پرند' درند تک خدا کی دامن ربوبیت میں پل رہے ہیں۔ سو صوفی سب کے لیے باعثِ رحمت بننے کی کوشش کرتا ہے کہ اس کا رب رحمٰن و رحیم ہے' اس کا نبیؐ آخرالزمان رحمتہ للعالمین ہے اور اس کا قرآن تمام تر رحمت کا پیغام ہے۔ اس لیے سچے صوفی کی زندگی اِنسان دوستی کا اعلیٰ ترین نمونہ ہوتی ہے۔ حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کا قول ہے کہ اگر ترکستان سے شام تک کسی کے پاؤں میں کانٹا چبھتا ہے' تو وہ ہمارے پاؤں ہی میں چبھتا ہے اور اگر کسی کے پاؤں میں چوٹ لگتی ہے یا دِل کو دکھ پہنچتا ہے تو وہ غم اور صدمہ ہمیں بھی ہوتا ہے۔ اسی سلسلے میں ابوسعید ابوالخیرؒ کا قول ہے کہ "ہر چہ خلق را نشاید خدا را نشاید" یعنی خلق خدا کی جس میں بھلائی نہیں وہ کام خدا کو بھی پسند نہیں۔

ابراہیم خواصؒ ایک درویش کے ساتھ سفر پر نکلے۔ انہوں نے اس درویش سے کہا کہ تم امیر بننا پسند کرو گے یا ماتحت؟ اس نے کہا: ماتحت۔ تمام راستے حضرت ابراہیم خواصؒ اس کی خدمت کرتے رہے اور اس کا سامان اپنے سر پر اٹھا کر چلتے

Marfat.com

رہے۔ بارش ہوئی تو رات بھر اس کے سر پر کمبل کا سایہ کیے رکھا۔ مکہ معظمہ تک حضرت خواصؒ نے اس کی اسی طرح خدمت کی۔

ایک بار حضرت ابراہیم بن ادہمؒ نے ایک مست کو دیکھا کہ زمین پر گرا ہوا ہے اور اس کے منہ پر گندگی لگی ہوئی ہے۔ آپ پانی لائے اور اس مست کے منہ کو دھویا اور فرمایا کہ وہ منہ جس سے ذِکرِ حق ادا کیا جاتا ہو وہ آلودہ نہیں رہنا چاہیے۔ جب وہ آدمی ہوش میں آیا اور اسے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم بن ادہمؒ نے اس کا منہ دھویا تھا' اس نے اپنے گناہوں سے توبہ کر لی۔ حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کو خواب میں بشارت ہوئی کہ اے ابراہیم تو نے ہمارے لیے منہ دھویا ہم نے تیرا دِل دھو دیا یعنی پاک کر دیا۔

حضرت معروف کرخیؒ کچھ لوگوں کے ہمراہ جا رہے تھے راستے میں لوگوں کا ایک مجمع رقص و سرود اور مے نوشی میں مسرور مل گیا۔ ہمراہیوں نے ان کے حق میں بددعا کرنے کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا: اے اللہ جس طرح تو نے انہیں دُنیا میں عیش عطا فرمائی ہے آخرت میں بھی انہیں عیش عطا فرما۔ جونہی آپ نے یہ فرمایا سارا مجمع شراب و کباب پھینک کر آپ کے ہاتھ پر تائب ہو گیا۔

حضرت بایزیدؒ ایک قبرستان سے گزر رہے تھے' ایک بسطامی نوجوان بربط بجا رہا تھا۔ آپ نے اس کو دیکھ کر لاحول پڑھی' اس نوجوان نے اپنا بربط اتنی زور سے آپ کے سر پر دے مارا کہ بایزیدؒ کا سر پھٹ گیا اور بربط بھی ٹوٹ گیا۔ آپ نے گھر واپس آ کر اس نوجوان کو بربط کی قیمت اور تھوڑا سا حلوہ بھیجتے ہوئے پیغام دیا کہ اس رقم سے دوسرا بربط خرید لو اور حلوہ کھاؤ تا کہ ٹوٹے ہوئے بربط کا غم دُور ہو جائے۔ نوجوان کو جب یہ پیغام پہنچا تو بہت شرمندہ ہوا۔ شیخ کے پاس آیا اور اس نے گناہ کی زندگی سے توبہ کی۔

حضرت معروف کرخیؒ بازار سے گزر رہے تھے' ایک بہشتی بازار میں یہ کہہ رہا تھا کہ اے اللہ! جو میرا پانی پی لے اس کی مغفرت فرما دے۔ آپ نے اپنا نفلی روزہ توڑ کر اس کا پانی پی لیا۔

Marfat.com

حضرت معروف کرخیؒ قرآن اور مصلیٰ مسجد میں چھوڑ کر دریا پر وضو کرنے کے لیے تشریف لے گئے۔ دریں اثنا ایک بڑھیا آپ کا قرآن اور مصلیٰ اٹھا کر چلتی بنی' جب راستے میں آپ کی اس سے ملاقات ہوئی تو آپ نے پوچھا: کیا آپ کا کوئی بچہ قرآن پڑھتا ہے؟ بڑھیا نے کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: میرا قرآن پاک مجھے واپس کر دو البتہ مصلیٰ میں نے تمہیں بخشا۔ بڑھیا نے جب یہ سنا شرمندہ ہوئی اور توبہ کی۔

ایک چور حضرت احمد خضرویہؒ کے گھر میں آیا' اس نے بہت کچھ ڈھونڈا کچھ نہ ملا جب ناامید ہو کر واپس جانے لگا تو حضرت احمدؒ نے فرمایا: اے نوجوان وضو کر اور آج رات ہمارے ساتھ نماز پڑھ' صبح کو جو ہمیں ملے گا ہم تمہیں دے دیں گے تاکہ تو ہمارے گھر سے خالی ہاتھ نہ جائے۔ نوجوان نے یہی کیا۔ جب صبح ہوئی ایک امیر نے حضرت احمد خضرویہؒ کو سو دینار پیش کیے۔ آپ نے یہ تمام رقم اس نوجوان کو دے دی اور فرمایا: تیری ایک رات کی نماز کی یہ جزا ہے۔ نوجوان چور بہت شرمندہ ہوا اور اس نے اپنے گناہوں سے توبہ کی۔

ایک مرتبہ چور نے حضرت جنید بغدادیؒ کا کُرتا چرا لیا۔ دوسرے دن جب بازار میں آپ نے اس کو فروخت کرتے دیکھا تو خریدنے والا چور سے کہہ رہا تھا کہ اگر کوئی یہ گواہی دے دے کہ میں واقف ہوں کہ یہ مال تیرا ہی ہے تو میں خرید سکتا ہوں۔ حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا کہ میں واقف ہوں' یہ سن کر خریدار نے کُرتا خرید لیا۔

حضرت سری سقطیؒ فرماتے ہیں کہ ایک روز عید کے دن میں نے حضرت معروف کرخیؒ کو دیکھا کہ کھجوروں کی گٹھلیاں چن رہے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ آپ یہ کیا کر رہے ہیں؟ فرمایا کہ میں نے ایک بچے کو دیکھا کہ وہ رو رہا ہے۔ میں نے پوچھا: کیوں رو رہے ہو؟ بچہ بولا: میں یتیم ہوں' نہ میری ماں ہے نہ باپ ہے' دوسرے بچوں کے پاس نئے کپڑے ہیں میرے پاس نہیں۔ دوسروں کے پاس کھلونے ہیں میرے پاس نہیں۔ میں اس بچے کے لیے گٹھلیاں چن رہا ہوں تاکہ ان کو بیچ کر اس کے لیے کھلونے خریدوں۔ سری سقطیؒ نے کہا: آپ رہنے دیجیے' یہ کام میرے حوالے کیجیے۔ میں نے بچے کو ساتھ لیا' اسے نئے کپڑے دیئے' کھلونے دیئے۔ اس بات سے میرے

Marfat.com

دِل میں ایک عجیب مسرت اور نور پیدا ہوا اور بہت سے مقاماتِ بلند حاصل ہوئے۔

کسی یہودی کے مکان کے قریب حضرت مالکؒ بن دینار نے کرائے پر مکان لے لیا اور آپ کا حجرہ یہودی کے دروازے سے متصل تھا چنانچہ دشمنی میں ایک ایسا پرنالہ بنوایا جس کے ذریعے پوری گندگی آپ کے مکان میں ڈالتا رہتا تھا اور آپ کی نماز کی جگہ گندی ہو جایا کرتی تھی' وہ بہت عرصہ تک یہی عمل کرتا رہا لیکن آپ نے کبھی شکایت نہیں کی۔ ایک دن اس یہودی نے خود ہی آپ سے کہا کہ میرے پرنالے کی وجہ سے آپ کو کوئی تکلیف تو نہیں؟ آپ نے فرمایا کہ پرنالے سے جو غلاظت گرتی ہے اس کو جھاڑو لے کر روزانہ دھو ڈالتا ہوں' اس لیے مجھے کوئی تکلیف نہیں۔ یہودی نے کہا کہ آپ کو اتنی اذیت برداشت کرنے کے بعد بھی کبھی غصہ نہیں آیا؟ فرمایا: خدا تعالیٰ کا حکم ہے کہ جو غصے پر قابو پا لیتے ہیں نہ صرف ان کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں بلکہ انہیں ثواب بھی حاصل ہوتا ہے۔ یہ سن کر یہودی بہت متاثر ہوا اور مسلمان ہو گیا۔

ایک روز شیخ ابوعلی ثقفیؒ قرآنِ پاک پڑھ رہے تھے' ان کے ہمسائے میں ایک کبوتر باز رہتا تھا وہ اپنے کبوتروں کو اڑانے کے لیے ڈھیلے مارتا تھا جس سے حضرت شیخ ابوعلی ثقفیؒ بہت تنگ تھے۔ ایک روز ایک ڈھیلا ان کے سر پر لگا اور جس سے ان کا سر پھٹ گیا۔ آپ کے مریدین نے کہا: ہم کوتوال کے ہاں جا کر اس کی رپٹ درج کرائیں گے۔ شیخ ابوعلیؒ نے اپنے ایک خدمت گار کو بلایا اور کہا کہ فلاں جنگل سے ایک لکڑی کاٹ کر لاؤ۔ جب وہ لے آیا تو آپ نے وہ لکڑی اپنے ہمسائے کو بھجوائی کہ اس سے کبوتروں کو اڑایا کرو' ڈھیلوں سے نہ اڑایا کرو۔

دو بزرگ آپس میں دشمنی رکھتے تھے۔ ایک روز ایک دوسرے سے لڑ رہے تھے۔ ایک نے قرآن کی قسم کھا کر کہا کہ تو جھوٹ بولتا ہے' خدا تجھے پکڑے۔ دوسرے نے کہا: نہیں نہیں تو جھوٹ بولتا ہے خدا تجھے پکڑے۔ مولانا رومیؒ اتفاق سے اس وقت وہاں سے گزر رہے تھے' انہوں نے فرمایا: نہیں نہیں خدا نہ تجھے پکڑے نہ اسے پکڑے بلکہ ہمیں پکڑے کہ ہم اس کی گرفت کے لائق ہیں۔ دونوں نے سر جھکا دیا اور آپ کے

Marfat.com

ہاتھ پر توبہ کی۔

دو دوستوں میں کدورت پیدا ہو گئی اور کسی طرح سے صلح صفائی نہ ہو سکی۔ ایک دن مولانا رومیؒ نے دوران وعظ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دو قسم کے اِنسان پیدا کیے ہیں: ایک مٹی کی طرح جامد و بے حرکت' دوسرے پانی کی طرح ہر دم تازہ اور رواں۔ جب یہ آبِ رواں مٹی پر پہنچتا ہے تو دونوں کی ہم نشینی کی برکت سے اس سے ہزاروں گلزار نمودار ہوتے ہیں اور اشجار و اثمار پیدا ہوتے ہیں جو ابدان (بدن کی جمع) و ارواح کی غذا بنتے ہیں۔ اب یہ دونوں دوست جو آپس میں لڑ رہے ہیں ایک خاک کی طرح ہے اور ایک پانی کی طرح عجز و انکسار کے ساتھ ہے۔ جب یہ دونوں ایک دوسرے سے ملیں گے تو حق تعالیٰ ان کے اتحاد و اجتماع کی برکت سے سینکڑوں گلہائے شادی اور گلستانِ وفا و صفا پیدا کرے گا اور پھر ان میں سے ایک سے فرمایا: اے نورالدین! تیرا بھائی مٹی کا بنا ہوا ہے' اپنی جگہ سے نہیں حرکت کرتا اور صلح کے لیے نہیں اٹھتا تو پانی کی طرح کرم کر اور قدم رنجہ فرما اور اس کی طرف رواں ہو یعنی اس کی طرف جا تا کہ اس کی روح پر اثر ہو۔ فوراً دونوں نے سر جھکا دیا اور صلح صالحانہ کر لی۔

عزیز الدین نسفیؒ کتاب الانسان الکامل میں درویشوں کو نصیحت کرتے ہیں کہ ریاضت و عبادت نام و نمود کے لیے نہیں کرنی چاہیے۔ درویش کو چاہیے کہ بقدرِ ضرورت عبادت کرے اور خدا شناسی کے بعد طہارت نفس حاصل کرے اور دوسروں کے لیے آزارِ جان نہ بنے بلکہ راحت رسان بنے کہ اِنسان کی نجات اسی میں ہے۔

اِنسانوں کو راحت پہنچانا سب سے بڑی عبادت ہے اور حقیقت میں تصوف تمام تر اِنسانیت' اِنسان دوستی اور حسن خلق ہے۔ جب اِنسان اَخلاق میں کمال حاصل کر لیتا ہے تو وہ خلیفہ خدا بن جاتا ہے۔ اس کا کہنا خدا کا کہنا اور اس کا کرنا خدا کا کرنا بن جاتا ہے...... وہ معاشرہ جہاں ایسا پُر امن' پُر سکون ماحول ہو کہ ہر کوئی دوسروں کے لیے باعثِ رحمت ہو حقیقت یہ ہے کہ اس معاشرے میں حقیقی ترقی کے امکانات بھی ہوں گے۔

Marfat.com

مآخذ

۱- ابی سعیدابوالخیر: اسرارالتوحید فی مقامات الشیخ ابی سعید، مرتبہ محمد بن منور، تصحیح شفیعی کدکنی، تہران ۱۳۶۱، ۱۳۷۶

۲- الافلاکی الغارفی، شمس الدین احمد: مناقب العارفین، تصحیح تحسین یازیجی، دُنیای کتاب، تہران ۱۳۶۲

۳- الخاقانی، نورالدین محمد قاضی: اَخلاق جہانگیری، نسخہ خطی مملوکہ شعبہ فارسی، جی سی یونیورسٹی، لاہور

۴- السہر وردی، ضیاء الدین ابونجیب: آداب المریدین، ترجمان عمر بن محمد بن احمد شیرکان، تصحیح نجیب مایل ہروی، انتشارات مولیٰ ۱۴۰۴ھ

۵- بخاری، صلاح بن مبارک: انیس الطالبین وعدۃ السالکین، بہ تصحیح ڈاکٹر خلیل ابراھیم، بہ کوشش ڈاکٹر توفیق سبحانی، سازمان انتشارات گیہان، ایران ۱۳۷۱

۶- بدوی، عبدالرحمٰن: تاریخ تصوف اسلامی، ترجمہ ڈاکٹر محمود رضا افتخار زادہ، ایران ۱۳۷۵

۷- جندی، مویدالدین: نفحتہ الروح وتحفتہ الفتوح، باتصحیح نجیب مایل ہروی، انتشارات مولیٰ، تہران ۱۴۰۳ھ ق

۸- حمویہ، سعدالدین: المصباح فی التصوف، بامقدمۂ نجیب مایل ہروی، انتشارات مولیٰ ۱۴۰۳ھ

۹- زرین کوب، ڈاکٹر عبدالحسین: مقالہ ادبیات عرفانی ایران و ارزش اِنسانی آن، دانشکدۂ ادبیات وعلوم اِنسانی، شمارہ ۷۷، اسفند ماہ ۱۳۵

Marfat.com

۱۰- سہروردی، شیخ شہاب الدین: عوارف المعارف، ترجمہ ابومنصور بن عبدالمومن اصفہانی، بہ اہتمام قاسم انصاری، تہران ۱۳۷۴

۱۱- عبداللہ انصاری: سخنان پیر ہرات، بہ کوشش ڈاکٹر محمد جواد شریعت، تہران ۱۳۷۶

۱۲- مسعودی، ابوالحسن علی حسین: مروج الذہب، ترجمہ فارسی ابوالقاسم پایندہ، تہران، ۱۳۷۴

۱۳- نسفی، عزیزالدین: کشف الحقائق، مرتبہ احمد مہدوی دامغانی، بنگاہ ترجمہ ونشر کتاب، ایران، ۱۳۵۹

۱۴- نسفی، عزیزالدین: کتاب الانسان الکامل، بامقدمہ ماریژان مولہ، کتابخانہ طہوری، ایران، ۱۳۶۲ش، ۱۹۸۳م

۱۵- نخشبی، ضیاء الدین: سلک السلوک بامقدمۂ ڈاکٹر غلام علی آریا، کتاب فروشی زوار، ایران، ۱۳۶۹ش

۱۶- ہجویری، ابوالحسن علی بن عثمان: کشف المحجوب، اصلی قلمی نسخہ، بادیباچہ پروفیسر غلام سرور رانا، سیکنڈ ایڈیشن، ۲۰۰۶

Marfat.com

فارسی کا صوفیانہ ادب

اخلاقی تعلیمات وحکیمانہ نکات کا ترجمان

فارسی ادبیات پر تصوف کا اثر بہت وسیع بھی ہے اور عمیق بھی' تقریباً تمام اصناف شعری اور انواع ادبی پر تصوف کے اثرات نمایاں ہیں..... اگرچہ رابعہ قزداری (قرن چہارم ہجری) فارسی زبان کی پہلی شاعرہ ہے جس کے اشعار میں صوفیانہ رنگ جھلکتا ہے مثلاً اس کا شعر ہے:

چو رھبان شد اندر لباس کبود　　　بنفشہ مگر دین ترسا گرفت [1]

(یعنی بنفشہ نیلے لباس میں راہب بن گیا' شاید اس نے عیسائی دین قبول کرلیا ہے)

لیکن ابوالمجد مجدد بن آدم سنائی (م ۵۴۵) کو پہلا باقاعدہ صوفی شاعر سمجھا جاتا ہے[2]۔ سنائی نے اپنے اشعار میں صوفیانہ اور اخلاقی مطالب بیان کیے ہیں۔ عطار' رومی' خاقانی' سعدی' اوحدی اور حافظ وغیرہ نے سنائی کی پیروی کی ہے۔ فارسی زبان کے شعرا نے تمام انواع سخن میں اخلاقی مطالب بیان کیے ہیں اور بہت حد تک تصوف کے زیراثر یہ مطالب فارسی شاعری میں رائج ہوئے۔

عارفین اور صوفیہ نے اپنی نثری تالیفات میں بھی اخلاقی مطالب اور حکیمانہ نکتے پیش کیے ہیں۔ یہ تالیفات تصوف کے عام مطالب و مضامین پر بھی مشتمل ہیں جیسے کشف المحجوب حضرت علیؒ ہجویری' مرصادالعبادِ نجم الدین رازی اور مصباح الہدایت عزالدین کاشانی وغیرہ۔ کچھ تالیفات صوفیہ کے ملفوظات سے متعلق ہیں۔ ملفوظات اس گفتگو یا ان باتوں کے مجموعہ کو کہتے ہیں جو مرشد یا پیر اپنے مریدین کی مجلس میں مختلف

Marfat.com

موضوعات پر کرتا ہے انہیں امالی یا مجالس بھی کہا جاتا ہے۔قدیم زمانے سے یہ روایت چلی آ رہی ہے کہ مریدان باوفا اپنے مرشد باصفا کی گفتگو یا اس کے اقوال کو لکھ لیا کرتے تھے۔ یہ اقوال بیشتر قرآنی آیات و احادیث رسول پاک ﷺ شرعی اور صوفیانہ مسائل و مطالب پر مشتمل ہوتے تھے۔ان مجالس میں ضمناً تاریخی واقعات یا صوفیہ کے حالات اور اخلاقی اور حکیمانہ نکات کا بھی ذکر آجاتا تھا۔ملفوظات بھی مریدوں کی روحانی تربیت کرنے کا ایک ذریعہ ہوتے تھے۔ بقول شیخ ابوعلیؒ دقاق ملفوظات کے دو فائدے ہیں' اگر مرید طلب صادق رکھتا ہوتو مرشد کی باتوں سے اسے روحانی تقویت ملتی ہے اور اس کی طلب میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر مرید میں خود بینی ہے تو وہ ختم ہو جاتی ہے۔ اس کا گھمنڈ ٹوٹ جاتا ہے اور اس پر اپنی برائی ظاہر ہو جاتی ہے ــــ صوفیانہ تالیفات کی تیسری قسم صوفیہ کے تذکرے ہیں۔صوفیانہ تالیفات کی چوتھی قسم مکاتیب صوفیہ ہیں۔ عام تصوف پر کتابیں ہوں' ملفوظات ہوں' تذکرے ہوں یا مکاتیب سب میں تاریخی' سماجی اور سیاسی مطالب کے علاوہ اخلاقی مضامین اور حکیمانہ نکات بھی ہوتے ہیں۔

کتب تصوف اور مطالب اخلاقی وحکیمانہ نکات

رسالہ قشیریہ

ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیریؒ (م۴۶۵ھ) رسالۂ قشیریہ کے مولف ہیں۔اس کتاب میں صوفیہ کے عقاید' صوفیانہ اصطلاحات و مقامات وآداب و اخلاق کا ذکر ہے۔ یہ کتاب عربی میں تھی' امام قشیری کے ایک شاگرد خواجہ امام ابوعلی (حسن) بن احمد عثمانی نے اس کا فارسی میں ترجمہ کیا۔ یہ ترجمہ ناقص تھا' کسی نامعلوم مترجم نے اس کی اصلاح کی' اس وقت فارسی میں موجود یہ اصلاح شدہ ترجمہ ہے۔

نمونہ مطالب

عروۃ بن زبیر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ بن خطاب کو دیکھا کہ پانی سے بھری ہوئی مشک گردن پر اُٹھائے ہوئے تھے۔میں نے کہا: اے امیرالمومنین! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ فرمایا: دوسرے علاقوں سے بہت سے وفد آئے ہوئے تھے تاکہ

Marfat.com

میری باتیں سنیں اور ان پر عمل کریں' اس بات سے مجھ میں کچھ تکبر سا پیدا ہو گیا تھا میں نے اس تکبر کو توڑنے کے لیے پانی کی مشک لی اور ایک انصاری خاتون کے گھر کے مٹکوں میں پانی بھر دیا___ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ مدینہ کے گورنر تھے' ایک روز انکو لوگوں نے دیکھا کہ لکڑیوں کا گٹھا کمر پر لادے ہوئے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ ذرا اپنے امیر کو رستہ دے دو۔

ایک شخص حضرت شبلیؒ کے پاس آیا۔ حضرت شبلیؒ نے پوچھا: تم کون ہو؟ اس نے کہا: اے میرے سردار میں وہ نقطہ ہوں کہ جو ب' (با) کے نیچے لگایا گیا تھا۔ حضرت شبلیؒ نے فرمایا: تم میرے سردار ہو کیونکہ تم خود کو صاحب مقام و مرتبہ نہیں سمجھتے۔

حضرت بلالؓ اور حضرت ابوذرؓ میں کچھ تلخی ہو گئی۔ حضرت ابوذرؓ نے حضرت بلالؓ کو طعنہ دیا کہ تم کالے حبشی ہو۔ حضرت بلالؓ نے حضرت رسول اکرمؐ سے شکایت کی۔ حضورؐ نے فرمایا: اے ابوذرؓ! مجھے معلوم نہیں تھا کہ اب بھی تمہارے دِل میں دورِ جاہلیت کا کچھ غرور باقی ہے۔ حضرت ابوذرؓ نے اپنے چہرہ زمین پر رکھ دیا اور قسم کھائی کہ جب تک بلالؓ میرے چہرے پر اپنا پاؤں نہیں رکھیں گے اور میرے چہرے کو زمین پر نہیں ملیں گے اس وقت تک میں اپنا چہرہ زمین سے نہیں اُٹھاؤں گا اور جب تک حضرت بلالؓ نے ایسا نہ کیا اس وقت تک حضرت ابوذرؓ نے اپنا سر زمین سے نہیں اُٹھایا۔

حضرت حسینؓ بن علیؓ کہیں تشریف لے جا رہے تھے راستے میں چند لڑکے بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے حضرت حسینؓ سے درخواست کی کہ ہمارے ساتھ کھانا نوش فرمائیں۔ آپؓ نے روٹی کے چند ٹکڑے ان کے ساتھ کھائے' پھر انہیں اپنے گھر لے گئے اور انہیں کھانا کھلایا اور ان کو کپڑے دیئے اور فرمایا: پھر بھی ان کا حق مجھ پر بڑا ہے' کیونکہ ان کے پاس وہی چند روٹی کے ٹکڑے تھے جن سے انہوں نے میری میزبانی کی اور میرے پاس اللہ کا دیا سب کچھ ہے۔

حضرت عمرؓ بن خطاب صحابہ میں مالِ غنیمت تقسیم فرما رہے تھے' ایک قیمتی جوڑا حضرت معاذؓ کے پاس بھیجا۔ حضرت معاذؓ نے اسے بیچ کر ایک غلام خریدا اور اسے

Marfat.com

آزاد کر دیا۔ یہ خبر حضرت عمرؓ کے پاس پہنچ گئی۔ اس کے بعد جب حضرت عمرؓ نے جوڑے تقسیم کیے تو ایک کم قیمت جوڑا حضرت معاذؓ کے پاس بھیجا اس بات پر وہ حضرت عمرؓ سے ناراض ہو گئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: یہ میں نے اس لیے کیا کہ تم نے پہلا جوڑا فروخت کر دیا تھا۔ حضرت معاذؓ نے فرمایا: تمہیں اس سے کیا' میرا پورا حصہ مجھے دو اور میں نے قسم کھائی ہے کہ یہ جوڑا تمہارے سر پر ماروں گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: یہ میرا سر حاضر ہے' بوڑھے بوڑھوں سے نرمی برتتے ہیں اور مجھے امید ہے کہ میرے سر پر زور سے نہیں مارو گے۔[2]

کشف المحجوب

کشف المحجوب حضرت ابوالحسن علیؒ بن عثمان ابن علی جلابی غزنوی ہجویری (قرن پنجم) کی تالیف ہے۔ کشف المحجوب فارسی زبان میں تصوف پر قدیم ترین اور اہم ترین کتاب ہے۔ تذکرۃ الاولیا اور نفحات الانس کے مؤلفین نے اپنی تالیفات میں اس کتاب سے استفادہ کیا ہے۔ حضرت علیؒ ہجویری نے یہ کتاب اپنے مرید ابوسعید ہجویری کے سوالات کے جواب میں تالیف کی تھی۔ اس کتاب میں تمام صوفیانہ مطالب مفصل و مدلل طور پر آیات قرآنی و احادیثِ رسولؐ اور اقوالِ صوفیہ کی روشنی میں بیان ہوئے ہیں۔

نمونہ مطالب

حاتم الاصمؒ نے کہا: میں نے چار علوم اختیار کیے اور تمام علوم سے فارغ ہو گیا۔ لوگوں نے پوچھا: وہ کون سے علوم ہیں؟ فرمایا: ایک یہ کہ میں نے جان لیا کہ خداتعالیٰ کا مجھ پر ایک حق ہے جو سوائے میرے کوئی اور ادا نہیں کر سکتا' اس حق کے ادا کرنے میں مشغول ہو گیا۔ دوسرے یہ کہ مجھے معلوم ہو گیا کہ میرا رزق میری قسمت میں لکھا ہوا ہے جو میری حرص سے زیادہ نہیں ہو سکتا' میں زیادہ رزق کی طلب سے آزاد ہو گیا۔ تیسرے یہ کہ میں نے جان لیا کہ میرا ایک طالب ہے جو موت ہے اس سے گریز ممکن نہیں' میں نے موت سے موافقت کر لی یعنی مرنے کے لیے ہمیشہ تیار رہتا ہوں۔ چوتھے یہ کہ میں نے جان لیا کہ میرا ایک خدا ہے جو میری ہر بات کو دیکھ رہا ہے

اس سے مجھے شرم کرنا لازمی ہے' سو میں نے ایسے کاموں کو چھوڑ دیا جو اچھے نہیں ہیں۔

میں نے شیخ ابوالقاسم گرگانی سے طوس میں پوچھا: درویش کو کم سے کم کیا کرنا چاہیے کہ وہ فقیر کہلانے کے لائق ہو سکے؟ فرمایا: یہ تین چیزیں جو کر سکتا ہو فقیر کہلانے کے لائق ہے: ایک یہ کہ صحیح پیوند لگا سکتا ہو' دوسرے یہ کہ صحیح بات سن سکتا ہو' تیسرے یہ کہ صحیح قدم رکھتا ہو۔

صفا تصوف کی اصل ہے کیونکہ صفا کی ایک اصل ہے اور ایک شاخ۔ اصل یہ ہے کہ دِل کا رشتہ غیر خدا سے منقطع کرنا اور شاخ یہ ہے کہ دنیائے غدار سے ہاتھ خالی رکھنا' یہ دونوں اوصاف حضرت صدیق اکبرؓ میں کامل طور پر موجود تھے کیونکہ وہ اہل طریقت کے امام ہیں' ان کا غیر اللہ سے اپنے دِل کو منقطع کرنا یوں تھا کہ تمام صحابہ حضرت رسول اکرمؐ کی وفات کے بعد حضرت معلا اور مکان مصفا یعنی عالم بالا میں حضورؐ کے تشریف لے جانے کی وجہ سے شکستہ خاطر تھے اور حضرت عمرؓ نے تلوار نکال لی تھی کہ جو یہ کہے گا: "محمد ﷺ وفات پا گئے ہیں" میں اس کی گردن اُڑا دوں گا۔ حضرت صدیق اکبرؓ باہر تشریف لائے اور بلند آواز سے فرمایا: خبردار! جو محمدؐ کی پرستش کرتا تھا تو وہ جان لے کہ محمدؐ وفات پا گئے ہیں اور جو محمدؐ کے رب کی پرستش کرتا تھا تو یاد رکھو وہ ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے' اسے کبھی موت نہیں آئے گی اور پھر قرآنِ پاک کی یہ آیت پڑھی:

وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓی اَعْقَابِكُمْ (سورۂ آلِ عمران' آیہ ۱۴۴)

اور حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ کا دنیا سے خالی ہونا یوں تھا کہ جو کچھ مال و متاع تھا سب کچھ حضورؐ کی خدمت میں پیش کر دیا اور کمبل اوڑھ کر حضورؐ کی خدمت میں آئے۔ حضرت پیغمبرؐ نے آپ سے پوچھا: تم نے اپنے بال بچوں کے لیے کیا چھوڑا؟ فرمایا: دو بہت بڑے خزانے۔ پوچھا: وہ کون سے خزانے ہیں؟ جواب دیا: ایک خدا کی محبت' دوم رسولؐ کی اطاعت۔

اہل عرفان تین قسم کے ہیں: ایک کو صوفی' دوسرے کو متصوف اور تیسرے کو

Marfat.com

متصوف کہتے ہیں۔ صوفی وہ ہے جو اپنی ذات سے فانی ہو اور حق کے ساتھ باقی ہو' نفس کے تصرف سے آزاد ہو اور حقائق کی حقیقت سے وابستہ ہو۔ متصوف وہ ہے جو مجاہدے سے اس درجہ کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہو اور اس خواہش کی تکمیل کے لیے اپنے آپ کو صوفیہ کی روایات کے مطابق درست رکھے...... اور متصوف وہ ہے جو مال و جاہ دنیا کے لیے خود کو صوفیہ جیسا بنا لے...... اور دونوں یعنی صوفی اور متصوف سے بے خبر ہو۔ کہا جاتا ہے کہ صوفیہ کے نزدیک مستصوف مکھی کی طرح حقیر ہوتا ہے اور جو کچھ وہ کرتا ہے صوفیہ کے نزدیک وہ ہوس بازی ہے۔ دوسرے لوگوں کے نزدیک مستصوف پھاڑ کھانے والے بھیڑیے کی طرح ہوتا ہے جس کا کام مردار خوری ہے۔ پس صوفی صاحب وصول ہوتا ہے اور مستصوف صاحب اُصول اور مستصوف صاحب فصول (فصول فصل سے ہے جس کے معنی جدائی کے ہیں یعنی حق سے جدا یا دور ہونا ہے)۔

تصوف تمام تر آداب پر مشتمل ہے ہر وقت' ہر مقام' ہر حال کا ایک ادب ہے جو آداب پر عمل کرتا ہے وہی صوفی کے درجہ کو پاتا ہے اور جو آداب کا خیال نہیں کرتا وہ قربت حق سے دور رہتا ہے اور بارگاہ حق میں مردود ہوتا ہے۔

مرتعش فرماتے ہیں: تصوف حسن خلق کا نام ہے اور یہ تین قسم کا ہے ایک حق کے ساتھ کہ خدا کے احکامات پر بغیر ریا کے عمل کیا جائے۔ دوسرے خلق کے ساتھ یعنی بڑوں کے ساتھ احترام سے' چھوٹوں سے شفقت سے اور اپنے ہم جنسوں سے انصاف سے پیش آئے اور کسی سے نہ کوئی غرض رکھے نہ معاوضہ طلب کرے۔ تیسرے اپنے ساتھ حسن خلق یہ ہے کہ خواہش نفسانی اور ہوائے شیطانی کی پیروی نہ کرے۔

خدا کی شناخت اس کے کسی نہ کسی وصف سے کی جاتی ہے اور اس کے خاص الخاص اوصاف تین قسم کے ہیں۔ بعضوں کا تعلق جمال سے' بعضوں کا تعلق جلال سے اور بعضے اوصاف کمال سے وابستہ ہیں۔ پس مخلوق کو کمال الٰہی تک تو رسائی نہیں سوائے اس کے کہ اللہ کے کمال کا اقرار کرے اور یہ ایمان رکھے کہ وہ نقص سے پاک ہے۔ اب رہ گئے جمال و جلال جو شخص جمال حق کا شاہد ہوتا ہے وہ اس کی معرفت میں ہمیشہ اس کے دیدار کا مشتاق ہوتا ہے اور جو جلال حق کا شاہد ہوتا ہے وہ ہمیشہ اپنے اوصاف

Marfat.com

سے متنفر ہوتا ہے اور اس کے دِل میں حق کی ہیبت ہوتی ہے۔ پس شوق محبت کی تاثیر ہے اور نفرت اوصاف بشری سے متعلق ہے' ایمان و معرفت کو محبت کہا جاتا ہے اور محبت کی علامت طاعت ہے چونکہ جب دِل میں دوستی جگہ کر لے اور آنکھ میں دیدار جگہ پا لے اور جان عبرت کا گھر اور دِل مشاہدے کا مقام بن جائے تو بدن کو احکامات حق سے سرتابی کرنے والا نہیں ہونا چاہیے۔

یاد رکھو! دنیا اور دین کے تمام امور کی زیب و زینت آداب سے وابستہ ہے۔ کافر' مسلمان' ملحد' موحد' سنی اور بدعتی سب ہی اس پر متفق ہیں کہ معاملات میں حسن ادب سب سے اچھی بات ہے۔ دنیا میں کوئی رسم بھی بغیر ادب پر عمل کیے قائم نہیں رہتی۔ آداب سے مراد عوام میں حفظ مروت ہے' دین میں حفظِ سنت ہے اور محبت میں حفظِ حرمت ہے۔

آداب کی تین قسمیں ہیں: ایک توحید میں حق کے ساتھ آداب ہیں اور وہ یوں کہ انسان خواہ تنہائی میں ہو یا محفل میں بے ادبی سے بچے' تنہائی میں بھی اس طرح رہے جس طرح بادشاہوں کے دربار میں ان کے سامنے رہا کرتے ہیں...... اور جب رسول اکرمؐ معراج میں تشریف لے گئے تو حفظ ادب سے دونوں جہاں کی طرف نظر نہ کی جیسا کہ فرمان حق ہے: مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى یعنی مَا زَاغَ الْبَصَرُ رویت دنیا سے متعلق ہے اور مَا طَغٰى رویت آخرت کے بارے میں ہے___ دوسری ادب کی قسم اپنے ساتھ معاملہ کرنے کے بارے میں ہے اور وہ یوں کہ ہر حال میں اپنے نفس کے ساتھ مروت کا خیال رکھے تاکہ جس چیز سے خلق یا خدا سے بے ادبی ہو اسے اپنی ذات کے ساتھ بھی روانہ رکھے یعنی صرف سچ بولے اور جتنا وہ علم رکھتا ہو اس علم کے خلاف بات کرنا روا نہ سمجھے کہ یہ بے مروتی ہے۔ دوسرے یہ کہ کم کھائے تاکہ طہارت گاہ کم جانا پڑے۔ تیسرے یہ کہ اپنی کسی ایسی چیز کو نہ دیکھے جسے سوائے اس کے کسی اور کو نہیں دیکھنا چاہیے...... ادب کی تیسری قسم صحبت خلق سے متعلق ہے اور صحبت خلق میں سب سے اہم ادب یہ ہے کہ سفر میں اور حضر میں دوسروں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے اور سنت رسولؐ پر عمل کرے۔ ان تینوں آداب کو ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں کیا

Marfat.com

جا سکتا۔

شیخ ابو مسلم فارس بن غالب الفارسیؒ فرماتے ہیں: ایک روز میں شیخ ابوسعید بن ابی الخیر کی خدمت میں گیا تا کہ ان کی زیارت کروں۔ میں نے دیکھا کہ ایک تخت پر تکیے لگے ہوئے ہیں اور وہ اس تخت پر ٹانگ پر ٹانگ رکھے لیٹے ہوئے ہیں۔ وہ ریشم مصری کی قبا پہنے ہوئے تھے اور میں نے موٹے جھوٹے کپڑے پہنے ہوئے تھے جو جھول کی طرح تھے' محنت سے میرا جسم ٹوٹا ہوا تھا اور مجاہدے سے چہرہ زرد تھا...... ابوسعید ابوالخیر کو اس حالت میں دیکھ کر میرے دِل میں خیال آیا کہ یہ شخص ولی اللہ اور صوفی نہیں ہے' میں بھی درویش وہ بھی درویش' میں ایسی زحمتوں میں ہوں اور وہ ایسی راحتوں میں ہے...... ابوسعید ابوالخیر کو فوراً میرے دِل کا حال معلوم ہو گیا اور انہوں نے میرے غرور کو دیکھ لیا۔ انہوں نے مجھ سے کہا: اے ابومسلم کس کتاب میں پڑھا ہے کہ درویش خودبین ہوتا ہے۔ اے درویش! چونکہ ہم نے صرف حق کو دیکھا تو حکم ہوا کہ ہم تم کو صرف تخت پر ہی بٹھائیں گے اور تم نے خود کو دیکھا یعنی خودبینی کی تو فرمایا: ہم تجھے ماتحت ہی رکھیں گے۔ ہمارے حصہ میں مشاہدہ آیا اور تمہارے حصے میں مجاہدہ اور یہ دونوں تصوف کے مقامات ہیں۔ حق تعالیٰ دونوں سے پاک ہے اور درویش مقامات سے فانی اور احوال سے آزاد ہوتا ہے۔ شیخ ابومسلم نے کہا: یہ سن کر میرے ہوش اُڑ گئے۔ دنیا میری نظروں میں تاریک ہو گئی۔ جب کچھ ہوش آیا تو معذرت کی اور انہوں نے میری معذرت قبول کر لی۔[۳]

منازل السائرین

منازل السائرین شیخ الاسلام ابو اسماعیل عبداللہ بن محمد انصاری ہروی (۳۹۹-۴۸۱) کی تالیف ہے۔ خواجہ انصاری نے شاگردوں اور مریدوں کے مسلسل اصرار پر یہ کتاب تحریر کی بلکہ شاگردوں اور مریدوں کو املا کے طور پر لکھائی۔ اصل کتاب عربی میں تھی۔ روان فرہادی نے اس کا ترجمہ دری زبان میں کیا۔ اس کتاب کے دو حصے ہیں۔ ہر حصہ کے دس ابواب ہیں۔ خواجہ انصاری نے صبر و شکر فقر و توحید کے بارے میں صوفیانہ نکات بیان کیے ہیں۔ ہر اخلاقی صفت جس کا ذکر اس کتاب میں آیا

Marfat.com

ہے انہوں نے اس کے درجے متعین کر کے نکتہ آفرینی کی ہے۔

نمونہ مطالب

خداوند عزوجل فرماتے ہیں: خدا کے بندے زمین پر تواضع اور آہستگی سے چلتے ہیں۔ تواضع یہ ہے کہ خدا کے جلال اور دبدبہ کے سامنے فروتنی کا اظہار کیا جائے۔ اس کے بھی تین درجے ہیں: تواضع کا پہلا درجہ یہ ہے کہ تواضع دین کے لیے ہو۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ جسے اللہ نے مسلمانوں میں سے اپنا بندہ چن لیا ہے تو اسے اپنا بھائی بنا لے۔ دشمن کے حق کو بھی پورا کرے اور جو شخص معذرت چاہے اس کی معذرت قبول کر لے۔ درجہ سوم یہ ہے کہ حق کے لیے تواضع کرے۔

رسائل خواجہ عبداللہ انصاری

خواجہ عبداللہ انصاری نے اپنے رسالے مثلاً مناجات نامہ، نصائح، زادالعارفین، کنز السالکین، قلندر نامہ، ہفت حصار، رسالہ دِل و جان، رسالہ واردات، الٰہی نامہ وغیرہ نثر موزوں و مقفیٰ میں لکھے ہیں یعنی ان رسائل کی نثر مسجع ہے۔ ان رسائل میں عارفانہ مطالب کے علاوہ اعلیٰ اخلاقی مطالب بھی ہیں۔ اُردو ترجمہ میں فارسیت غالب ہوگی۔ یہ بات مجبوراً اس لیے کرنا پڑی کہ نثر کی موزونیت مجروح نہ ہو۔

نمونہ مطالب

اے عزیز! دنیا جائے عبور ہے نہ شہر سور (خوشی)، ایک سرائے ہے بے اقامت کے اور ایک گذرگاہ ہے بے استقامت کے۔ اس کے ڈنگ کا زخم بے مرہم ہے۔ یہ مطلقۂ ابراہیم ادھم ہے۔ کرشمۂ غفلت و بیداری ہے اور راندۂ جنیدؒ بغدادی ہے۔ خانۂ محنت و بدنامی ہے۔ نفرین فرستادۂ بایزید بسطامیؒ ہے۔ کم ہمت خود پرستوں کا دیر ہے اور رو کردۂ ابوسعید ابوالخیر ہے۔ جرعۂ جانسوز ہر تلخی ہے۔ پشت پا زدۂ شقیق بلخی ہے۔ اتقیا نے اسے پھینک دیا اور اشقیا نے اسے اُٹھا لیا۔ طالب دنیا ذلیل اور اس کی زبان عذر کلیل (عاجز) اور یہ آیت اہل عبرت کے لیے دلیل:

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ (سورۂ نساء آیہ ۷۷)

"کہہ دنیا کا سامان بہت تھوڑا ہے۔"

Marfat.com

اے عزیز دنیا جائے آسائش نہیں بلکہ جائے آزمائش ہے۔ ایک طالبِ بہشت ہے' ایک طالبِ دوست ہے۔ میں اس پر قربان جس کی ہمت ہمہ اوست ہے۔ طالبِ دنیا رنجور ہے' طالبِ عقبیٰ مزدور ہے اور طالبِ مولیٰ مسرور ہے۔ گل بن' خار مت بن' یار بن' اغیار مت بن اور مارِ بد (برا سانپ) یارِ بد سے بہتر ہے۔

اپنے اوقات شریف پر نظر ڈالیے کہ کیسے گزر رہے ہیں۔ بچپن میں پستی ہے' جوانی میں مستی ہے' بڑھاپے میں سستی ہے۔ پس پرستشِ حق کب کرو گے؟ اے عزیز تصوف کیا ہے؟ کام کرنا مزدوری نہ مانگنا' تکلیف سہنا کسی سے نہ کہنا۔ عارف کے لیے دنیا باعث عار ہے۔ اس کے نزدیک آخرت خوار ہے۔ اُسے اِس سے یا اُس سے کیا کام...... زاہد طالبِ بہشت ہے' عارف طالب دوست ہے اور صوفی خود ہمہ اوست ہے۔

اے عزیز! اس راہ میں مرد بن' پُر درد بن' کارِ خام نہ کر' کوئے ہوس میں مقام نہ کر' خلق خدا میں دِل نہ لگا کہ بدحال ہو جائے گا۔ خدا میں دِل لگا تو خوش حال ہو جائے گا۔ اگر پانی پر چلتے ہو تو تم تو خس (تنکا) ہوئے اگر ہوا میں اُڑتے ہو تو تم تو مگس (مکھی) ہوئے' دوسروں کی دِلداری کرو تاکہ تم سب کے دِلدار بنو۔ جو شخص یہ دس خصلتیں اختیار کرے وہ دونوں جہان میں سردار بنے: خدا کے ساتھ صدق سے' مخلوق کے ساتھ انصاف سے' اپنے نفس کے ساتھ قہر سے' درویشوں کے ساتھ لطف سے' بڑوں کے ساتھ خدمت سے' چھوٹوں کے ساتھ شفقت سے' دوستوں کے ساتھ نصیحت سے' دشمنوں کے ساتھ بردباری سے' عالموں کے ساتھ انکسار سے اور جاہلوں کے ساتھ خاموشی سے پیش آئے۔

توحید یہ ہے کہ خدا کو یگانہ جانو نہ یہ کہ اسے یگانہ کہو۔ توحید یہ نہیں کہ اسے زبان پر رکھو' توحید یہ ہے کہ اسے جان کے درمیان رکھو____ اے اللہ! اس چراغِ افروختہ کو مت بجھا اور اس دِلِ سوختہ کو مت جلا۔

اس طرح زندگی گزارو کہ لائق ثنا بنو۔ ایسی زندگی مت گزارو کہ مستحق بددعا بنو۔

Marfat.com

اے اللہ! اگر عبداللہ کو جلانا ہے تو اس کی آلائش کے لیے ایک اور دوزخ چاہیے اور اگر اسے نوازنا ہے تو اس کی آسائش کے لیے ایک اور جنت چاہیے۔

راہِ حق میں اگر مرد روحانی اور بندہ رحمانی ہو تو وہ ترکِ خلائق اور ترکِ علایق کر سکتا ہے۔

مرید کا کام جستجو ہے اور مراد (مرشد) کا کام گفتگو ہے۔ مرید ریاضت کرتا ہے اور مراد عنایت کرتا ہے۔

اے اللہ! جو تیری راہ میں قتل ہوا اس سے خون نہیں نکلتا اور جو تیری راہ میں جل جائے اس سے دھواں نہیں اُٹھتا؟ جب منصور حلاج کو قید خانے میں لے گئے تو اٹھارہ روز وہ قید خانے میں رہے (ایک روز) شبلیؒ ان کے پاس گئے اور پوچھا: محبت کیا ہے؟ کہا: کل آنا تا کہ بتاؤں۔ اگلے روز حسین منصور حلاج کو پھانسی گھاٹ کے پاس لے گئے۔ شبلیؒ آئے اور کہا: میں نے جو پوچھا تھا اس کا جواب تو دے دو۔ منصور نے کہا: اوّلھا حبل و آخرھا قتل "یعنی آغاز قید ہے اور انجام قتل ہے"۔

تین چیزوں پر اعتماد مت کرو: دِل پر' وقت پر اور عمر پر۔ کیونکہ دِل زنگ گیر ہے (زنگ پکڑ لیتا ہے)' وقت تغیر پذیر ہے اور عمر تمام تر تقصیر ہے۔

راست گوئی کرو' عیب جوئی مت کرو' جہاندیدہ بزرگوں کا احترام کرو اور علم کے حاصل کرنے سے عار مت کرو۔

اصل سے خطا نہیں اور بے اصل سے وفا نہیں۔ تہمت کی جگہ پر مت جاؤ' لوگوں کے ظاہر پر فریفتہ مت ہو' کمینوں کی صحبت سے بچو اور جو شخص ملامت کی پرواہ نہ کرتا ہو اس سے دور رہو۔

اے اللہ! اگر کچھ کہتا ہوں تو صرف تیری ثنا کہتا ہوں اور اگر کچھ ڈھونڈتا ہوں تو تیری رضا ڈھونڈتا ہوں۔

اے اللہ! وہ دِل دے جو اطاعت میں اضافہ کرے اور وہ اطاعت دے جو بہشت کی طرف رہنمائی کرے' وہ علم عطا فرما جس میں آتش ہوا (خواہش نفس کی آگ) نہ ہو اور وہ عمل دے کہ جس میں آب ریا (مکر و ریاکاری کا پانی) نہ ہو۔

Marfat.com

ابومعشر بلخیؒ فرماتے ہیں: مجھ پر چھ چیزیں واجب ہیں: ان میں سے دو زبان پر، دو بدن پر اور دو دِل پر۔ زبان پر یہ دو چیزیں واجب ہیں: ایک ذکر خدا، دوسری اچھی بات۔ بدن پر یہ دو چیزیں واجب ہیں: اطاعت خدا اور رنج خود۔ دِل پر یہ دو چیزیں واجب ہیں: ایک حکم خدا کا احترام کرنا اور خلق خدا پر شفقت کرنا ہے۔

منہاج العابدین

منہاج العابدین حضرت امام محمد غزالی (م ۵۰۵ ھ) کی تالیف ہے۔ یہ کتاب عربی زبان میں تھی۔ عمر بن عبدالجبار بن عمر سعدی زہری ساوی (قرن ہفتم ہجری) نے اس کتاب کا فارسی میں ترجمہ کیا۔ (مقدمۂ ترجمہ منہاج العابدین، ص ۱)

یہ کتاب جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے عابدین کے لیے راہ راست (سیدھا راستہ) ہے کہ منہاج کے معنی راہ راست کے ہیں یعنی اس کتاب میں راہِ آخرت میں صوفی کو جو دشواریاں اور مشکلات آتی ہیں ان کا ذکر بھی ہے اور یہ کتاب ان کا حل یا علاج بھی پیش کرتی ہے۔

نمونہ مطالب

ہمارے علما نے کہا ہے کہ نفس کو تین چیزوں سے ذلیل و خوار کیا جا سکتا ہے اور اسے شکست دی جا سکتی ہے: ایک یہ کہ اسے شہوتوں سے روکا جائے کیونکہ جب سرکش چارپائے کا چارہ کم کرو گے تو وہ مطیع ہو جاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ نفس پر عبادات کا بوجھ ڈال دیا جائے جب بوجھ زیادہ کر دو گے اور اُسے چارہ کم دو گے تو وہ تمہارا مطیع ہو جائے گا اور تیسرا یہ کہ قلب کو گناہوں سے پاک کیا جائے۔ تم اپنی آنکھ کی حفاظت کرو کہ تمام فتنوں کی جڑ آنکھ ہے۔ اس کے تین پہلو ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوا مِنْ اَبْصَارِهِمْ یعنی مومنین سے کہو کہ اپنی آنکھوں کو جھکا کر رکھیں (سورۂ نور، آیہ ۳۰)

اس آیت میں تین معانی پوشیدہ ہیں: تادیب، تنبیہ اور تہدید یعنی ادب سکھانا، بیدار کرنا اور ڈرانا۔ ادب یوں سکھایا کہ مومنوں سے کہو کہ آنکھیں نیچی رکھیں اور جو چیزیں نہیں دیکھنی چاہئیں وہ نہ دیکھیں۔ ذٰلِکَ اَزْکٰی لَهُمْ میں تنبیہ پوشیدہ ہے کہ

Marfat.com

آنکھ کی حفاظت کرنے میں دِل کی پاکیزگی پوشیدہ ہے اور باعث خیر بھی ہے کہ زکات میں دراصل نشو ونما کے معنی بھی ہیں گویا حفاظت چشم میں تطہیر دِل بھی ہے اور تکثیر خیر بھی اور اگر ایسا نہیں کرو گے تو ہلاک ہو جاؤ گے اور تہدید اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌ بِمَا یَصْنَعُوْنَ میں پنہاں ہے جس طرح ایک اور جگہ فرمان حق ہے:

یَعْلَمُ خَآئِنَۃَ الْاَعْیُنِ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ یعنی اللہ تعالیٰ آنکھوں کی خیانت کو اور دل میں چھپی ہوئی بات کو جانتا ہے (سورۂ مومن' آیہ ۱۹)

دوسرا پہلو یہ ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ سے ایک روایت ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ عورتوں کے حسن پر نظر ڈالنا ابلیس کے تیروں میں سے ایک تیر ہے جو اس تیر سے خود کو بچاتا ہے خداوند تعالیٰ اسے عبادت کا ذائقہ چکھاتا ہے جس سے اسے شادمانی حاصل ہوتی ہے۔ تیسرا پہلو یہ ہے کہ تم اپنے تمام اعضا پر نظر ڈالو کہ کس کام کے لائق ہیں؟ اسی کام کے لیے ان کی حفاظت کرو۔ پاؤں اس لیے ہیں تاکہ جنت کے باغ اور اس کے محلوں میں سیر کریں اور ہاتھ اس لیے ہیں تاکہ اس سے شراب طہور پی جائے اور جنت کے درختوں کے میوے کھائے جائیں اور آنکھ اس لیے ہیں تاکہ جلوۂ ربُّ العالمین دیکھا جائے۔ تمہیں چاہیے کہ بری اور گندی باتیں سننے سے اپنے کانوں کی حفاظت کرو جس کی دو وجوہات ہیں: ایک یہ کہ روایت میں ہے کہ سننے والا کہنے والے کا شریک ہے (**المستمع شریک للقائل**) دوسرے جو بات سن لی اور دِل میں بیٹھ گئی وہ کھانے کی طرح ہے جو پیٹ میں چلا گیا کچھ کھانا مفید ہوتا ہے اور کچھ نقصان دہ' کچھ کھانا غذا بن جاتا ہے اور کچھ زہر' لیکن جو بات کان میں پڑ گئی اس کا اثر کھانے کے اثر سے زیادہ ہے کہ کھانا معدے سے تھوڑی ہی دیر میں گزر جاتا ہے اور اگر اس کا اثر دیر تک رہے تو اس کی دوا ہے جسے کھا کر اس کے برے اثر کو زائل کیا جا سکتا ہے اور بات کا اثر ساری عمر باقی رہتا ہے۔ بات بھولتی نہیں اور اگر وہ بری ہو تو ہمیشہ دِل کو دکھاتی رہتی ہے۔

تم زبان کی حفاظت کرو اور اسے نظم وضبط کا پابند کرو چونکہ وہ تمام اعضا میں سب سے زیادہ سرکش ہے۔ اس کی بغاوت اور سرکشی اور اس کا فساد سب سے زیادہ

Marfat.com

ہے۔ حضرت سفیان بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا: میری کس چیز سے آپؐ سب سے زیادہ ڈرتے ہیں؟ تو آپؐ نے اپنی زبان ہاتھ میں پکڑ کر کہا: اس سے۔

تم اپنے دِل کی بھی حفاظت کرو اور اس سلسلے میں سب سے زیادہ جدوجہد اور محنت کرو چونکہ دِل کو تمام اعضا سے زیادہ خطرات ہیں۔ دِل کا معاملہ بہت نازک ہے اور اس کی اصلاح بہت مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بار بار قرآن پاک میں فرمایا ہے:

انّ اللّٰہ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (سورۂ ھود آیہ ۵)

''اللہ تعالیٰ تمہارے دِل کی بات جانتا ہے''۔

رسول اکرمؐ کا فرمان ہے: اللہ تعالیٰ نہ تمہاری صورتوں کو دیکھتا ہے نہ تمہارے اعمال کو وہ تو تمہارے دِلوں کو دیکھتا ہے۔

پس دِل اللہ تعالیٰ کی نظر گاہ ہے۔ عجیب بات ہے کہ تم اپنے چہرہ کو جو مخلوق کی نظر گاہ ہے روزانہ دھوتے ہو اور پاک وصاف رکھتے ہو' اسے آراستہ کرتے ہو تا کہ لوگ اس کی گندگی یا عیوب سے آگاہ نہ ہوں اور دِل جو خدا کی نظر گاہ ہے اسے تم نے بھلا رکھا ہے' اس کی برائیوں اور عیوب و آفات سے تم بالکل بے پروا ہو۔

دِل انسانی جسم میں بادشاہ کی طرح تمام اعضا پر حکمران ہے۔ تمام اعضا اس کے حکم کے ماتحت ہیں۔ جب بادشاہ یعنی دِل پاک ہو گا تو رعایا یعنی تمام اعضا بھی صحیح کام کریں گے۔ فرمانِ رسولِ خدا ہے کہ تمہارے جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے اگر وہ ٹھیک ہے تو سارا جسم ٹھیک ہے اگر وہ فاسد ہو جائے تو سارا جسم فاسد ہو جائے گا اور وہ قلب ہے۔

دِل ایک خزانہ ہے جس میں عقل و بصیرت و معرفت کے موتی موجود ہیں۔ ایسے خزانے کی حفاظت کرنا اور چوروں اور ڈاکوؤں سے بچانا ازبس ضروری ہے۔ دِل کی اہمیت تمام دوسرے اعضا کے مقابلے میں سب سے زیادہ ہے کیونکہ

۱۔ دشمن (شیطان) ہمیشہ دِل کے پیچھے لگا ہوا ہے۔ دِل الہام اور وسوسہ کا مقام ہے۔ ہمیشہ فرشتہ اور شیطان اسے دعوت دیتے رہتے ہیں۔

Marfat.com

۲- دِل کی دنیا میں عقل بھی ہے اور ہوس بھی اور دونوں کے لشکر آپس میں جنگ کرتے رہتے ہیں۔ ملک دِل کو ہوس کے لشکروں سے بچانا لازمی ہے۔

۳- دِل کی بیماریاں بہت ہیں۔ مختلف خیالات و خواطر تیروں اور بارش کی طرح اس پر برستے رہتے ہیں اور تمہیں قدرت نہیں کہ ان کا تدارک کر سکو۔ دِل آنکھ کی طرح نہیں کہ آنکھ بند کی اور آنکھ کی آفات سے رہائی پالی اور زبان کی طرح بھی نہیں کہ زبان منہ میں بند کی اور اس کی برائی سے بچ گئے۔ دِل کو خواطر و خیالات سے بچانا بہت دشوار ہے۔

۴- دِل کی بیماریوں کا علاج بہت مشکل ہے اور پھر اس پر آفات بھی جلد جلد آتی ہیں۔ اس لیے خدا کے خاص بندے دِل سے بہت ڈرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے:

يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ (سورۂ نور' آیہ ۳۷)

"یعنی اس دن سے ڈرتے ہیں جس دن دِل اور آنکھیں خوف سے اُلٹ جائیں گی۔" بالعموم دِل کی بیماریاں چار ہیں:

۱- طول امل یعنی بہت سی آرزوئیں رکھنا۔

۲- کام میں جلدی کرنا۔

۳- حسد۔

۴- کبر۔

علاج یہ ہے کہ انسان مختصر آرزوئیں رکھے۔ ہر کام آرام سے سوچ سمجھ کر کرے۔ لوگوں کو اچھی باتوں کی نصیحت کرے اور ان کی خوشحالی کی تمنا کرے۔ عجز و انکسار اختیار کرے۔

یاد رکھو! حسد تمام نیکیوں کو خراب کر دیتا ہے اور انسان کو گناہ پر آمادہ کرتا ہے۔ یہ وہ بیماری ہے کہ جس میں بہت سے علما اور قاری حضرات مبتلا ہیں۔ عوام اور جہلا کی تو بات ہی کیا' حسد نے انہیں ہلاک کر دیا اور انہیں جہنم میں پہنچا دیا ہے۔ فرمانِ رسول اکرمؐ ہے: چھ گروہ چھ چیزوں کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے: اہل عرب تعصب

Marfat.com

کی وجہ سے' حکام ظلم وستم کی وجہ سے' زمیندار غرور کی وجہ سے' تاجر خیانت کی وجہ سے' دیہاتی جہالت کی وجہ سے اور علما حسد کی وجہ سے۔

یاد رکھو! حسد سے پانچ چیزیں پیدا ہوتی ہیں: ایک فساد طاعت یعنی نیکیاں فاسد ہو جاتی ہیں۔ حضور اکرمؐ کا فرمان ہے: حسد' حسنات یعنی نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ ایندھن کو کھا جاتی ہے___ دوم فعل معصیت یعنی گناہ کا ارتکاب جیسا کہ حضرت وھب کا قول ہے: حاسد کی تین علامتیں ہیں: ایک جب تمہارے سامنے ہو گا تو چاپلوسی کرے گا۔ دوم جب غائب ہو گا یعنی تمہاری عدم موجودگی میں غیبت کرے گا اور تمہاری مصیبت پر خوش ہو گا اور ملامت پر سرزنش کرے گا' خداوند تعالیٰ نے بھی حاسد کے شر سے پناہ مانگنے کے بارے میں فرمایا ہے: وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ (سورۂ فلق' آیہ ۵)___ سوم فضول تکلیف وغم بلکہ بے فائدہ ذہنی بوجھ کا انسان شکار ہو جاتا ہے جیسا کہ حضرت ابن سماکؒ فرماتے ہیں: میں نے کسی ظالم کو حاسد سے زیادہ مظلوم نہیں دیکھا___ چہارم حاسد کا دِل اندھا ہو جاتا ہے وہ خدا کے کسی حکم کو سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتا___ پنجم محرومی وتباہی یعنی حاسد کبھی اپنی مراد نہیں پاتا اور حاسد کیسے مراد پا سکتا ہے؟ چونکہ اس کی مراد تو یہ ہے کہ اللہ کے بندوں پر اس کی نعمتیں ختم ہو جائیں۔

شکم یا پیٹ کی اصلاح بھی بہت مشکل ہے چونکہ پیٹ منبع اور معدن ہے یعنی مرکز وکان ہے دوسرے اعضا اس سے اثر پذیر ہوتے ہیں' اسی سے قوت اور ضعف یا کمزوری پیدا ہوتی ہے پس تمہیں چاہیے کہ حرام کھانے سے پیٹ کی حفاظت کرو اور مشتبہ کھانے سے پرہیز کرو یعنی ایسے کھانے سے جس کے بارے میں شبہ ہو کہ وہ حرام یا مکروہ ہے یا نہیں' اس سے بھی بچنا چاہیے۔

جو شخص حرام کھانا کھاتا ہے راندۂ بارگاہ حق ہے اور اسے عبادت کی توفیق نہیں ملتی چونکہ وہ خدمت کے لائق نہیں کہ خداوند تعالیٰ نے جنابت (پاک نہ ہونے) کی صورت میں قرآن پاک کو چھونے سے منع فرمایا ہے کہ فرمان ہے: لَا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (سورۂ واقعہ' آیہ ۷۹) اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی نماز کو قبول نہیں فرماتے جس

Marfat.com

کے پیٹ میں لقمہ حرام ہو۔ بہت کھانے سے دِل سخت ہو جاتا ہے اور دِل کا نور ختم ہو جاتا ہے۔ بہت کھانے سے عبادت کی قلت پیدا ہوتی ہے اور کم فہمی اور کم علمی بڑھتی ہے۔ یاد رکھو! زندگی کا مقصود عبادت ہے کھانا پینا نہیں۔

ایک بزرگ نے فرمایا: میں ایک سفر میں تنہا فقیرانہ لباس میں تھا۔ میں نے ایک مسجد میں قیام کیا۔ شیطان نے وسوسہ ڈالا کہ یہ مسجد لوگوں سے بہت دور ہے تم ایسی مسجد میں ٹھہرو کہ لوگ تمہیں دیکھیں' تمہارا حال معلوم کریں اور تمہاری عزت و خدمت کریں۔ میں نے اس وسوسہ کے خلاف فیصلہ کیا اور کہا: میں ٹھہروں گا بھی اسی مسجد میں اور کھاؤں گا بھی حلوا اور جب تک میرے منہ میں حلوے کا لقمہ نہیں ڈالیں گے میں نہیں کھاؤں گا۔ میں نے عشا کی نماز پڑھی اور مسجد کا دروازہ بند کر دیا۔ جب رات کا کچھ حصہ گزر گیا تو کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ باہر ایک آدمی چراغ لیے کھڑا تھا' جب اس نے دوبارہ دروازہ زور سے کھٹکھٹایا تو میں نے دروازہ کھول دیا۔ باہر ایک بڑھیا اور ایک شخص کھڑا تھا۔ ان کے پاس ایک حلوے کی پلیٹ تھی' یہ دونوں اندر آ گئے اور انہوں نے حلوے کی پلیٹ میرے سامنے رکھ دی۔ بڑھیا نے کہا: یہ میرا بیٹا ہے اس کے لیے میں نے یہ حلوا بنایا ہے۔ اس نے قسم کھائی ہے کہ یہ حلوا میں اکیلا نہیں کھاؤں گا بلکہ کسی مسافر کے ساتھ کھاؤں گا۔ اب چونکہ تم اس مسجد میں مسافر ہو یہ حلوا اس کے ساتھ کھاؤ اللہ تعالیٰ تجھ پر رحمت کرے۔ وہ بیٹھ گئی اور ایک لقمہ اپنے بیٹے کے منہ میں رکھتی تھی اور ایک میرے منہ میں۔[۵]

سراج السائرین

سراج السائرین عارف ربانی' صوفی صمدانی شیخ الاسلام احمد جام نامقی المعروف بہ ژندہ پیل (۵۳۶-۴۴۰ھ) کی تالیف ہے۔ اس کتاب کی تالیف کے بارے میں مؤلف کہتے ہیں: جب کوئی شخص کتاب مرتب کرتا ہے تو وہ اس کے مطالب دوسری کتابوں سے اخذ کرتا ہے لیکن میں نے یہ کتاب بغیر کسی کتاب سے مدد لیے خدا کے الہام سے تالیف کی ہے۔

سراج السائرین کے چوبیس ابواب ہیں اور تمام ابواب میں فضائل و رذائل'

Marfat.com

پرہیزگار صوفی اور مکار صوفی و عشق و ہوس وغیرہ کے فرق کو بیان کیا ہے ضمناً آیات قرآنی' احادیث نبوی' اقوال بزرگان' تمثیلات اور حکایات بھی بیان ہوئی ہیں۔

نمونہ مطالب

آسایش خلق اور ہوس پرستی کے فرق کے ضمن میں فرماتے ہیں: اگر تم کوئی پیشہ نہیں رکھتے بیلچہ ہاتھ میں پکڑو' یا درانتی ہاتھ میں لو' یا اینٹیں تھاپو' یا لکڑیاں کاٹو۔ مختصر یہ کہ بہت سے کام ہیں جو طاقت ور کے لیے بھی ہیں اور کمزور کے لیے بھی۔ مسلمانوں پر بوجھ ڈالنا اور شب و روز مسلمانوں کے دستر خوان پر روٹیاں توڑنا اور ان کے لیے باعث زحمت بننا ہرگز مناسب نہیں۔

تم نکمے کیوں بنتے ہو؟ محنت کیوں نہیں کرتے؟ درویشوں کے لیے روزی کیوں نہیں مہیا کرتے؟ اور ان کی خدمت کو اللہ کے لیے کیوں نہیں پسند کرتے؟ اور انہیں اپنا ممنون کرم کیوں نہیں بناتے؟ اگر ایسا کرو گے پھر تو میں سمجھوں گا تم سچ کہہ رہے ہو اور آسایش خلق کے لیے کام کر رہے ہو۔

جو آدمی اپنی کمائی کا ایک پیسہ بھی کسی فقیر کو دیتا ہے اس کا ثواب اسے سات سو گنا ملتا ہے اور جو لوگوں سے مانگتا ہے وہ قیامت کے دن پیش ہوگا اس کا منہ چھلا ہوا ہوگا اور اس سے پیپ بہہ رہی ہوگی کہ یہ وہ آدمی ہے جس نے لوگوں سے مانگ کر گزارہ کیا۔ اگر تم دونوں جہاں کی آسایش چاہتے ہو تو ایسے کام کرو جو خدا کے فرمان اور سنت رسول ﷺ کے مطابق ہوں تاکہ تم دونوں جہاں میں آسایش پاؤ۔ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ عزیز دو جہاں بنے اسے خلق خدا پر بالکل ظلم نہیں کرنا چاہیے۔ ان کے ساتھ نرمی سے پیش آنا چاہیے اور جو چیز دوسروں کے پاس ہے اس کا لالچ نہیں کرنا چاہیے تاکہ تم دونوں جہاں میں باعزت بنو۔ تمہیں چاہیے کہ تم لوگوں کے ساتھ خوش طبعی اور خوش خلقی کے ساتھ میل جول کرو۔ تمہیں اس طرح زندگی گزارنی چاہیے کہ خدا اور اس کے رسولؐ اور تمام مخلوق تمہیں دوست رکھے اور انکی دوستی یوں حاصل ہوسکتی ہے کہ مخلوق خدا سے تم کچھ نہ مانگو ان پر بوجھ نہ بنو بلکہ ان کا بوجھ تم برداشت کرو' سب تمہارے دوست ہو جائیں گے خواہ وہ تمہارے دشمن ہی کیوں نہ ہوں۔

Marfat.com

غیبت اور نصیحت کے فرق کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: غیبت اور نصیحت میں فرق کرنا بڑا مشکل ہے چونکہ نصیحت تمام اچھے اعمال میں سب سے اول ہے اور اسی طرح غیبت تمام برائیوں کی بنیاد ہے۔ دونوں بظاہر ایک دوسرے سے مشابہ ہیں۔ ایک تمام تر نیک بختی ہے اور دوسری تمام تر شقاوت۔ ہر حاسد جو یہ چاہتا ہے کہ کسی کی نعمتوں کو نقصان پہنچا دے تو وہ نصیحت کے روپ میں آتا ہے اور چغل خوری کا پیشہ اختیار کرتا ہے جب تک اپنے مقصد کو نہ حاصل کر لے جس طرح ابلیس ملعون نے حضرت آدم صفی اللہ سے سلوک کیا۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں:

وَ قَاسَمَهُمَآ اِنِّیْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِیْنَ (سورۂ اعراف' آیہ۲۱)

ابلیس حضرت آدم علیہ السلام کے پاس ناصح کے بھیس میں آیا تاکہ آدم علیہ السلام کو اپنی جھوٹی قسموں سے بہشت کی نعمتوں سے محروم کر کے اس سرائے غرور (یعنی دھوکے کی دنیا) میں پہنچا دے اور جنت سے نکلوا کر (زمین کے) قید خانے میں ڈلوا دے' تمام حاسد اور چغل خور ایسا ہی کرتے ہیں کہ وہ اپنے کام میں ہوشیار اور استاد ہوتے ہیں۔ بہشتی مردِ مومن سادہ دِل اور بغیر کھوٹ کے ہوتا ہے اس میں کسی قسم کا اُلٹ پھیر نہیں ہوتا وہ سب کو اپنے جیسا جانتا ہے اسے نہیں معلوم ہوتا کہ بدکار' مکار' بغض رکھنے والا حاسد کیا کر رہا ہے اور کس طرح اسے فریب دے رہا ہے۔ سچا مسلمان حاسد کے کہنے پر چل پڑتا ہے سوائے اس شخص کے جسے اللہ تعالیٰ بچا لے۔۶

عوارف المعارف

شیخ الاسلام ابو حفص عمر بن محمد بن عبداللہ بکری ملقب بہ سہروردی شافعی (۶۳۲-۵۳۹ھ) کی تالیف ہے اور صوفیانہ ادب میں بہت ہی اہم اور مشہور ہے' یہ کتاب عربی میں لکھی گئی تھی۔ سید شریف جرجانی (م۸۱۶ھ) نے اس کتاب پر حواشی لکھے۔ ایک شخص عارفی نامی نے اس کا ترکی زبان میں ترجمہ کیا۔ ظہیر الدین عبدالرحمٰن بن علی شیرازی (م۷۱۶ھ) اور اسماعیل بن عبدالمومن ابو منصور اصفہانی (م۷۱۰ھ) اور قاسم داؤد نے اس کا فارسی میں ترجمہ کیا۔ صدر الدین جنید بن فضل اللہ بن شیخ عبدالرحمٰن شیرازی نے بھی اس کتاب کا فارسی میں ترجمہ کیا ہے۔ شیخ عزالدین محمد

Marfat.com

کاشانی (وفات ۷۳۵ھ) نے عوارف المعارف کے مطالب پر مشتمل ایک کتاب مصباح الہدایت تالیف کی۔ سید محمد گیسو درازؒ (وفات ۸۲۰ھ) نے عوارف المعارف کے ترجمے کے ساتھ اس کی شرح بھی لکھی۔ قاسم داؤد کا ترجمہ سب سے بہتر سمجھا جاتا ہے جو اس نے ۶۴۲ھ میں کیا تھا۔ اسماعیل بن عبدمومن منصور نے بھی چند دوستوں کے کہنے پر ۶۶۵ھ میں فارسی میں عوارف المعارف کا ترجمہ کیا تھا۔ اس کتاب میں ایک مختصر سا مقدمہ اور تریسٹھ ابواب ہیں۔

نمونہ مطالب

ادب صوفی یہ ہے کہ وہ اپنے ظاہر و باطن کو پاک و صاف رکھے اور اپنی ذات کو اعلیٰ اخلاق کے زیور سے آراستہ رکھے۔ تمام اعلیٰ اخلاق کی بنیاد خوش خلقی ہے۔ حضرت رسولؐ کا فرمان ہے: لوگوں کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آؤ۔ جب حق تعالیٰ نے مخلوقات کو پیدا کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اچھائی اور برائی قبول کرنے کی صلاحیت بھی عطا کی اور ساتھ ہی ان کو اعلیٰ اخلاق بھی عطا کیے۔ حسن خلق انسانی وجود میں اس طرح پوشیدہ ہے جس طرح آگ چقماق میں اور جس طرح کھجور کے درخت کا وجود کھجور کی گٹھلی میں ہے۔ انسان کو الہام کیا کہ وہ آگ کو چقماق سے پیدا کرے، پھل دار درخت گٹھلی سے پیدا کرے۔ پس اسی طرح نیکی، برائی اور اعلیٰ اخلاق کی صلاحیت انسان کے وجود میں پنہاں ہے۔ پھر انسان کو اللہ تعالیٰ نے الہام کے ذریعے علم دین دیا اور تربیت و تہذیب سے انسانی شخصیت کو نشو ونما عطا کی۔ ے

المصباح فی التصوف

المصباح فی التصوف سعدالدین حمویہ (م ۶۵۰ھ) کی تالیف ہے جو تصوف نظری پر مشتمل ہے اور جس میں صوفیانہ اشارات و تاویلات ہیں مثلاً نقطہ کی اقسام، حروف کی اقسام اور قلم کی تاویل وغیرہ۔

نمونہ مطالب

اے عاقل فاضل اے قابل مقبل یاد رکھ نقطہ تین قسم کا ہے: ایک سیاہ، ایک سفید اور ایک سرخ۔ نقطہ سیاہ سے اشارہ ذات کی طرف ہے، نقطہ سفید سے اشارہ

Marfat.com

صفات کی طرف ہے اور نقطہ سرخ سے مراد خلق ہے اور سمع و بصر و نطق کی طرف بھی اشارہ ہے' روح اللہ' روح القدس اور روح الامین۔ نفس واحدہ' واخذہ' واجدہ۔ الہیت' نبوت' ولایت۔ آدم و حوا و اولاد کی جانب بھی اشارہ ہے۔

اصلی اور حقیقی نقطہ ایک ہی ہے۔ یہ جو اقسام بیان کی گئی ہیں حق کے مراتب ہیں' اس کے نور کے ظہور کے مقام ہیں' وہ مختلف حروف میں ظہور پذیر ہوتا ہے' اس کا پہلا مظہر حرف الف ہے اور الف کی چار حدیں ہیں اور وہ ہیں اول' آخر' ظاہر اور باطن۔ اس کے چار رکن ہیں اور وہ شکل' مثال' صورت اور ہیئت ہیں' اس کے چہار مظہر ہیں: آگ' مٹی' ہوا اور پانی۔ انہیں عناصر کہتے ہیں۔ ان عناصر کے باطن میں چار جوہر ہیں جو روح' نفس' عقل اور قلب ہیں۔ ان میں چار ملک ہیں جو فردیت' صمدیت' تنزیہ اور تقدیس ہیں۔ ان کے چار حجاب ہیں وہ حرص' بخل' امید اور کبر ہیں۔

یاد رکھو! نقطہ وجود ہے' الف ذات ہے' حروف صفات ہیں اور اعراب مخلوق ہیں۔ یاد رکھو! قلم کے تین حروف ہیں: قاف و لام و میم۔ قاف سے قلم کی طرف اشارہ ہے' لام سے لوح کی جانب اور میم سے ملکوت کی طرف اشارہ ہے۔

زیادہ کھانے سے دِل کا فساد پیدا ہوتا ہے اور کم کھانے سے بدن اور دِل دونوں ٹھیک رہتے ہیں۔ آہستہ کھانے کی کوشش کرو تاکہ شاہزادۂ دِل کو طبیعت کے کنویں سے باہر نکال لو اور اسے گرگِ غضب کے چنگل سے نجات دلا دو اور حسد' کینہ' غرور' حرص' آرزو' خواہش نفسانی' نفس امارہ' مکر و حیلہ کے بھائیوں سے رہائی دلاؤ تاکہ وہ ولایت کے مصر میں پہنچے اور ملکِ مصر کا بادشاہ بن جائے۔[۸]

مرصادالعباد

مرصادالعباد من المبداء الی المعاد ابوبکر عبداللہ بن محمد بن شاہاور الاسدی المعروف بہ شیخ نجم الدین رازی (م۶۵۴ھ) کی تالیف ہے۔

یہ کتاب تصوف کی اہم کتابوں میں شمار ہوتی ہے۔ اس کتاب میں پانچ باب اور چالیس فصلیں ہیں۔ اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں بادشاہوں' وزیروں' تاجروں' کسانوں' زمینداروں اور صنعت کاروں کے سلوک و تصوف کا ذکر بھی ہے۔

اس کتاب کے پانچ باب اسلام کے پانچ ارکان سے اور چالیس ابواب چلہ یا اربعین سے نسبت رکھتے ہیں۔

اس کتاب کے تمام مطالب کتاب و سنت سے ماخوذ ہیں اسی لیے ہر فصل کے شروع میں احادیث و قرآنی آیات لائی گئی ہیں۔ اس کتاب کے مطالب کا بنیادی مقصود یہ ہے کہ سالک کو یہ معلوم ہو کہ وہ کون ہے؟ کہاں سے آیا ہے؟ کیوں آیا ہے؟ کیسے آیا ہے؟ اور کہاں جائے گا؟ اور کیسے جائے گا؟ اس کا مقصود حیات کیا ہے؟ سالک صراط مستقیم پر چلے، غرور سے دور رہے اور صحیح راستے پر چل کر مقصود اصلی کو پالے۔

نمونہ مطالب

دین کی بہت سی صفات ہیں اور ہر صفت کو کسی ایک نبی نے کمال کو پہنچایا ہے مثلاً آدم علیہ السلام صفوت کی صفت میں مقام کمال کو پہنچے، حضرت ابراہیم علیہ السلام دوستی میں، موسیٰ علیہ السلام صفت مکالمت میں، ایوب علیہ السلام صفت صبر میں، یعقوب علیہ السلام صفت حزن میں، یوسف علیہ السلام صفت صدق میں، داؤد علیہ السلام تلاوت میں، سلیمان علیہ السلام شکر میں، یحییٰ علیہ السلام صفت خوف میں، عیسیٰ علیہ السلام صفت تجرد و ترک دنیا میں کمال پر تھے لیکن ایک صفت جو تمام اوصاف کی سرتاج اور ان میں سب سے بہترین ہے وہ صفت محبت ہے اور دین کی اس صفت کو حضرت رسول اکرمؐ نے کمال کے درجے کو پہنچایا، چونکہ حضرت محمدؐ شخص انسانی کا دِل تھے اور جذبہ محبت کو پروان چڑھانا دِل کا کام ہے اور دین کا کمال بھی محبت کے کمال ہی میں ہے چونکہ دین اسلام بلحاظ محبت کمال پر ہے اس لیے دوسرے ادیان منسوخ ہو گئے کہ جب پانی آ جائے تو تیمّم کرنا جائز نہیں رہتا۔

کلمہ شہادت یعنی لا الہ الا اللّٰہ اس جہان کی خبر دیتا ہے جو اس کے اور خدا کے درمیان بغیر کسی واسطے کے موجود ہے۔ اس عالم میں پہنچنے کا شوق اور اس حالت کے حاصل کرنے کا ذوق سالک کے دِل میں پیدا ہوتا ہے اور وہ حق کی طرف مراجعت کی خواہش کرتا ہے، اِس عالم سے دِل کا تعلق توڑ لیتا ہے نفسانی خواہشات سے وہ منہ پھیر لیتا ہے اور فوراً جو طلسم تھا وہ کھل جاتا ہے، اسی طرح نماز اس کو دو حالتوں کی خبر دیتی

ہے: ایک وہ صورت حال جو نماز کی حرکتوں سے وابستہ ہے اور دوسری وہ صورت حال جو نمازی کی مناجات کی صفت سے وابستہ ہے۔ نماز کی ظاہری صورت اسے اس دنیا میں آنے کی خبر دیتی ہے اور اس جہان کی طرف لوٹنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے اور صورت نماز کے چار رکن ہیں: ایک قیام' دوسرا رکوع' تیسرا سجود اور چوتھا قعود۔ رکوع مقام حیوانی کی خبر دیتا ہے کہ تمام حیوانات رکوع میں ہیں اور جھکے ہوئے ہیں اور سجدہ عالم جمادات کی خبر دیتا ہے کہ تمام جمادات سجدہ میں ہیں اور سر برزمین ہیں اور قعود نباتات کے عالم کی خبر دیتا ہے اور قیام مقام انسانی کی خبر دیتا ہے کہ تمام انسان قیام میں ہیں۔

پس نماز میں ان بشارتوں کی اشارتوں کو ذہن میں رکھو اور پہلے تکبیر کہو یعنی عالم حیوانی اور بہیمی پر تکبیر پڑھو اور حرص کی غلامی سے آزاد ہو جاؤ۔ قیام میں تکبیر سے تمام دنیاوی اغراض سے منہ پھیر لو اور دونوں ہاتھ جب اُٹھاؤ تو یہ خیال کرو کہ دنیا اور آخرت دونوں سے تم نے منہ پھیر لیا ہے۔ دونوں کو پس پشت ڈال دیا ہے اور پھر اللہ اکبر کہو یعنی حق کی عظمت کے سامنے کسی کی عظمت و بزرگی نہیں اور اپنی نظر کو نفس و خواہشات کی نمائش سے ہٹا دو اور اپنے دِل کو حق کی عظمت میں لگا دو۔ حضرت رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

تکبیر الاولیٰ خیر من دنیا و مافی ھا

''تکبیر اولیٰ دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے اس سے بہتر ہے۔''

اس کے بعد اپنی ذات سے سفر کرو اور قیام انسانی جو غرور و تکبر کی ایک شکل ہے' سے گزر کر رکوع حیوانی میں آؤ تو جسم میں تواضع' عاجزی اور انکسار کی شکل ہو' اس کے بعد جمادات کے سجود مذلت میں آؤ اور پھر نباتات کے شہود وقعود میں قدم رکھو جب تم اس راستے میں آ گئے تو پھر اسی سیڑھی سے کہ جس سے تم اُترے تھے اوپر چلے جاؤ گے کہ الصلوٰۃ معراج المومنین (یعنی نماز مومنوں کی معراج ہے)۔

نماز میں مناجات سالک کو حیوانی مرتبے اور نفسانی خواہشات اور خلق کی گفت و شنود سے مکالمت حق اور فرشتوں کے مقام پر لے آتی ہے اور سالک مناجات

Marfat.com

کے ذوق سے عہد الست کے مکالمے سے باخبر ہوتا ہے۔

روزہ سالک کو اس عہد سے باخبر کرتا ہے جو ملائکہ کی دلیل ہے اور سالک صفات حیوانی کی دلیل سے محجوب نہیں ہوتا کہ کھانا حیوانی خصوصیت ہے اور نہ کھانا ملائکہ کی صفت بھی ہے اور خدا تعالیٰ کی صفت بھی ہے۔ روزہ سے انسان حیوانی صفات ترک کر کے اخلاقِ حق اختیار کرتا ہے اسی لیے اللہ کا فرمان ہے: الصوم لی و انا اجزی به ''یعنی روزہ خاص میرے لیے ہے یعنی ہر اطاعت کی جزا جنت ہے لیکن روزے کی جزا اللہ کے اخلاق سے موصوف ہونا ہے۔

زکوٰۃ صفت حیوانی سے نفس کا پاک ہونا ہے' چونکہ صفت حیوانی یہ ہے کہ مال و دولت جمع کرے اور کسی کو نہ دے۔ آدمی ضروری طور پر مال و دولت جمع کرتا ہے اور اگر اس میں سے کسی کو کچھ نہ دے تو صفت حیوانی کی گندگی میں ہی رہے گا۔

حج اس بات کا اشارہ ہے کہ حضرت حق کی طرف مراجعت کی جائے۔ پس اے سالک تو کہ فطرت حیوانی میں مقیم ہے اس سے اٹھ اور یہ تمام پابندیاں توڑ دے اپنے گھر بار کو چھوڑ' سب سے منہ موڑ اور صدق دِل کے ساتھ اللہ کی راہ میں قدم رکھ' دُنیا کے مال سے کنارہ کش ہو جاؤ اور دِل کو جو اللہ تعالیٰ کی نظرگاہ ہے دنیوی تعلقات سے پاک کر لو' اس دُنیا کے تمام تعلقات سے قدم باہر رکھو' نفس امارہ کے صحرا کو طے کرو' خواہش اور لالچ کو دِل سے باہر نکال دو' پھر دِل کی حرم گاہ میں پہنچو' انابت (توبہ) کے پانی سے غسل کرو' بشریت کے لباس کو اتار دو اور عبودیت کے احرام کو پہن لو اور عاشقوں کی طرح لبیک کہتے ہوئے معرفت کے عرفات میں آؤ' عنایت الٰہی کے جبل الرحمت سے گزر کر اللہ میاں کی قربت کے حرم میں قدم رکھو اور مشعر الحرام میں شعار بندگی اختیار کر کے اللہ کی ثنا کرو اور وہاں سے ''منائے منیت من'' میں آؤ اور اس قربان گاہ میں نفس کو قربان کرو' پھر کعبہ وصال کی طرف رخ کرو اور وہاں پہنچ کر طواف کرو جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے بعد اللہ کے گرد گھومو' اپنے گرد مت گھومو' حجر اسود جو تمہارا دِل ہے اس کے ساتھ عہد تازہ کرو' مقام ابراہیم جو اللہ کی دوستی کا مقام ہے وہاں پہنچو' نماز ادا کرو یعنی عبودیت یا بندگی یا عبادات' بہشت و دوزخ کے لیے نہ کرو'

Marfat.com

مزدوروں کی طرح جنت و دوزخ کے حصول کے لیے بندگی نہ کرو بلکہ عاشقان حق کی طرف صرف عشق الٰہی کے لیے کرو اس کے بعد وصال حق کے کعبے میں آؤ اور اپنے آپ کو دروازے کی زنجیر کی طرح سمجھو اور بیخودی کے عالم میں اندر آؤ کیونکہ خودی سے خوف اور حجاب پیدا ہوتا ہے اور امن وصل بیخودی سے حاصل ہوتا ہے "ومن دخله کان آمنا" (یعنی جو اس میں داخل ہو گیا وہ امن میں ہو گیا) پس یہاں پہنچ کر شریعت کے پانچ ارکان کی کنجی لے کر سالک نے حواس پنج گانہ کے بند کھول دیئے اور جسمانی اور روحانی طلسم توڑ دیا اور وہ اپنے مقصد کو پہنچ گیا۔

نفس بہت بڑا دشمن ہے' اس کے حیلے اور مکر کی کوئی انتہا نہیں' اس کے شر کو دفع کرنا اور اسے مغلوب کرنا سب سے اہم کام ہے چونکہ وہ تمام دشمنوں میں کفار و شیاطین سے بھی بڑا دشمن ہے' پس نفس کی تربیت کرنا اور اس کی اصلاح کرنا' اسے صفت امارہ کے مقام سے صفت مطمئنہ کے مقام پر لانا بہت بڑا کام ہے۔ انسان کی کمالِ سعادت اس بات میں ہے کہ تزکیہ نفس کرے اور خواہش و غصے کو ترک کرے چونکہ نفس کی تربیت سے نفس کی شناخت حاصل ہوتی ہے اور نفس کی شناخت سے شناخت حق لازمی طور پر ملتی ہے کہ من عرف نفسه فقد عرفه ربه "یعنی جس نے خود کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا"۔9

نفحۃ الروح وتحفۃ الفتوح

نفحۃ الروح وتحفۃ الفتوح موید الدین جندی (قرن ہفتم ہجری) کی تالیف ہے۔ اس کتاب میں دو قسمیں (ابواب) ہیں اور ایک خاتمہ ہے۔ ہر قسم یا باب میں دو اصلیں ہیں اور ہر اصل میں چند اصلیں اور وصلیں اور تتمہ ہے۔ اس کتاب کی قسم اول یا باب اول میں معرفت ذات حق' اسماءِ حسنیٰ کی شرح، اِنسان الکامل اور عالم خلق کی پہچان کے بارے میں مطالب ہیں۔ دوسرے باب میں ارباب طریق کے اعمال و احوال ہیں' آخر میں امیر وزیر اور دھاقین کی سیر وسلوک کے بارے میں مطالب بیان کیے گئے ہیں۔

Marfat.com

نمونہ مطالب

اپنی املاک و دولت کے مجموعہ کے تین حصے کرو۔ ایک حصہ املاک و عمارات کی مرمت وغیرہ کے لیے اور نقصانات کے پورا کرنے کے لیے اور ملازموں کی تنخواہ کے لیے۔ دوسرے حصے کے پھر دو حصے کرو ایک حصہ ذخیرہ کے طور پر رکھو اپنے بال بچوں کے لیے اور عزیز و اقارب کے لیے جو ان کی ایک سال کی ضروریات کو کافی ہو اور اسے قطعاً خرچ نہ کرو۔ دوسرے حصے کو بال بچوں اور عزیز و اقارب کے حالیہ اخراجات میں خرچ کرو۔ تیسرے حصہ کو تین حصوں میں تقسیم کرو ایک حصہ اللہ کے لیے مستحقین فقرا کو بطور زکوٰۃ صدقہ دیا جائے' دوسرے حصے کو ایک سال کے لیے صرف ذاتی اخراجات کے لیے صرف میں لاؤ۔ تیسرا حصہ کو ایک سال کے لیے ملازمین' دوستوں' علما و مشائخ پر صرف کرو۔

حضرت جنیدی کی نظر میں سالک طریقت کو واصل باللہ بننے کے لیے ان دس اُصولِ باطنی و ظاہری پر عمل کرنا چاہیے۔

اُصول باطنی

۱۔ صدق یعنی راہ خدا میں اپنی نیت صحیح رکھنا۔
۲۔ صبر' ہمیشہ ریاضت نفسانی اور مجاہدہ جسمانی میں مصروف رہنا۔
۳۔ توکل' تمام معاملات میں اللہ پر بھروسہ کرنا۔
۴۔ رضا و تسلیم۔
۵۔ اعتماد بر حق۔

اُصول ظاہری

۱۔ موت اسود یعنی بھوکا رہنا۔
۲۔ موت ابیض یعنی رات کو جاگنا۔
۳۔ موت احمر یعنی گوشہ نشینی۔
۴۔ موت اصغر یعنی خاموشی۔
۵۔ موت اخضر یعنی گدڑی پہننا۔

Marfat.com

حضرت جندی فرماتے ہیں کہ مراقبہ یہ ہے کہ صوفی اپنے تمام اعضا کو مکروہات اور مشکوکات سے دُور رکھے اور محاسبہ یہ ہے کہ محقق مدقق یعنی صوفی کامل ہر رات کو سوتے وقت اپنے تمام اعمال پر غور کرے اور دیکھے کہ اس کے اعضا سے کوئی ایسی بات تو سرزد نہیں ہوئی جو خلافِ شریعت وطریقت تھی۔

حضرت جندی لفظ اللہ کی یوں تشریح فرماتے ہیں کہ بعض متکلمین کا خیال ہے کہ اللہ اسم علم ہے اور یہ لفظ کسی اور لفظ سے مشتق نہیں ہوا لیکن امام غزالی' فخر الدین رازی' قفال شاشی' ابوزید بلخی اور دوسرے علمائے اشاعرہ اور معتزلہ اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ کا لفظ مشتق ہے اور اس کی دس صورتیں ہیں جن میں سے تین اہم بیان کی جاتی ہیں:

(۱) اللہ الہ سے بنا اور اس میں ''ال'' تعریف کا اضافہ مع تشدید کر دیا' سو اللہ ہو گیا۔

(۲) اللہ وَلَہ سے مشتق ہے جو شدت عشق و محبت ہے اور شدت محبت کا استحقاق سارے جہان میں سب سے زیادہ حق تعالیٰ کو ہے جیسا کہ فرمان حق ہے ویحبھم و یحبونہ یعنی وہ محبوب و معشوق کہ دُنیا والے جس کے عاشق و والہ ہیں' ولہ کی ''واؤ'' کو ہمزہ سے بدل دیا اور تعریف کا الف لام لگا تو اللہ ہو گیا۔

(۳) اللہ اصل میں ''ھا'' تھا یعنی وہ جو غائب ہے' ھا پر لام ملکیت کا اضافہ کیا' لہٗ ہو گیا' لہٗ پر الف لام تعریف کا اضافہ کیا تو اللہ ہو گیا۔

بقول جندی: سالک کے لیے ضروری ہے کہ ان آٹھ باتوں کا اسے علم ہو: (۱) واجب (۲) ممکن (۳) محال و ممتنع (۴) ذات (۵) صفات (۶) افعال (۷) شقاوت (۸) سعادت۔

واجب الوجود حق تعالیٰ ہے اور ممکن عالم ہے (یعنی کائنات ہے) محال و ممتنع' عدم محض ہے۔ ذات وصفات وافعال واجب الوجود کے لیے حقیقت ہیں اور ممکن کے لیے بطور مجاز ہیں اور علم سعادت وعلم شقاوت قرب و بعد میں ہیں یعنی قربت حق میں سعادت ہے اور حق سے دُوری میں شقاوت ہے اور سعادت کا حصول ان آٹھ چیزوں کے علم پر موقوف ہے جن میں سے پانچ احکام ہیں جو واجب ہیں اور ان پانچ کی بنیاد

مندرجہ ذیل تین اُصولوں پر ہے: (۱) کتاب (۲) سنت (۳) اجماع اُمت۔

ان آٹھ علمی اُصولوں کے نور نتائج کے اعتبار سے آٹھ قسم کے ہیں اور قرآن پاک نے بھی اس جانب اشارہ کیا ہے:

نور هم یسعٰی بین ایدیهم و با یمانهم (سورہ ۶۶' آیہ ۸)

''ان کا نور چلتا ہے ان کے سامنے اور ان کی دائیں جانب''۔

ان انوار کے مراتب بھی ہیں القاب اور اسما بھی۔ ہر نور کے رکھنے والے وہ لوگ ہیں جو ان انوار کے اہل ہیں۔ یہ انوار حسب ذیل ہیں:

(۱) نور بدر (۲) نور قمر (۳) نور ہلال (۴) نور شمس (۶) نور چراغ (۷) نور آتش (۸) نور برق اور اصحاب انوار وہ لوگ ہیں جو واجب اعمال کرتے ہیں اور جو کتاب وسنت میں موجود ہیں۔ یہ لوگ مکروہ اور بہت سی مباح چیزوں سے پرہیز کرتے ہیں۔ یہی لوگ اہل سعادت ہیں ان انوار کے مقابلے میں تاریکیاں ہیں جو اشقیا میں ہوتی ہیں اور جو آٹھ ہیں: (۱) حجاب (۲) اکنۃ (۳) غشاوہ (۴) رین (۵) طبع (۶) غلاف (۷) قفل (۸) ختم (مہر)۔

نور شمس اہل معرفت کے لیے ہے' نور ہلال اہل مراقبہ کے لیے' نور قمر اہل اعتبار کے لیے' نور بدر ارباب مسامرہ کے لیے' نور نجم اہل مراعات کے لیے یعنی ان لوگوں کے لیے جو حدود اللہ کی حفاظت کرتے ہیں' نور چراغ اہل خلوت کے لیے' نور نار اہل مجاہدہ کے لیے' نور برق صاحب کمال علم وکشف کے لیے مخصوص ہے۔

نور شمس ظلمت نفس کو دُور کرتا ہے' نور ہلال ظلمت شک کو' نور قمر ظلمت غفلت کو' نور بدر ظلمت جنایت (گناہ) کو' نور نجم ظلمت جہل وشبہ کو' نور چراغ ظلمت وسوسہ کو' نور نار ظلمت رعونت کو' نور برق ظلمت عقلی یا بصیرت کی دھندلاہٹ کو زائل کرتا ہے۔[۱۰]

کشف الحقائق

کتاب کشف الحقائق شیخ عبدالعزیز بن محمد نسفی (قرن ہفتم ہجری) کی تالیف ہے۔ نسفی نے یہ کتاب جیسا کہ وہ فرماتے ہیں ''دوستان یک دِل درویشان کامل'' کی فرمائش پر لکھی تھی تاکہ یہ کتاب ان کے سوالوں کے سلسلے میں بیان شافی اور جواب کافی

Marfat.com

ثابت ہو۔ کشف الحقائق ایک مقدمے اور دس رسالوں یعنی ابواب اور ایک خاتمے پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں اُمت مسلمہ میں مختلف مذاہب کی پیدائش کی وجوہات اور صحیح مذہب کے تعین کرنے کے بارے میں مباحث ہیں۔ نیز وجود اِنسان، سلوک، توحید، معاد، دُنیا، آخرت، ہفت آسمان، ہفت زمین، حقیقت اسلام و ایمان، ختم نبوت و ختم ولایت اور دوسرے متعلقہ موضوعات پر بھی تفصیلی بحث موجود ہے۔ نسفی نے مختلف موضوعات سے متعلق اہل شریعت، اہل حکمت اور اہل وحدت کے عقائد بیان کیے ہیں۔ ان کی نظر میں اہل وحدت کے نظریات درست ہیں۔

نمونہ مطالب

ذِکر کے بارے میں نسفی کہتے ہیں یاد رکھو! طبقہ اول میں وہ لوگ ہیں کہ ذِکر جن کی زبان پر ہوتا ہے اور دِل غافل ہوتا ہے۔ ایسا بہت بار ہوتا ہے کہ لوگ بظاہر خلوت میں ذِکر کرتے ہیں لیکن حقیقت میں وہ بازار میں ہوتے ہیں اور خرید وفروخت میں مشغول ہوتے ہیں یا باغ و چمن میں مکروہات اور حرام باتوں میں مصروف ہوتے ہیں۔ عوام کی اکثریت نماز اور ذِکر کے وقت اسی صورت میں ہوتی ہے۔ اس قسم کے ذِکر کا اثر ضعیف ہوتا ہے لیکن فائدے سے خالی نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ وہ وقت جب وہ ذِکر میں مشغول ہوتے ہیں اس وقت سے بہتر ہوتا ہے کہ اِنسان اپنے وقت کو بے ہودگی اور غیبت میں ضائع کرتا ہے۔ دوسرا طبقہ ان لوگوں کا ہے کہ ذِکر ان کی زبان پر ہوتا ہے لیکن وہ کوشش کر کے دِل کو حاضر کرتے ہیں اور جب حاضر ہوتا ہے تو کچھ دیر کے بعد دِل غائب ہو جاتا ہے۔ صالحین کی نماز اور ان کا ذِکر اسی نوعیت کا ہوتا ہے۔ تیسرا طبقہ ان لوگوں کا ہے کہ ذِکر ان کی زبان پر بھی ہوتا ہے اور دِل پر بھی اور ذِکر دِل پر غالب ہوتا ہے اور دِل کو ذِکر سے قرار و آرام ملتا ہے۔ دِل کو کوشش کر کے دوسرے کاموں میں لگایا جاتا ہے یعنی دوسرے درجے میں دِل کو کوشش کر کے حاضر کیا جاتا تھا لیکن یہاں یعنی درجہ سوم میں بمشکل دوسرے کاموں میں دِل کو مصروف کیا جاتا ہے تاکہ ضروری امور جو زندگی کے لیے لازم ہیں انجام دیئے جاسکیں۔ یہ مقام بہت بلند ہے زاہدین کی نماز اور انکا ذِکر اس زمرے میں شامل ہے۔ طبقہ چہارم وہ ہے کہ مذکور

Marfat.com

ان کے دِل پر غالب ہو جاتا ہے، تیسرے درجہ میں دِل پر ذِکر غالب تھا اس درجے میں مذکور دِل پر غالب ہوتا ہے یعنی تیسرے درجہ میں دِل تمام تر ذِکر دوست بن گیا تھا اور چوتھے درجے میں دِل تمام تر دوست بن جاتا ہے بلکہ کمال یہ ہے کہ ذِکر کو دِل سے نکال دے اور مذکور کو دِل میں بسا لے اور یہی معنی ہیں اس حدیث کے لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب و لا نبی مرسل۔[11]

اوصاف الاشراف

اوصاف الاشراف خواجہ نصیرالدین طوسی (م۶۷۲ھ) کی تالیف ہے۔ یہ کتاب تصوف کے مطالب پر مشتمل ہے اور اَخلاق ناصری کے بعد تالیف ہوئی ہے۔ (خواجہ نصیرالدین طوسی اوصاف الاشراف تصیح نجیب مایل ھروی مشد ۱۳۶۱، ص۴۴)۔

نمونہ مطالب

توکل کے معنی یہ نہیں کہ سارے کاموں سے ہاتھ اٹھا کر یہ کہا جائے کہ سارے کام خدا کے حوالے کر دیئے بلکہ اسے یقین ہو کہ ہر شے خدا کی ہے۔ جبر و قدر دونوں ساتھ ہوں چونکہ اگر کام کو موجد سے نسبت دی جائے تو جبر خیال میں آتا ہے اور اگر شرط و سبب سے نسبت دیں تو قدر خیال میں آتا ہے اور اگر صحیح معنوں میں غور کیا جائے تو نہ جبر مطلق ہے اور نہ قدر مطلق اور یہ بات کہ لاجبر و لاتفویض بل امر بین الامرین واضح اور ثابت ہو جاتی ہے۔[12]

اطوار ثلاثہ

اطوار ثلاثہ صاین الدین علی بن محمد اصفہانی ترکہ (م۸۳۵ھ) کی تالیف ہے۔ صاین الدین کتاب کے مقدمہ میں صوفیہ کو بیت القصیدۂ آفرینش اور میوۂ درخت دانش و بنیش کہتے ہیں۔ اطوار ثلاثہ اِنسانوں کے تین طبقوں کے بارے میں ہے جو یہ ہیں: محققین و ابرار و اخیار...... اور یہ تقسیم بندی سورۃ فاطر کی تینویں آیت "فمنهم ظالم لنفسه و منهم مقتصد و منهم سابقٌ بالخيرات" کی بنیاد پر ہے۔

نمونہ مطالب

بندگی حق درحقیقت کمال اِنسانی کے مرتبہ پر پہنچنے کا نام ہے اور اس کمال

اِنسانی سے مراد یقین ہے جو اس آیت کے مطابق ہے ”و اعبد ربک حتی یاتیک الیقین“ یعنی عبادت کرو یہاں تک کہ تمہیں یقین حاصل ہو جائے (۱۵-۹۹) اور اس کے تین درجے ہیں۔ اول یہ کہ اِنسان کے افعال تمام تر شریعت کے مطابق ہوں اور شریعت سے قطعاً تجاوز نہ کیا جائے اسے عبادت کہتے ہیں۔ اس مرتبہ میں آدمی کے نفس کو نفس امارہ کہا جاتا ہے اور اس مرتبہ کا کمال علم الیقین ہے اور یہ طریقۂ اخیار ہے۔ دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ اِنسان کے باطنی احوال فضیلت عدالت کے مطابق ہوں جو شریعت کا مقصود ہے اس مرتبہ کو عبودیت کہتے ہیں اور اِنسانی نفس کو نفس لوامہ کہتے ہیں اور اس مرتبہ کا کمال عین الیقین ہے اور یہ مرتبہ ابرار کا ہے۔ تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ اِنسانی ذات اعتدال کی صراط مستقیم پر قائم ہو اور وجوب و امکان کے قاب قوسین سے پیوستہ ہو۔ چنانچہ تمام کائنات اس کی ذات میں نمودار ہو اور اس مرتبہ کا کمال حق الیقین ہے اور یہ طریقہ اہل تحقیق کا ہے اور اسے عبودت کہتے ہیں۔[۱۳]

انیس العاشقین

Marfat.com

انیس العاشقین کے مؤلف شیخ حسام الدین مانک پوری (م۸۵۳ھ) ہیں۔ اس کتاب کی چار فصلیں ہیں جن میں تصوف، حقیقت، عشق و عاشقی اور طریقت سے متعلق مطالب ہیں۔ کتاب میں فکر انگیز، مقفی اور مسجع عبارتیں ہیں مثلاً ”فیض الٰہی ناگاہ رسد لیکن بر دِل آگاہ رسد“ فیض الٰہی ناگاہ ملتا ہے اور دِل آگاہ کو ملتا ہے۔ درویش راچہار چیز باید دو درست و دو شکستہ یعنی دین درست و یقین درست، پائی شکستہ و دِل شکستہ (درویش کے پاس چار چیزیں ہونی چاہئیں دو درست اور دو شکستہ یعنی دین درست و یقین درست اور پای شکستہ و دِل شکستہ)۔

نمونہ مطالب

مسافر تین قسم کے ہیں ایک وہ جو دُنیا کی طرف سفر کرتا ہے اس کا سرمایہ دُنیا ہوتی ہے اور نفع معصیت و ندامت، دوسرا مسافر وہ جو عقبیٰ کی طرف سفر کرتا ہے اس کا سرمایہ عبادت ہوتی ہے اور اس کا نفع جنت ہوتی ہے، تیسرا مسافر وہ ہوتا ہے جو حق کی جانب سفر کرتا ہے اس کا سرمایہ محبت ہوتی ہے اور اس کا نفع دیدار حق ہوتا ہے۔

کلاہ چہارترکی سے مراد یہ ہے کہ دُنیا و آخرت کی سعادت اور جو کچھ اٹھارہ ہزار عالموں میں ہے وہ کلاہ چہارترکی میں ہے۔ پس جو شخص چار چیزیں ترک کر دے وہ اس کلاہ چارترکی کو سر پر رکھ سکتا ہے ورنہ قیامت کے روز زندیقین اور طریقت کے غداروں میں شمار ہوگا۔ ترک اول یہ ہے کہ دُنیا اور دُنیا والوں کو ترک کرے اور ترک دوم یہ ہے کہ زبان کو غیر اللہ کے ذِکر سے پاک رکھے اور ترک سوم یہ ہے کہ اپنی آنکھ کو ہر بری چیز کے دیکھنے سے باز رکھے اور ترک چہارم یہ ہے کہ اپنے دِل کو حب دُنیا سے بچائے۔ جو یہ اوصاف رکھتا ہو وہ صوفی ہے۔

سلطان العارفین خواجہ بایزید بسطامیؒ سے ایک شخص نے پوچھا کہ تم کوئی کام تو کرتے نہیں، روزی کہاں سے حاصل کرتے ہو؟ خواجہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کتے کو اور سور کو رزق دیتا ہے بایزیدؒ کو کیسے بھلا دے گا۔ حضرت ابراہیم بن ادھمؒ فرماتے تھے کہ ہم درویشی کی طلب میں نکلے تھے لیکن ہمیں دولت مل گئی۔ اِنسان جتنا تعلق رزق سے رکھتا ہے اگر اتنا تعلق رزّاق سے رکھے تو کبھی بھوکا نہ رہے۔ خواص کا رزق یقین میں ہے اور عوام کا رزق یمین (دائیں ہاتھ) یعنی محنت و مزدوری میں ہے۔ عوام سبب پر نظر رکھتے ہیں اور خواص مسبب پر۔[۱۴]

Marfat.com

حواشی

۱- صفا، ڈاکٹر ذبیح اللہ: تاریخ ادبیات در ایران، ج ۱، تہران ۱۳۶۷، ص ۴۴۹-۴۵۱

۲- قشیری، ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن: رسالہ قشیریہ، مرتبہ فروز انفر، تہران ۱۳۶۱ ص ۲۲۱-۲۲۴

۳- علی ہجویریؒ: کشف المحجوب، باتصحیح ژوکوفسکی، بقلم محمد عباس، تہران ۱۳۳۶، ص ص ۳۵ تا ۴۷ و ۴۳۲ تا ۴۵۱

۴- خواجہ عبداللہ انصاری ہروی: منازل السائرین، ترجمہ فارسی، روان فرہادی، تہران ۱۳۶۱، ص ۱۰۲-۱۰۱

خواجہ عبداللہ انصاری ہروی: مناجات، مرتبہ حامد ربانی تہران ۱۳۶۱، ص ۳۶-۳۸

۵- امام محمد غزالی: منہاج العابدین، ترجمہ عبدالجبار سعدی ساوی، مرتبہ احمد شریعتی، تہران ۱۳۵۹، ص ص ۷۰-۱۷، ۱۲۴

۶- ژندہ پیل، احمد جام نامقی: مرتبہ ڈاکٹر علی فاضل، مشہد، ۱۳۶۸، ص ۱۱۲-۲

۷- شیخ شہاب الدین سہروردی: عوارف المعارف، ترجمہ عبدالمومن اصفہانی، مرتبہ قاسم انصاری، تہران ۱۳۴۴

۸- حمویہ، سعدالدین: المصباح فی التصوف، مرتبہ نجیب مایل ہروی تہران ۱۳۶۲

۹- نجم الدین رازی: مرصاد العباد بہ سعی نعمۃ اللّٰھی، تہران ص ۱۷

۱۰- موید الدین جندی: نفحۃ الروح و تحفۃ الفتوح، مرتبہ نجیب مایل ہروی، تہران

Marfat.com

۱۳۶۲

۱۱- عزیز نسفی: کشف الحقایق، مرتبہ ڈاکٹر احمد مہدی دامغانی، تہران، ۱۳۵۹

۱۲- خواجہ نصیر الدین طوسی: اوصاف الاشراف، مرتبہ نجیب مایل ہروی، مشہد، ۱۳۶۱

۱۳- صاین الدین ترکہ: اطوار ثلاثہ با مقدمہ حسین داوُدی مجلّہ معارف شمارہ ۲، ص ۱۳۷۱

۱۴- مولانا حسام الدین مانک پوری: اُنیس العاشقین، دہلی، ہند، ص ۱۳۱۰

Marfat.com

تصوف میں عبادات کے معاشرتی وروحانی پہلو

صوفیہ کی نظر میں عبادات کا ایک خاص تصور ہے جو علما کے تصور عبادات سے کچھ مختلف ہے، صوفیہ عام طور پر عبادات کی روح کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہیں جبکہ علما بالعموم عبادات کے ظاہری طریقوں یا فقہی مسائل پر بات کرتے ہیں۔ علما کے ہاں فتویٰ ہے اور صوفیہ کے ہاں تقویٰ ہے۔ عبادات کے فقہی مسائل کہ وضو کے ارکان کیا ہیں؟ نماز کا طریقہ کیا ہے؟ اور اس کے فرائض کیا ہیں؟ کتنی نمازیں فرض ہیں اور کتنی نمازیں نفلی ہیں؟ چاشت، اشراق، اوابین، تہجد، صلاۃ التسبیح اور دوسری نفلی نمازیں پڑھنے کے طریقے اور اوقات کا ذکر یعنی عبادات کے ظاہری پہلو سے متعلق باتیں علمائے اسلام نے بیان کی ہیں اور وہ فقہی کتابوں میں موجود ہیں اور تقریباً ہر مسلمان جانتا ہے، اسلئے ان سے صرفِ نظر کر کے تصوف میں عبادات کے معاشرتی اور روحانی پہلوؤں پر بات کی جاتی ہے، اس بارے میں انکے نظریات، انکی باتیں نہ صرف یہ کہ دلنشین علمی نکات پر مبنی ہیں بلکہ انکی قلبی اور روحانی کیفیات کی آئینہ دار بھی ہیں۔

صوفیہ کہتے ہیں کہ عبادت کی دو قسمیں ہیں: ایک عبادت لازمہ اور دوم عبادت متعدیہ۔ عبادت لازمہ وہ عبادت ہے جس سے صرف عبادت کرنے والے کو فائدہ ہوتا ہے جیسے روزہ، نماز، حج ہے لیکن عبادت متعدیہ وہ ہے جس کا فائدہ دوسروں کو بھی پہنچتا ہے، جیسے دوسروں کی مدد کرنا، دوسروں کے کام آنا یا دوسروں پر شفقت کرنا وغیرہ۔ اس عبادت کی بہت اہمیت ہے اور اس کا ثواب بہت زیادہ ہے۔ عبادت لازمہ بغیر اخلاص کے قبول نہیں ہوتی لیکن عبادت متعدیہ میں بغیر اخلاص کے بھی ثواب

Marfat.com

ملتا ہے___ حضرت جعفر صادقؒ سے کسی نے پوچھا کہ وہ کونسی عبادت ہے جو انسان کو خدا سے دور کرتی ہے؟ اور وہ کونسی معصیت ہے جو انسان کو خدا سے قربت عطا کرتی ہے؟ فرمایا ''وہ عبادت جس کا آغاز ریا پر ہو اور انجام تکبر پر اور وہ معصیت جس کا آغاز غفلت پر ہو اور انجام ندامت پر'' ___ حضرت فضیل عیاضؒ سے لوگوں نے پوچھا کہ مخلوق کے دکھاوے کے لیے عبادت کرنا ریا ہے یا نہیں؟ فرمایا مخلوق کے لیے عبادت کرنا شرک ہے اور مخلوق کے لیے عبادت کو چھوڑنا ریا ہے۔ صوفیہ کہتے ہیں کہ عبادت اپنی شناخت کا آلہ ہے کہ اپنی شناخت ہی سے خدا کی شناخت وابستہ ہے، اس کے ثبوت میں صوفیہ حضرت ابن عباسؓ کی یہ روایت پیش کرتے ہیں کہ قرآن کی یہ آیت "وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنسَ اِلَّا لِيَعْبُدُون" (سورہ۵۱، آیت۵۶) میں "لیعبدون" درحقیقت "لیعرفون" ہے___ صوفیہ کی نظر میں معرفت تامہ یعنی مکمل معرفت کے بعد عبادت شرک ہے کہ وجود حق کے سوا کوئی موجود ہی نہیں۔ حضرت شبلیؒ کا یہ قول کہ اگر میں نماز پڑھتا ہوں تو میں مشرک و منکر ہوتا ہوں اور اگر نہیں پڑھتا تو کافر و گنہگار ہوتا ہوں، کچھ اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے___ حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کا قول ہے "ومن ارادالعبادت بعد الوصول فقد اشرک بالله العظیم" یعنی عرفان کامل کے بعد عبادت کرنا شرک ہے لیکن یہ بھی ہے کہ صوفیہ کی نظر میں معرفت تامہ کا حصول ناممکن ہے کہ حضرت رسولِ خداؐ کا فرمان ہے "ماعرفناک حق معرفتک" یعنی اے اللہ میں تجھے پہچان نہیں سکا جتنا کہ تیری پہچان کا حق ہے۔ اس لئے یہ قول کہ ''حصول عرفان کے بعد عبادت کرنا شرک ہے'' صرف عرفان کی حقیقت کے ایک پہلو کا اظہار ہے ورنہ انسان سے کبھی عبادت حق ساقط نہیں ہوتی سوائے شرعی وجوہات کے___ صوفیہ کہتے ہیں کہ عبادت اللہ کے لئے کی جائے دوزخ سے بچنے اور جنت کو حاصل کرنے کے لئے نہیں کرنی چاہیے کہ بعض صوفیہ کی نظر میں دوزخ و جنت کا کوئی وجود نہیں، یہ تو وصال دوست اور فراق دوست کے نام ہیں:

دوزخ و جنت همی دانی که چیست   جز فراق و جز وصال یار نیست!

فرمان حق ہے کہ لَن يَنَالَ اللّٰهَ لُحُومُهَا (سورہ۲۲، آیت۳۷) یعنی اللہ کے

پاس تمہارا (قربانی کا) گوشت یا لہو نہیں پہنچتا بلکہ اس کے (اللہ کے) پاس تقویٰ پہنچتا ہے۔ عبادت کا ظاہری پہلو اہم نہیں، عابد کا خلوصِ قلب اہمیت رکھتا ہے۔ مثنوی میں رومیؒ نے ایک گڈریے کا واقعہ بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰؑ کے زمانے میں ایک گڈریے نے اللہ سے مناجات کرتے ہوئے کہا کہ اے اللہ تو کہاں ہے؟ تو اگر مل جائے تو میں تیرا نوکر بن جاؤں، تیرے جوتے گانٹھوں، تیرے بالوں میں کنگھی کروں، تیرے کپڑے دھوؤں، تیری جوئیں ماروں، تجھے اپنی بکریوں کا دودھ پلاؤں___ حضرت موسیٰؑ یہ سن کر سخت برہم ہوئے، اس کو سخت سست الفاظ سے یاد کیا، اللہ میاں کی وحی آئی کہ یہ میرا مقبول بندہ ہے اسے کچھ نہ کہو۔

تصوف میں عبادت، عبودیت اور عبودت میں فرق ہے۔ عبادت ان وظائف بندگی کو کہتے ہیں جو اوقات مخصوص پر ادا کئے جاتے ہیں۔ عبودیت تمام اوامر ونواہی پر دل سے عمل کرنے کو کہتے ہیں اور عبودت ہمیشہ حق تعالیٰ سے آگاہ رہنا ہے' عبودت کبھی ساقط نہیں ہوتی۔ لوگوں نے ابوالحسن نوریؒ سے پوچھا کہ عبودیت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا عبودیت مشاہدۂ عبودیت ہے[2]___ حضرت بوعلی دقاقؒ کا قول ہے کہ جس طرح رب کی ربوبیت ختم نہیں ہوتی انسان کی عبودیت بھی کبھی زائل نہیں ہوتی [3]___ حضرت ابوعبداللہ خفیفؒ کا قول ہے کہ سچی عبودیت یہ ہے کہ بندہ خود کو اللہ کے حوالے کردے اور مصائب پر صبر کرے۔ بقول ابوعلی دقاقؒ عبودیت تمام تر عبادت ہے۔ عبادت عام مومن کرتے ہیں، عبودیت خواص کی عبادت ہے اور عبودت خاص الخاص کی عبادت کو کہتے ہیں۔ عبادت نفس سے، عبودیت دل سے اور عبودت روح سے متعلق ہے[4]___ حضرت بوعلی دقاقؒ ہی کا قول ہے کہ عبادت کی حقیقت اور پاکیزگی چار چیزوں سے وابستہ ہے:

اول: معرفت خدا، دوم: معرفت نفس، سوم: معرفت موت، چہارم: معرفت مابعد الموت

جو خدا کو پہچانتا ہے وہ صدق و اخلاص کے ساتھ عبودیت پر قائم ہو جاتا ہے اور جس نے اپنی ذات کو شریعت و حقیقت کے ساتھ پہچان لیا تو وہ نفس کی مخالفت پر قائم ہو جاتا ہے اور نفس کی مخالفت کرنا طاعت حق ہے۔ حلاجؒ نے اپنے مرید سے کہا

Marfat.com

تھا کہ اپنے نفس کو قابو کرلو اس سے پہلے کہ وہ تمہیں قابو کر لے ___ صوفیہ کہتے ہیں کہ جس نے موت کو پہچان لیا وہ اس کے لائق ہونے کے لئے تیار اور اس کے آنے کا منتظر ہو جاتا ہے اور جس نے مابعدالموت کو جان لیا وہ وعدہ وعید سے خوف ورجا میں آ گیا ___ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ سچا مسلمان عبودیت کے اثبات میں تفکر کرتا ہے، اثبات ربوبیت میں نہیں۔[۵] ___ فرید الدین عطارؒ فرماتے ہیں کہ تیری مسجد درحقیقت مقام تسلیم ہے اور قبلہ گاہ دوست کی طاق ابرو ہے اور روزہ دل کو خیالات سے پاک کرنے کا نام ہے اور افطار کرنا درحقیقت مشاہدۂ حق کرنا ہے، اسی طرح زکوٰۃ اپنی ذات کو خدا کے راستے میں قربان کرنے کا نام ہے:

مسجدِ تو مقامِ تسلیم است — قبلہ گاہ توطاق ابروی یار
روزہ حفظ است از خطرات — پس بود از مشاہدہ افطار
ھستی خویش را زکوٰۃ بدہ — برسر دوستی بکن ایثار

اسی طرح حج صوفیہ کی نظر میں اپنی ذات سے خدا کی ذات کی جانب سفر کرنا ہے اور قربانی اپنے نفس کو مارنا ہے: تصوف میں عبادت کرنے والے کے حوالے سے عبادت کی کئی اقسام ہیں:

(۱) عبادت آزادگان: وہ عبادت جو ہوا و ہوس سے آزادی عطا کرتی ہے
(۲) عبادت مزدوران: وہ عبادت جو اجر و مزدوری (یعنی جنت) کے لئے کی جائے
(۳) عبادتِ بندگان: وہ عبادت جو خدا کے خوف اور ڈر سے کی جائے ___ حضرت علیؓ کا فرمان ہے اے اللہ میں تیری بندگی کرتا ہوں نہ جنت کی خواہش سے نہ جہنم کے خوف سے بلکہ میں نے تجھے لائق بندگی پایا اس لئے میں تیری عبادت کرتا ہوں ___

بقول سعد الدین حمویہؒ ایمان حقیقی کی بنیاد چار ارکان پر ہے: صدق، اخلاص، توکل اور رضا ___ اور اسلام کی بنیاد چار ارکان پر ہے: حج، نماز، زکوٰۃ اور روزہ۔ ارکان ایمان کی نیت کی بھی ایک روح ہے اور وہ ہے شہادت لا الہ الا اللہ اور اسلام کے ارکان کی نیت کی بھی ایک روح ہے اور وہ ہے شہادت ان محمد رسول اللہ[۶] ___ حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کا قول ہے کہ سالک کے لئے مجاہدہ چالیس سال کا ہے، دس سال مجاہدہ

Marfat.com

کرے تاکہ سالک کی زبان سچی ہوجائے، دس سال مجاہدہ کرے تاکہ ہاتھ سچا ہوجائے، دس سال مجاہدہ کرے تاکہ آنکھ سچی ہوجائے، دس سال مجاہدہ کرے تاکہ دل سچا ہوجائے ۷ _____ حضرت ابوالحسن خرقانیؒ ہی کا قول ہے کہ خدا بندے کیساتھ چار چیزوں سے مخاطب ہوتا ہے: بدن سے، دل سے، مال سے اور زبان سے۔ اگر بندہ صرف جسمانی طور پر طاعتِ حق اور زبان سے ذکرِ حق کرتا رہے تو بے سود ہے چونکہ قلب کو اس کے سپرد کرنا اور مال کو اس کی راہ میں خرچ کرنا بہت ضروری ہے ۸ _____ انہی کا قول ہے کہ جو شخص نماز پڑھتا ہے، روزہ رکھتا ہے، خلق کے قریب ہوتا ہے اور جو شخص غور و فکر کرتا ہے وہ خدا کے قریب ہوتا ہے _____ ابوالحسن خرقانیؒ ہی کا قول ہے کہ شریعت سے معرفت تک ستّر ہزار درجے ہیں اور معرفت سے حقیقت تک سات لاکھ درجے ہیں اور حقیقت سے بارگاہ خداوندی تک لاکھوں درجے ہیں ۹ _____ سعد الدین حمویہؒ کی نظر میں انسان پر روزہ فرض ہے جو عنصر نار ہے۔ روزہ رکھنے سے انسان پر عنصر نار غالب ہوتا ہے اور اس کا قلب حضرت جبرائیلؑ بن جاتے ہیں۔ جب نماز ادا کرتا ہے تو عنصر آب انسان پر غالب ہوتا ہے اور اس کی عقل حضرت میکائیلؑ کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ جب انسان حج ادا کرتا ہے تو عنصر باد اس پر غالب ہوتا ہے اور اس کی روح حضرت اسرافیلؑ کی شکل اختیار کر لیتی ہے اور جب زکوٰۃ دیتا ہے تو اس کا عنصر خاک صاف ہوجاتا ہے اور اس کا نفس حضرت عزرائیلؑ بن جاتا ہے۔ ۱۰

صوفیہ کی نظر میں طریقت کی بنیاد شریعت پر اور شریعت کی بنیاد اسلام کے پانچ ارکان پر ہے اور پہلا رکن کلمہ شہادت ہے۔ عین القضاۃ ہمدانی اسلام کے بنیادی ارکان کی توضیح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اسلام کا رکن اول ایمان ہے، مومن اور مسلم میں ایک فرق ہے کہ تمام مومن مسلمان ہوتے ہیں لیکن تمام مسلمان مومن نہیں ہوتے، مومن کا مرتبہ مسلمان سے بلند تر ہے _____ قرآن پاک میں ہے قَالَتِ الْاَعْرَابُ آمَنَّا (سورہ ۴۹، آیت ۱۴) _____ یعنی عرب کے بدو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے تم ان سے کہو کہ تم ایمان نہیں لائے بلکہ یہ کہو کہ تم مسلمان ہوئے ہو _____ حضرت محی الدین ابن عربیؒ فرماتے ہیں کہ انسانی وجود سے بھی تحقیق شریعت اور اتباع

Marfat.com

سنت پر دلالت ہو سکتی ہے۔ جس طرح ہاتھوں کی پانچ انگلیاں ہیں اسی طرح اسلام کی بنیاد پانچ اصولوں پر ہے: (۱) کلمۂ شہادت (۲) نماز (۳) زکوٰۃ (۴) روزہ (۵) حج ـــــ نماز پانچ اوقات میں ادا کی جاتی ہے۔ زکوٰۃ کے نصاب میں خمس ہے۔ چار خلفا اور حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس مل کر بھی پانچ ہوتے ہیں۔ اسی طرح اہلِ بیت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کے ساتھ پانچ ہیں، اس کے علاوہ اسلام کے پانچ ارکان حواس خمسہ سے بھی مطابقت رکھتے ہیں۔ حاسۂ بصر سے نماز، حاسۂ لمس (چھونے) سے زکوٰۃ، حاسۂ ذوق سے روزہ، حاسۂ سمع سے اذان اور حاسۂ شامہ یعنی سونگھنے کی قوت سے توحید کی خوشبو وابستہ ہے کہ حدیث میں ہے۔ انی لاجد نفس الرحمن من قبل الیمن۔ [اا] ایک صوفی کا قول ہے کہ پنج وقتہ نماز حواس خمسہ سے نسبت رکھتی ہے (شاید پانچ کے ہندسے کے حوالے سے)۔

ایک صوفی کا قول ہے کہ ایمان کے چار ارکان ہیں: (۱) توحید بغیر حد کے یعنی اللہ کو ایسا واحد جاننا کہ اس سے پہلے کوئی تھا اور نہ بعد میں ہوگا، (۲) ذکر جو منقطع نہ ہو، (۳) حال بغیر نعت کے یعنی اس کا وصف ہی اس کا حال ہو، مطلب یہ ہے کہ جو کچھ وہ کہے اس پر وہ عامل بھی ہو۔ (۴) وجد بغیر وقت کے یعنی وہ ہر وقت خدا کا مشاہدہ کرتا ہو ـــــ ایک صوفیِ صاف دِل کہتے ہیں کہ اسلام ظاہر کا نام اور ایمان باطن کا نام ہے اور بعض صوفیہ کہتے ہیں کہ اسلام ایمان کی تحقیق ہے اور ایمان اسلام کی تصدیق ہے۔ حضرت رسولؐ کا فرمان ہے اکمل المومنین ایماناً احسنھم خلقاً (تمام مومنین میں سے کامل ترین ایمان والا وہ شخص ہے جو سب سے اچھے خلق والا ہو) ۔[۱۲]

نجم الدین کبریؒ اپنی کتاب السایر والحایر میں کلمۂ لا الہٰ الا اللہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

۱۔ جو شخص ایک بار سچے دل سے لا الہٰ الا اللہ کہے گا اور اسی پر وفات پا جائے گا وہ جنت میں جائے گا۔

۲۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جنت کی کنجی لا الہٰ الا اللہ ہے (مفتاح

Marfat.com

الجنۃ لا الٰہ الا اللہ)۔

۳۔ لا الٰہ الا اللہ کو اسم اعظم بھی کہتے ہیں۔

۴۔ سب سے افضل ذکر کلمہ لا الٰہ الا اللہ ہے (افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ)۔

۵۔ وہ کلمہ جو تمام پیغمبروں نے اختیار کیا ہے، وہ لا الٰہ الا اللہ ہے، اس کلمے میں نفی و اثبات دونوں ہیں یعنی جھوٹے خداؤں کی نفی اور حق تعالیٰ کا اثبات۔

۶۔ جو کافر کلمہ پڑھتا ہے وہ مسلمان ہو جاتا ہے[۱۳]

وضو اور صوفیہ:

صوفیہ کے آداب وضو میں ایک یہ ادب ہے کہ اعضائے وضو کو دھوتے وقت حضور قلب کو برقرار رکھا جائے۔ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بزرگ کو یہ کہتے سنا ہے کہ اگر وضو میں حضور قلب میسر ہوگا تو نماز میں بھی حضور قلب حاصل ہوگا ــــ صوفیہ ہمیشہ باوضو رہتے ہیں کیونکہ باوضو آدمی شیطان کے حملوں سے محفوظ رہتا ہے اور وضو پر وضو کرنے کو نورٌ علی نور کہا جاتا ہے۔ وضو ظاہر میں گندگی سے پاک ہونا ہے اور باطن میں قلب کو ماسوا اللہ سے پاک کرنا ہے۔[۱۴] ــــ بقول نجم الدین کبریٰ مصنف السایر و الحایر وضو یعنی طہارت کی بہت سی اقسام ہیں، ایک کفر اور شرک جلی سے پاک ہونا ہے، دوم شرک خفی اور ریا و کبر سے پاک ہونا ہے، سوم دنیا اور دنیا داری سے پاک ہونا ہے، چہارم ہوا جس نفس اور وساوس شیطان سے پاک ہونا ہے، پنجم حق تعالیٰ کے سوا کسی اور کے آگے سوال کرنے سے پاک ہونا، ششم وضوئے مسنونہ ہے ــــ نجم الدین کبریٰؒ کی نظر میں وضو اور پاکیزگی کے بہت سے فائدے ہیں:

(۱) نجاست دور ہو جاتی ہے (۲) انسان سے شیطان دور ہو جاتا ہے (۳) پاکیزگی اور لطافت حاصل ہوتی ہے۔ کہ حضورؐ کا فرمان ہے: الدین نظافة (۴) چوتھا فائدہ روح کی آلودگی دور ہو جاتی ہے جیسا کہ قرآن میں ہے قد افلح من تزکیٰ (۵) وضو کا پانی نفس کی آگ کو بجھا دیتا ہے (۶) وضو کے ذریعے انسان اسباب

Marfat.com

حیات سے تعلق پیدا کرتا ہے کہ قرآن میں ہے وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ کُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ (سورہ ۲۱، آیت ۳۰) یعنی ہم نے پانی سے ہر زندہ چیز پیدا کی ہے (۷) وضو کرنے والا ہتھیار سے مسلح ہوجاتا ہے کہ حدیث میں ہے الوضو سلاح المومن کہ وضو مومن کا ہتھیار ہے (۸) نور پر نور کا اضافہ ہوتا ہے کہ حدیث میں ہے الوضو علی الوضو نورٌ علی نور (۹) ایمان کی علامت ظاہر ہوتی ہے (۱۰) قرآن کو ہاتھ لگایا جاسکتا ہے اور یاد کیا جاسکتا ہے (۱۱) جب انسان وضو سے ہوتا ہے تو فرشتے اس کے پاس ہوتے ہیں (۱۲) جو وضو سے ہوتا ہے فرشتے اس پر درود بھیجتے ہیں (۱۳) جب انسان وضو کرتا ہے تو اس کے گناہ جھڑ جاتے ہیں (۱۵) وضو کے بغیر نماز نہیں ہوسکتی یعنی وضو ہی سے نماز ہوتی ہے۔ لاصلوٰۃ الاّ بطھور (۱۶) قیامت کے دن جب اٹھے گا تو اس کا چہرہ اور ہاتھ پاؤں نورانی ہوں گے (۱۷) وضو سے ایمان کی آدھی نشانی حاصل ہوجاتی ہے الطھور شطر الایمان ۱۵

نماز اور صوفیہ:

صوفیہ فرض نمازوں کے علاوہ نفلی نمازیں مثلاً چاشت، اشراق، اوّابین اور تہجد وغیرہ بڑی باقاعدگی سے پڑھتے ہیں جن کا ذکر فقہ کی کتابوں میں ہے البتہ ایک نماز لیلۃ الرغائب ہے جو صرف صوفیہ ہی سے مخصوص ہے۔ رغائب رغیبہ (امر پسندیدہ و مرغوب) کی جمع ہے، لیلۃ الرغائب سے مراد وہ رات ہے جس میں بہت نیکیاں ہیں، اس نماز کی بڑی فضیلت ہے، حضرت نظام الدین اولیاؒ کے مطابق جو کوئی اس نماز کو ادا کرتا ہے وہ اس سال نہیں مرتا، یہ نماز رجب کے مہینہ کے پہلے جمعہ کی رات کو ادا کی جاتی ہے۔ ایک نماز: صوفیہ کے ہاں صلوٰۃ المقلوبہ بھی ہے جس میں صوفیہ درخت سے یا کنویں میں الٹا لٹک کر نماز پڑھتے ہیں اور نماز میں قرآن ختم کرتے ہیں۔ ابو سعید ابو الخیرؒ ایسی ہی نمازیں ادا کیا کرتے تھے__ عین القضاۃ ھمدانی کی کتاب ''تمہیدات'' میں ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کو دین کا ستون فرمایا ہے اور فرمایا کہ جس نے نماز کو چھوڑ دیا اس نے دین کو منہدم کر دیا۔ حدیث میں ہے: الصلوٰۃ عمادالدین فمن ترکھا فقد ھدم الدین__ حضورؐ نے نماز کو مومن کی معراج کہا ہے۔ قرآن

Marfat.com

پاک میں ہے کہ نماز فواحش اور منکرات سے بچاتی ہے (سورہ۲۹، آیت ۴۵)___ بقول عین القضاۃ ہمدانی صلوٰۃ کا لفظ صلت سے مشتق ہے اور صلت کے معنی ہے خداتعالیٰ سے بندے کا بات کرنا اور مناجات کرنا، حقیقی نماز وہی ہے کہ بندہ نماز میں خدا سے مناجات کرے۱۶___ نجم الدین کبریٰؒ اپنے رسالۂ فضیلت صلوٰۃ میں فرماتے ہیں کہ نماز شریعت میں عبادت ہے، طریقت میں قربت خداوندی ہے اور حقیقت میں حق کے ساتھ وصال ہے۔ فرمان حق ہے وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ. سجدہ کرو اور قریب ہو جاؤ (سورہ۹۶، آیت۱۹)___ شرف الدین یحیٰ منیریؒ اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں:

روح الارواح میں درج ہے کہ پانچ وقت کی نمازیں شب معراج کی یادگار ہیں جو حضورؐ بطورِ تحفہ عالمِ قاب قوسین سے لائے۔ (مکتوب ۳۲)۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "الصلوٰۃ معراج المومن" یعنی نماز مومن کی معراج ہے۔ خداوند کریم نے اپنے کرم خاص سے تمام نبیوں میں صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج سے سرفراز فرمایا اور اس معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو نماز کا عطیہ دیا جو ایک طور سے معراج ہے۔ یوں اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی معراج عطا فرمائی اور اپنے اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو بھی معراج (نماز) کا عطیہ دیا___ (البتہ وہ نماز معراج ہے جو واقعی نماز ہو)___ نماز امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عطائے خاص خدا ہے، کہ اسی نماز کی وجہ سے قبلہ کا تعین ہوا اور اسی قبلہ کے ایک ہونے سے وحدت امت وجود میں آئی___ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر ایک نہر ہو جس میں وہ پانچ بار روزانہ نہاتا ہو تو کیا ایسے شخص پر میل کچیل کا کوئی اثر باقی رہے گا؟ لوگوں نے کہا نہیں یا رسول اللہؐ ایسے شخص پر قطعاً میل کچیل باقی نہیں رہے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہی مثال نمازوں کی ہے، انؐ کے ذریعے سے بھی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے گناہوں کو دھو دیتا ہے۔ نماز پڑھنے کی سب سے پہلی شرط وضو ہے اور وضو نماز کی کنجی ہے کہ: مفتاح الصلوٰۃ الطھور، پہلے درجے میں ظاہری وضو ہے، جو پانی یا مٹی سے کی جاتی ہے یہ طہارت اعضا ہے، دوسرے درجے میں دل کو بری خصلتوں سے پاک کرنا ہے، وہ بری خصلتیں

Marfat.com

حسد، کبر، حرص وغیرہ ہیں، جب سالک ان بری خصلتوں سے اپنے دل کو پاک کر لیتا ہے تو اندرونی پاکیزگی اسے حاصل ہو جاتی ہے ___ شبلیؒ کا قول ہے کہ وضو انفصال ہے اور نماز اتصال ہے جو جدا نہیں ہوتا وہ وصال بھی حاصل نہیں کرتا یعنی غیر اللہ سے انفصال (جدا ہونا) وضو سے حاصل ہوتا ہے ۱۷ ___ نماز کی دوسری شرط نیت ہے۔ حضورِ اکرمؐ کا فرمان ہے کہ الاعمال بالنیات، صوفیہ کی نظر میں نیت کسبی نہیں ہوتی بلکہ وہبی ہوتی ہے، یعنی اللہ کی عطا ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ بشر حافیؒ نے حسن بصریؒ کے جنازے کی نماز ادا نہ کی اور فرمایا کہ ابھی میری نیت حاضر نہیں ہوئی، لوگوں نے طاؤس الحزینؒ سے کہا کہ ہمارے لئے دعا کیجئے، آپ نے فرمایا اس وقت تک توقف کرو جب تلک میں دعا کرنے کی نیت حاصل کرلوں ۱۸ ___ صوفیہ کی نظر میں عوام کی نماز تسبیح وسجود ہے اور صوفی کامل کی نماز ترک وجود ہے:

نمازِ خلق تسبیح و سجوداست نماز کاملان ترکِ وجوداست

رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ نماز اس طرح سے پڑھو کہ تم خدا کو دیکھ رہے ہو اگر ایسا نہ ہو سکے تو یہ خیال کرو کہ خدا تمہیں دیکھ رہا ہے (اَن تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک) ___ جب حضرت زین العابدینؒ نماز کے لئے اٹھتے تو چہرۂ مبارک کا رنگ متغیر ہو جاتا تھا، لوگوں نے وجہ پوچھی، فرمایا تم نہیں جانتے کہ میں کس کے سامنے کھڑا ہونے جا رہا ہوں۔ ۱۹

تعرف میں ہے کہ صوفی کی نماز یہ ہے کہ علائق سے منہ موڑ لے اور حقائق سے تعلق جوڑ لے، علایق سے مراد ماسوئی اللہ اور حقائق وہ امور ہیں جو اللہ کے ہیں اور اللہ کی طرف سے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ لاصلوٰۃ الابحضور القلب۔ یعنی نماز بغیر حضور قلب کے نہیں ہوتی۔ ۲۰ ___ مولانا رومیؒ نے ایک روز اپنی مجلس میں حاضرین سے سوال کیا کہ نماز سے فاضل تر کیا ہے؟ پھر خود ہی جواب دیا کہ نماز سے فاضل تر روحِ نماز ہے یعنی حضور قلب اور خلوص دل ہے۔ اس کے علاوہ ایمان بھی نماز سے فاضل تر ہے چونکہ نماز پانچ وقت فرض ہے، جبکہ ایمان ہمیشہ کے لیے فرض ہے کیونکہ نماز کسی عذر کی بنا پر ساقط بھی ہو جاتی ہے لیکن ایمان کبھی اور کسی صورت

Marfat.com

میں بھی ساقط نہیں ہوتا نیز یہ بھی فرمایا کہ نماز پر ایمان کی ایک اور بھی فضیلت ہے کہ ایمان نماز کے بغیر بھی مفید ہے لیکن نماز بغیر ایمان کے بیکار ہے:

نماز را بگذار و نیاز را پیش آر دوگانہ را چہ کنی آن یگانہ را در یاب

یعنی نماز کے بجائے نیاز یعنی عجز و نیاز پیش کرو، دوگانہ یعنی دو رکعت کے بجائے اس یگانہ یعنی خدا کو پاؤ ___ کسی نے حضرت ابوسعید ابوالخیرؒ سے پوچھا کہ نماز میں ہاتھ کہاں رکھیں، فرمایا ہاتھ دل پر رکھو اور دل حق جل جلالہ پر۔ ذوقی اردستانی کہتے ہیں۔

بہ خون دیدۂ و دل عاشق اروضو نکند بہ کیش عشق نمازش نمی شود مقبول

(عاشق اگر آنکھوں کے خون (اشکوں) سے اور دل کے خون (خلوص) سے وضو نہ کرے تو عشق کے مذہب میں اس کی نماز قبول نہیں ہوتی) رابعہ بصریؒ فرمایا کرتی تھیں کہ اے اللہ یا حضورِ دل عطا فرمایا نماز بیدل قبول فرما۲۱

منصور حلاجؒ سے لوگوں نے پوچھا کہ یہ جو تم رات کو پانچ سو نفلیں پڑھتے ہو کس کی نماز پڑھتے ہو؟ تم تو دعویٰ انا الحق کرتے ہو!، فرمایا اپنی نماز پڑھتا ہوں ___ حضرت رابعہ بصریؒ کہا کرتی تھیں کہ اے اللہ اگر میں دوزخ کے خوف سے تیری عبادت کروں تو مجھے دوزخ میں جلا دے اور اگر جنت کی امید میں تیری عبادت کروں تو جنت مجھ پر حرام کر دے اور اگر میں تیری عبادت صرف تیرے لئے کروں تو اپنے جمال اور جلوؤں سے مجھے محروم نہ رکھ۲۲ ___ حضرت بایزید بسطامیؒ کو ایک رات عبادت میں لطف محسوس نہیں ہوا، خادم سے فرمایا کہ دیکھو گھر میں کیا چیز موجود ہے؟ دیکھا تو انگوروں کا ایک خوشہ نکلا، آپ نے فرمایا یہ کسی کو دے دو، اس کے بعد آپ کو ذکر و عبادت میں لذت محسوس ہونے لگی۔۲۳ ___ حضرت بوعلی دقاقؒ کا قول ہے کہ خداوند تعالیٰ گناہگاروں کو دوست رکھتا ہے اور رسول پاک ﷺ کو خطاب کرتا ہے کہ رات کو نماز ادا کریں تا کہ مقام شفاعت پائیں، کیا تم نہیں دیکھتے کہ مائیں رات کے وقت دایہ کو بیدار کرتی ہیں تا کہ ننھے بچوں کو دودھ دے؟۲۴ ___ مرصاد العباد میں ہے کہ

Marfat.com

نماز کے چار ارکان ہیں: قیام، رکوع، سجدہ اور تشہد، رکوع انسان کو مقام حیوانی سے مطلع کرتا ہے کہ تمام حیوان رکوع میں ہیں، تشہد اور سجدہ عالم جمادات و نباتات کی خبر دیتا ہے کہ تمام جمادات سجدے کی حالت میں ہیں اور تمام نباتات خدا کے حضور میں شہود و قعود میں ہیں جبکہ نماز میں قیام انسان کے مقام سے خبر دیتا ہے کہ تمام انسان قیام میں ہیں، سچے نمازی کو چاہیے کہ عالمِ حیوانیت کو چھوڑ دے اور حرص کے بندھنوں سے آزاد ہو جائے اور جب قیام کرے تو تمام دنیوی اغراض کو چھوڑ دے اور جب دونوں ہاتھ تکبیر کے لئے اٹھائے تو گویا دنیا اور آخرت دونوں کو پس پشت ڈال دے اور جب اللہ اکبر کہے تو اللہ تعالیٰ کی عظمت کے سامنے تمام عظمتوں کو ہیچ جانے۔ قیام کے بعد رکوع حیوانی پر آئے جو انکساری کی صورت ہے، اس کے بعد سجدے میں جائے جو مذلت کی نشانی ہے، اس کے بعد تشہد میں بیٹھے (جو تفکر کی نشانی ہے) اور یوں سچا نمازی بن کر الصلوٰۃ معراج المومن کی روح حاصل کرے۔[25]

صوفیہ کہتے ہیں کہ پانچ وقت کی نماز کے حکم کی وجہ یہ ہے کہ انسان کی تکمیل میں پانچ اجزا شامل ہیں: (۱) مادہ (۲) صورت (۳) حیات (۴) نشو و نما (حرکت) (۵) عقل۔ ان پانچ اجزا کی مناسبت سے پانچ وقت کی نماز فرض ہوئی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ نماز کے ارکان درحقیقت آدمؑ جو انسانوں کے جد امجد اور انسانیت کا نمونہ ہیں کے لفظ کی تصویر و تفسیر پیش کرتے ہیں کہ نماز میں قیام آدم کا الف ہے اور قعدہ آدم کی دال ہے اور سجدہ آدم کے لفظ میم کی تصویر ہے____ بعض صوفیہ کہتے ہیں کہ نماز کے سات ارکان: تکبیر تحریمہ، قیام، قرآت سورہ فاتحہ، رکوع، سجود، قعدہ اور سلام۔ سات آسمانوں، سات سیاروں، سات ولایتوں (ہفت اقلیم) سات بدن کے اعضا (سر، سینہ، پیٹ، دو ہاتھ اور دو پاؤں)، سات طبقاتِ زمین اور قرآن پاک کی سات منزلوں سے پراسرار طور پر مناسبت رکھتے ہیں___ اسرارِ نماز میں بقول ابنِ عربیؒ یہ بھی ہے چونکہ عالم کا وجود تجلی الٰہی کی ایک عقلی حرکت سے ہے جو عالم کو عدم اضافی یعنی علم سے وجود کی طرف منتقل کرتی ہے، اسی طرح نماز بھی تمام حرکات پر مشتمل ہے حرکات کی تین قسمیں ہیں:

۱) حرکتِ مستقیم نمازی کی وہ حالت ہے جو بہ وقت قیام ہوتی ہے
۲) حرکت افقی نمازی کی وہ حالت ہے جو رکوع کے وقت ہوتی ہے
۳) سرنگوں حرکت نمازی کی وہ حالت ہے جو سجدہ میں ہوتی ہے، پس انسان کی حرکت مستقیمی ہے اور حیوان کی حرکت افقی ہے اور نباتات کی حرکت سرنگوں ہونے کی حالت ہے اور جمادات کی اپنی کوئی ذاتی حرکت ہوتی ہی نہیں، پتھر کو کوئی دوسرا آدمی متحرک کرتا ہے۲۶؎ ____ بقول حضرت شہاب الدین سہروردیؒ اللہ تعالیٰ نے نمازی کے لئے ایک رکعت میں وہ تمام عبادتیں اکٹھی کردی ہیں جو آسمان والوں کے لئے الگ الگ مقرر ہیں ____ بہت سے ملائک ایسے ہیں جو حالت رکوع میں ہیں اور ہمیشہ رکوع ہی میں رہیں گے اور بہت سے ملائک حالتِ سجدہ میں ہیں اور اسی طرح بہت سے حالتِ قیام وقعود میں ہیں ________ شرح فصوص الحکم منسوب بہ ابونصر فارابی میں ہے کہ آسمان اپنی گردش سے نماز ادا کرتا ہے اور زمین اپنے بوجھ اور کھڑے ہونے سے نماز ادا کررہی ہے اور پانی اپنی روانی سے اور بارش زمین پر برسنے سے نماز ادا کر رہی ہے یعنی ہر چیز خداوند تعالیٰ کی بندگی اور اطاعت میں مصروف ہے۔۲۷؎ ____ نیز نماز میں حج کا لطف بھی ہے، حج میں اگر احرام و اہلال (اہلال یعنی حج میں لبیک اللھم لبیک کہنا) ہیں تو نماز میں تحریمہ (نماز کے آغاز میں اللہ اکبر کہنا گویا اب کوئی بات کرنی حرام ہوگئی) وتہلیل (لا الہ الا اللہ کہنا) ہیں۔ اسی طرح نماز سے پہلے غسل کرنا یا وضو کرنا بجائے احرام ہے اور دنیا کے روابط سے جدا ہونا احرام باندھنے کے برابر ہے، نفس پر قابو پانا سوار ہونے کے برابر ہے یعنی حج کے لئے سوار ہونے کے برابر ہے اور ایمان صادق گویا زادوتوشۂ راہ حج ہے اور اذان و اقامت حج میں لبیک کہنے کے برابر ہیں، نماز میں حرکات وسکنات کعبہ حقیقی کے طواف کے برابر ہیں اور نفس کا مارنا گویا حج میں قربانی کرنا ہے۔۲۸؎ ____ جو شخص نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہوا اس نے روزہ بھی رکھا اور روزے پر کچھ اضافہ بھی کیا کہ روزے میں کچھ کھاتے پیتے نہیں مگر نماز میں سونا بھی منع ہے اور دوسرا کوئی کام کرنا بھی منع ہے، اسی طرح زکوٰۃ میں زکوٰۃ دینے سے حاجتمندوں کی حاجت روائی ہوتی ہے، نمازی جب دعا کرتا ہے تو

Marfat.com

دوسروں کے لئے بھی دعا کرتا ہے گویا دوسروں کی بھی حاجت روائی کرتا ہے، نماز میں جہاد کا انداز بھی ہے، وضو زرہ پہننا ہے، جماعت گویا صف بندی ہے، امام سپہ سالار ہے، مقتدی لشکری ہیں، مقام جنگ محراب ہے سب لوگ امام کی اقتدا میں قدم جمائے ہوئے ہیں اور نصرت و فتح کے طالب ہیں، جہاد میں فتح نصیب ہوتی ہے تو مال غنیمت تقسیم ہوتا ہے اور نماز میں جب امام سلام پھیرتا ہے تو فضلِ ربی تقسیم کرتا ہے ـــــ کسی نے حضرت حاتم اصمؒ سے پوچھا کہ آپ نماز کس طرح ادا کرتے ہیں؟ فرمایا پہلے ظاہری وضو پانی سے کرتا ہوں پھر باطنی وضو توبہ سے کر کے مسجد میں یوں داخل ہوتا ہوں کہ مسجد حرام اور مقام ابراہیم نظروں کے سامنے ہوتے ہیں اور دائیں بائیں فردوس و جہنم، قدموں کے نیچے پل صراط ہوتی ہے۔ پھر خدا کو سامنے اور موت کو پیچھے تصور کرتے ہوئے دل کو اللہ کے حوالے کر دیتا ہوں پھر تعظیم کے ساتھ تکبیر کہتا ہوں، احترام کے ساتھ قیام کرتا ہوں اور ہیبت سے قرآن پڑھتا ہوں، عاجزی سے رکوع کرتا ہوں اور تضرع سے سجدہ کرتا ہوں اور قعدہ حلم سے کرتا ہوں اور شکر کے ساتھ سلام پھیرتا ہوں ۲۹ ـــــ بقول حضرت نجم الدین کبریٰ مصنف الاصول العشرہ نماز کے بہت سے لوازم ہیں: (۱) قرآن صحیح طور پر پڑھا جائے (۲) قرآن کے معنی نظر میں رکھے جائیں (۳) خشوع و خضوع کے ساتھ نماز ادا کی جائے (۴) وقت اور حال کی سچائی قائم رکھی جائے ۳۰ ـــــ حضرت اویسؒ سے کسی نے پوچھا کہ نماز میں خشوع کیا ہے، آپ نے فرمایا اگر نمازی کے پہلو میں نماز پڑھتے وقت نیزہ بھی ماریں تب بھی اسے خبر نہ ہو ۳۱ ـــــ ابو الخیر اقطعؒ کے پاؤں میں آکلہ کی بیماری تھی، اطبا نے پاؤں کاٹ دینے کا فیصلہ کیا مگر آپ راضی نہ ہوئے، مریدوں نے کہا کہ جب حضرت ابو الخیرؒ نماز میں مشغول ہوں تو ان کا پاؤں کاٹ دیا جائے کیونکہ نماز میں ان کو سوائے نماز کے بالکل کسی چیز کی خبر نہیں رہتی۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو پاؤں کٹا ہوا تھا ـــــ حضرت بایزیدؒ کا قول ہے کہ میں نے نماز کو صرف قیام کرنا اور روزے کو صرف بھوکا رہنا پایا ورنہ جو کچھ مجھے ملا وہ اللہ کے فضل سے ملا، میرے عمل یا میری کوشش کا اس میں کوئی دخل نہیں ۔۳۲ ـــــ حضرت جنیدؒ کا قول ہے

Marfat.com

کہ جب میں اس حقیقت سے آگاہ ہوا کہ کلام وہ ہے جو دل سے ہو تو میں نے تیس سال کی نمازوں کا اعادہ کیا جس کے بعد تیس سال تک یہ التزام کیا کہ جس وقت بھی نماز کے اندر دنیا کا خیال آجاتا تو دوبارہ نماز ادا کرتا اور اگر آخرت کا تصور آجاتا تو سجدۂ سہو کرتا۔۳۴

ایک دن حضرت امام محمد غزالیؒ نے اپنے چھوٹے بھائی احمد غزالیؒ سے غصے سے کہا کہ لوگ دور دور سے میرے پیچھے دو رکعت نماز پڑھنے کے لئے آتے ہیں لیکن تم میرے قریب ہوتے ہوئے بھی میری امامت میں نماز نہیں پڑھتے! حضرت امام احمدؒ نے فرمایا کہ اگر تم امام بنو اور احسن طریقے سے نماز ادا کرو تو میں ضرور تمہاری اقتدا میں نماز ادا کروں گا، اسی اثنا میں ظہر کا وقت آگیا نماز کی جماعت شروع ہوگئی، امام غزالیؒ نے امامت کی، دورانِ نماز ہی شیخ احمد غزالیؒ نے نماز توڑ کر اپنے ساتھیوں کے ساتھ نماز کا اعادہ کیا، جب امام غزالیؒ نماز سے فارغ ہو گئے تو انہوں نے اپنے بھائی احمد غزالیؒ کو غصے کی نظر سے دیکھا تو حضرت احمد غزالیؒ نے فرمایا کہ ہم نے اس شرط کے ساتھ آپکی امامت میں نماز شروع کی تھی کہ جنابِ والا امامت فرمائیں، اس وقت تک ہم نماز پڑھتے رہے جب تک آپ امام تھے، جب امام چلا گیا تاکہ اپنے گھوڑے کو پانی دے تو ہم بغیر امام کیسے نماز ادا کرتے؟ یہ بات سن کر امام غزالیؒ پر رقت طاری ہوگئی اور آپ نے فرمایا کہ بے شک کچھ اللہ کے دوست ایسے بھی ہیں کہ جو جاسوسِ قلب اور غیب کی باتوں کو جاننے والے ہوتے ہیں۔ میرا بھائی صحیح کہتا ہے کہ نماز کے درمیان میرے دل میں یہ بات آئی تھی کہ کسی نے میرے گھوڑے کو پانی نہیں پلایا، وہ پیاسا ہے ــــــ شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کے ایک مرید تھے، انہیں حسن افغانؒ کہتے تھے۔ وہ ایسے صاحب ولایت تھے کہ شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ فرماتے تھے کہ اگر کل یعنی قیامت کے روز مجھ سے پوچھا گیا کہ ہماری درگاہ میں کیا تحفہ لائے ہو، تو میں عرض کروں گا کہ حسن افغانؒ کو لایا ہوں۔ ایک دفعہ یہ حسن کسی گلی میں جا رہے تھے، نماز کا وقت ہوگیا، گلی کی مسجد میں گئے، موذن نے تکبیر کہی، امام نے نماز شروع کی، خواجہ حسنؒ بھی نماز کی جماعت میں شامل ہوگئے۔ جب نماز ختم ہوگئی اور لوگ گھروں کو چلے گئے تو

Marfat.com

حسن افغانؒ امام کے پاس گئے اور بولے، اے خواجہ تم نے نماز شروع کی اور میں تمہارے پیچھے نماز میں شامل ہوا۔ تم یہاں سے دہلی گئے، وہاں سے غلام خریدے، پھر واپس آئے اور ان غلاموں کو خراسان لے گئے اور وہاں سے ملتان واپس آ کر مسجد میں تشریف لائے۔ میں تمہارے پیچھے پریشان پھرتا رہا، آخر یہ کیسی نماز ہے؟ ۳۴

مالک بن دینارؒ ایک مسجد میں اعتکاف میں بیٹھے ہوئے تھے، دل میں خیال آیا کہ کاش میں اس مسجد کا متولی بن جاؤں، ایک سال اس مسجد میں عبادت و ریاضت میں مشغول رہے، ایک سال کے بعد غیب سے ندا آئی کہ اے مالک تمہیں اپنی ایک سال کی خودغرضانہ عبادت پر شرم کرنی چاہیے! مالک بن دینارؒ نے جب یہ سنا تو دل سے توبہ کی اور اخلاص سے عبادت کرنا شروع کی اور مسجد کے متولی بننے کا خیال دل سے نکال دیا اور پورے صدقِ دل کے ساتھ رات بھر عبادت کی، اگلے دن تمام نمازی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ آپ اس مسجد کے متولی بن جایئے، مالک بن دینارؒ نے کہا کہ اے اللہ میں نے ایک سال تیری عبادت کی کسی نے میری طرف توجہ نہ کی، اب صدقِ دل سے میں نے صرف ایک رات تیری عبادت کی تو بیس آدمی میرے پاس بھجوادئے تا کہ مسجد کی تولیت مجھے دیں، اے اللہ تیری عبادت کی قسم میں اس پیشکش کو کبھی قبول نہیں کروں گا!

مناقب العارفین میں ہے کہ حضرت مولانا ئے رومؒ کی زوجہ محترمہ نے ان سے پوچھا کہ آپ نماز میں اس قدر آہ و زاری کیوں کرتے ہیں؟ فرمایا عبادت میں قصور و تقصیر کی وجہ سے میں خدا تعالیٰ سے رو کر یہ درخواست کرتا ہوں کہ اے اللہ میری ہمت تو ایسی ہی نماز پڑھنے کی ہے، میرے قصور کو معاف کر دے۔ ۳۵

روزہ اور صوفیہ:

تصوف میں روزہ غیر حق سے باطنی اور ظاہری توجہ ہٹانے کا نام ہے، صوفیہ کی نظر میں روزے کی تین قسمیں ہیں: پہلا عوام کا روزہ ہے جس میں روزہ افطارنے کا انتظام ہے، انتظار شام بھی ہے اور خشکی کام بھی۔ سالک کا روزہ دل کا روزہ ہے، اور کاملین کا روزہ ان دونوں سے بھی برتر ہے ___ عین القضاۃ ہمدانی کی نظر میں ظاہری

Marfat.com

روزہ تو ترک طعام و شراب ہے یعنی کھانے پینے کو چھوڑنا اور باطنی روزہ یہ ہے کہ کھانا اور پینا اس کی بنیاد ہے یعنی باطنی روزے کی بنیاد کھانا پینا ہے لیکن یہ معنوی کھانا پینا ہے اور الصَّوم لی و انا اجزی به کا مفہوم بھی یہی ہے۔ خدا کا فرمان ہے کہ روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا ہوں، معنوی روزے کا افطار اللہ کے دیدار سے کیا جاتا ہے۔ حضورؐ کا فرمان ہے کہ روزے دار کے لئے دو راحتیں ہیں، دو خوشیاں ہیں: ایک افطار کے وقت کی خوشی اور ایک اللہ کے دیدار کی خوشی (قیامت کے دن)۔۳۶____ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابیؓ سے فرمایا تھا کہ جب تم روزہ رکھو تو تمہارے کان، آنکھ، زبان اور ہاتھ الغرض تمہارا ہر عضو روزہ دار ہونا چاہیے اور نیز یہ بھی فرمایا کہ بہت سے روزہ دار ایسے ہوتے ہیں کہ انہیں روزہ سے بھوک اور پیاس کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا__ ایک صوفی صاف دل کا قول ہے کہ روزہ تین طرح کا ہے: نفس کا روزہ، حرام چیزوں سے پرہیز کرنا، عقل کا روزہ خواہشات کی مخالفت کرنا، روح کا روزہ امیدوں اور آرزوؤں کو کوتاہ کرنا ہے____ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ صبر نصف ایمان ہے اور روزہ نصف صبر ہے____ قرآن پاک میں ایک جگہ ارشاد ہے بیشک صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر دیا جائے گا۔ اِنَّمَا یُوَفَّی الصَّابِرُونَ اَجْرَھُم بِغَیْرِ حِسَابٍ (سورہ ۳۹، آیت ۱۰) اس آیت کی تفسیر میں مشائخ نے فرمایا ہے کہ: یہاں صابروں سے مراد روزہ دار ہیں۔۳۷____ روزہ واحد عبادت ہے جس میں ظاہر داری نہیں سماتی یعنی اس عبادت کا علم دوسروں کو نہیں ہوتا صرف روزہ دار جانتا ہے کہ وہ روزے سے ہے____ جب تک روزہ دار خود دوسروں کو نہ بتائے کوئی نہیں جانتا کہ وہ روزہ سے ہے، اسی لئے اس کا ثواب بھی بے حساب ہے__ نجم الدین کبریٰؒ نے السایر والحایر میں روزے کے بہت سے فائدے گنوائے ہیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

(۱) روزہ رکھنے والا فرشتوں سے مشابہت رکھتا ہے کہ جس طرح فرشتے کچھ نہیں کھاتے روزہ دار بھی کچھ نہیں کھاتا (۲) نفس امارہ جو کہ دشمن حق ہے روزہ دار اس کی مخالفت کرتا ہے (۳) روزہ دار مقام خاص حاصل کرتا ہے جو اس حدیث میں ہے

Marfat.com

کہ الصوم لی وانا اجزی به (۴) دوزخ اور شیطان کے خلاف روزہ دار ڈھال حاصل کرتا ہے کہ حدیث پاک ہے الصوم جنته ......یعنی روزہ ڈھال ہے (۵) روزہ دار مخلصین کے زمرے میں شامل ہو جاتا ہے کیونکہ روزہ وہ عبادت ہے جس میں ریا اور ظاہر داری نہیں سماتی (۶) روزہ دار دو خوشیاں حاصل کرتا ہے: ایک خوشی افطار کے وقت اور دوسری دیدار حق کی شادمانی قیامت کے دن (۷) روزے سے روزے دار کو تندرستی حاصل ہوتی ہے (۸) روزہ دار لغویات اور بے ہودہ باتوں سے بچ جاتا ہے۔

ایک روز شقیق بلخیؒ اور ابوتراب نخشیؒ حضرت بایزیدؒ کے پاس آئے، کھانا آ گیا، کھانا شروع ہوا تو حضرت ابوترابؒ نے حضرت بایزیدؒ کے مرید سے کہا (جو حضرت کا خادم خاص تھا) کہ ہمارے ساتھ تم بھی کھانے میں شریک ہو جاؤ، اس نے کہا کہ میں روزے سے ہوں۔ حضرت ابوترابؒ نے کہا کہ کھانا کھاؤ ایک مہینہ کے روزوں کا ثواب ملے گا، کہنے لگا کہ میں روزہ نہیں توڑوں گا، حضرت شقیق بلخیؒ نے کہا کہ ہمارے ساتھ کھانا کھاؤ ایک سال کے روزوں کا ثواب لے لو، اس نے کہا کہ میں روزہ نہیں توڑوں گا، حضرت بایزیدؒ نے فرمایا کہ اسے چھوڑو یہ تو راندۂ درگاہِ حق ہے۔ کچھ عرصہ نہیں گذرا کہ وہ مرید چوری میں پکڑا گیا اور اس کے دونوں ہاتھ قلم کر دیئے گئے ____ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نفلی روزہ متواتر رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ ۳۸

زکوٰۃ اور صوفیہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے الزکوة قنطرة الاسلام. یعنی زکوٰۃ اسلام کا پل ہے۔ زکوٰۃ درحقیقت حیوانیت سے پاک ہونے کا نام ہے کہ حیوان کی صفت ہے کہ وہ مال جمع کرتا ہے، کسی کو کچھ دیتا نہیں۔ انسان کے لیے جمع کرنا بھی لازم ہے کہ ضرورت انسانی ہے کہ وہ جمع کرے تاکہ بوقت ضرورت اس کا اندوختہ کام آئے اور غربا و مساکین کو زکوٰۃ بھی دے۔ لیکن اگر انسان زکوٰۃ نہ دے تو وہ حیوانیت کی صفت سے بلند نہیں ہو سکتا، اس پر حیوانیت غالب رہے گی۔ عطاؤ بخشش صفات حق ہیں، انسان جب زکوٰۃ دیتا ہے تو گویا حق سے موصوف ہوتا ہے ____ صوفیہ کی نظر میں عوام کی زکوٰۃ حفاظت مال کے لئے ہوتی ہے، عابدوں کی زکوٰۃ اللہ کے حکم کی پیروی ہوتی ہے

Marfat.com

یعنی نصاب کے مطابق زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، سالک کی زکوٰۃ یہ ہے کہ سب کچھ اللہ کے راستے میں قربان کردے اور صرف پانچواں حصہ اپنے پاس رکھے اور کاملین کی زکوٰۃ ہے ''خودی را دادن وخدارا داشتن'' یعنی خودی کو دینا اور خدا کو رکھنا ___ ایک شخص نے حضرت بایزید بسطامیؒ سے زکوٰۃ کے بارے میں سوال کیا کہ دو سو درہم پر کتنی زکوٰۃ واجب ہے؟ آپ نے پوچھا کہ مذہب فقہا کے حوالے سے پوچھتے ہو یا مذہب فقرا کے حوالے سے! ___ اس نے کہا دونوں کے حوالے سے بتایئے ___ ارشاد ہوا کہ فقہا کا مذہب تو یہ ہے کہ مسلمان اس رقم پر سال گذرنے کے بعد پانچ درہم زکوٰۃ دے اور فقرا کا مذہب یہ ہے کہ سب کچھ خدا کی راہ میں لٹا دے اور جان عزیز شکرانے کے طور پر پیش کرے ___ حضرت ابوالعباس نہاوندیؒ کے ایک مرید نے جو بہت مالدار تھا آپ سے پوچھا کہ یا شیخ میں زکوٰۃ کسے دوں؟ آپ نے فرمایا کہ جس پر تمہارا دل ٹکے اس کو دے دو، وہ مرید گیا ایک فقیر کو سر راہ دیکھا نابینا پریشان حال تھا اور بھیک مانگ رہا تھا، اس کے دل میں آیا کہ واقعی یہ شخص ہے جو صحیح ضرورت مند ہے، اس نے جیب میں سے سونے کے سکے نکالے اور نابینا فقیر کو دے دیئے۔ فقیر اشرفیاں پاکر بہت خوش ہوا، اگلے روز اتفاق سے اسی راستے سے گذر رہا تھا وہ اندھا فقیر ایک دوسرے اندھے فقیر سے کہہ رہا تھا کہ کل ایک امیر آدمی یہاں سے گذرا اس نے مجھے سونے کی اشرفیاں دیں، میں سیدھا یہاں سے شراب خانے میں گیا، شراب پی اور فلاں مطربہ کے ساتھ رات بھر دادِ عیش دی۔ مرید سیدھا شیخ کے پاس آیا ابھی کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ حسب معمول شیخ نے ٹوپی بیچی تھی، ایک درہم جیب میں تھا مرید کو دیا اور کہا جاؤ راستے میں جو شخص سب سے پہلے ملے اسے دے دو۔ مرید نے وہ درہم لیا اور چلا گیا، راستے میں سب سے پہلے ایک علوی سے ملاقات ہوئی۔ علوی نے وہ درہم لیا اور اپنی راہ اختیار کی، مرید کے دل میں یہ خیال آیا کہ اس علوی کے پیچھے چلنا چاہیے اور دیکھنا چاہیے کہ یہ اس درہم کا کرتا کیا ہے؟ سو مرید اس کے پیچھے پیچھے چل پڑا، علوی ایک ویرانے میں گیا ایک مردہ کبوتر جو اپنے دامن میں چھپایا ہوا تھا نکالا اور پھینکا، ویرانے سے باہر آ گیا۔ مرید نے کہا اے جوانمرد تجھے خدا کی قسم بتا کہ معاملہ کیا ہے؟ یہ مردہ کبوتر تو نے کیوں

Marfat.com

پھینکا؟ علوی نے کہا کئی روز سے میرے اہل و عیال بھوکے ہیں، میں تو صبر کرلوں لیکن بچے صبر نہیں کرتے سو میں یہ مردہ کبوتر گھر لے جارہا تھا تاکہ بچے کھائیں، کسی سے مانگ سکتا نہیں تھا، اللہ ہی سے درخواست تھی کہ تو ہی سب کچھ جانتا ہے، میں اس حال میں تھا کہ تو نے یہ درہم مجھے دے دیا، جب مجھے یہ حلال کی روزی مل گئی تو یہ مردہ پرندہ میں نے پھینک دیا، مرید نے جب یہ سُنا تو بہت حیران ہوا، شیخ کے پاس پہنچا، اس سے پہلے کہ وہ شیخ سے کچھ کہے شیخ نے فرمایا کہ اے شخص تو لوگوں کے ساتھ کاروبار کرتا ہے، ظالموں کے ساتھ خرید و فروخت کرتا ہے، وہ مال جو تیرے پاس آتا ہے وہ حرام کا ہوتا ہے اس کی زکوٰۃ بھی اسی آدمی کے پاس جاتی ہے جو پیسے کو شراب میں ضائع کرتا ہے، اصل مسئلہ معاملے کا ہے یہ درہم جو میں نے کسب حلال سے پیدا کیا وہ علوی کے پاس پہنچا اور مستحق کو ملا۔ ۳۹

حج اور صوفیہ:

عوام کا حج سفرِ ظاہری ہوتا ہے اور گویا اس شعر کے مصداق ہوتا ہے:

ترسم نرسی بہ کعبہ ای اعرابی   کین رہ کہ تو میروی بہ ترکستان است

یعنی مجھے ڈر ہے کہ تم کعبہ نہیں پہنچ سکتے کیونکہ جس راستے پر تم چل رہے ہو وہ تو ترکستان جاتا ہے کعبہ کو نہیں جاتا۔

شمس تبریزیؒ فرماتے ہیں کہ کعبۂ گل یعنی مٹی سے بنا ہوا کعبہ حضرت ابراہیم خلیلؑ نے بنایا تھا اور کعبۂ دل رب جلیل کا بنایا ہوا ہے۔ وہ آب و گل (پانی اور مٹی) سے اور یہ جان و دل سے ہے۔ کاملین کا حج اپنی ذات کی زیارت ہے کہ جس نے خود کو جان لیا اس نے خدا کو جان لیا۔ ____ ابوالحسن خرقانیؒ کا قول ہے کہ کچھ لوگ کعبے کا طواف کرتے ہیں، کچھ آسمان پر بیت معمور کا طواف کرتے ہیں اور کچھ عرش کا طواف کرتے ہیں لیکن جوان مرد اس کی (خدا کی) یکتائیت کا طواف کرتے ہیں ____

صوفیہ کی نظر میں حج تین طرح کے ہیں، ایک حج شریعت میں ہے، ایک طریقت میں ہے اور ایک حقیقت میں ہے۔ شریعت میں جو حج ہے وہ تو عام حج ہے یعنی خدا کے اس گھر کی زیارت کرنا جو آفاق میں ہے اور وہ حج جو طریقت میں ہے وہ خدا کے اس گھر

Marfat.com

کی زیارت کرنا ہے جو انفس میں ہے یعنی خود انسان کے قلب میں ہے، یعنی اپنی ذات کی شناخت، عام حج میں ظاہری سفر ہے، طریقت کے حج میں باطنی سفر ہے اور وہ حج جو حقیقت میں ہے اس میں خداوندِ خانہ تک پہنچنا ہے۔ حج شریعت میں اپنے شہر کو چھوڑنا ہوتا ہے، حج طریقت میں اپنے ظاہر کو چھوڑنا ہوتا ہے اور حج حقیقت میں اپنی ہستی کو یعنی اپنی ذات کو چھوڑنا اور خدا کو پانا ہوتا ہے۔[۴۰]

ایک دن مولانا رومیؒ نے معین الدین پروانہؒ سے فرمایا کہ جہاں تک ہو سکے چار قبلوں کی خدمت کرو، معین الدین پروانہؒ نے آداب بجالا کر کہا کہ حضور ہم تو ایک قبلہ کو جانتے ہیں یہ دوسرے تین قبلے کونسے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ اول قبلۂ نماز ہے، دوم آسمان جو قبلۂ دعا ہے، جب پریشانی ہوتی ہے تو ہم قبلۂ دعا کی طرف رخ کرتے ہیں اور رو رو کر اپنی حاجتیں مانگتے ہیں، تیسرا قبلۂ حاجات درماندگان اور پناہگاہ مظلومان ہے جب کوئی مظلوم اور مصیبت زدہ تمہارے پاس آتا ہے تو تم اس کی ضرورت پوری کرتے ہوتا کہ حق تعالیٰ تمہاری دینی اور دنیاوی ضرورتیں پوری کرے:

تاتوانی درون کس مخراش — کاندرین راہ خارھا باشد
کار درویش مستمند برآر — کہ ترا نیز کارھا باشد

یعنی جہاں تک ہو سکے کسی کا دل نہ دکھاؤ کہ یہ راستہ یعنی دل دکھانا بہت خطرناک ہے، دوسروں کے کام آؤ اللہ تعالیٰ تمہارے کام بنائے گا ____ چوتھا قبلہ دل مردان خدا ہے جو تمام قبلوں سے بلند تر ہے ____ حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کا قول ہے کہ قبلے پانچ ہیں:

(۱) کعبہ کہ مومنین کا قبلہ ہے (۲) بیت المقدس کہ جو پچھلی امتوں کا قبلہ تھا (۳) بیت المعمور جو آسمان میں فرشتوں کا قبلہ ہے (۴) عرش جو قبلۂ دعا ہے (۵) جوانمردوں کا قبلہ خدا ہے کہ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ (جس طرف بھی رخ کرو گے اللہ تعالیٰ ہی ملے گا) (سورہ ۲، آیت ۱۱۵)[۴۱]

صوفیہ کی نظر میں حج کے حوالے سے مکہ مرتبۂ الٰہی ہے، کعبہ ذات الٰہی ہے، میقات قلب الٰہی ہے، طواف ہویت مطلق کے ادراک کی کوشش ہے کہ سات مرتبہ

Marfat.com

طواف خداوند تعالیٰ کی سات صفات ذاتیہ حیات، علم، قدرت، ارادہ، سمع و بصر اور کلام کی طرف اشارہ ہے یعنی ان صفات کا کماحقہ ادراک کر کے ذاتِ حق کا ادراک حاصل کیا جائے ـــــ عرفات مقام معرفت خدا ہے، صفا سے مراد صفات بشری سے پاک ہونا اور مروہ سے مراد ہے صفات الٰہی سے بہرہ ور ہونا۔ جمار ثلاثہ (وادی منیٰ کے تین مقامات: جمرۃ الاولیٰ، جمرۃ الوسطیٰ، جمرۃ العقبہ، جہاں مناسک حج ادا کرتے وقت شیطان کو سات کنکریاں ماری جاتی ہیں، جسے رمی جمرات کہا جاتا ہے، جمرہ کے معنی سنگریزے یا کنکری کے بھی ہیں، اور چنگاری کے بھی) سے مراد نفس، طبیعت اور عادات انسانی ہیں، سات مرتبہ پتھر مارنا گویا سات صفات الٰہی کی برکت سے ان تینوں برائیوں کو یعنی نفس، طبیعت اور عادات انسانی کو فنا کرنا ـــ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا یہ معمول تھا کہ ایک سال حج کرتے، دوسرے سال شریک جہاد ہوتے اور تیسرے سال تجارت کرتے اور جو نفع تجارت سے حاصل ہوتا وہ مستحقین میں تقسیم کرتے۔[۴۲] ـــ حضرت بایزید بسطامیؒ سفرِ حج میں چند قدموں کے بعد دو رکعت نماز ادا کرتے ہوئے بارہ سال میں مکہ معظمہ پہنچے، آپ فرمایا کرتے تھے کہ بیت اللہ دنیاوی بادشاہوں کا دربار نہیں جہاں انسان براہ راست پہنچ جائے ـــــ بایزید بسطامیؒ نے جس سال مکہ معظمہ میں حج ادا کیا، اس سال مدینہ منورہ تشریف نہیں لے گئے اور فرمایا یہ کوئی معقول بات نہیں کہ حج کے طفیل میں مدینہ منورہ جاؤں، اگلے سال مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ جب مدینہ منورہ میں پہنچے بہت سے افراد آپ کے ہمراہ ہو گئے، ان سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے آپ نے یہ کہا۔ اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ (سورہ ۲۰، آیت ۱۴) یعنی میں خدا ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں پس تم میری عبادت کرو، لوگوں نے یہ سن کر ان کو دیوانہ سمجھا اور ان کا ساتھ چھوڑ کر چلے گئے، حالانکہ انہوں نے یہ قرآن کی آیت پڑھی تھی ـــــ حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں حج کے لئے جا رہا تھا، ایک شخص مجھے راستہ میں ملا، پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ میں نے کہا حج کو جا رہا ہوں، پوچھا تمہارے پاس کتنے پیسے ہیں؟ میں نے کہا دو سو درہم، اس نے کہا لاؤ مجھے دو کہ صاحب اولاد ہوں اور حاجتمند ہوں، سات بار میرا

Marfat.com

طواف کرو تمہارا حج یہی ہے، آپ نے ایسا ہی کیا اور وہ رقم لے کر رخصت ہوا۔۴۳ عبداللہ بن مبارکؒ فراغتِ حج کے بعد بیت اللہ میں سو گئے، خواب میں دیکھا کہ دو فرشتے باہم گفتگو کر رہے ہیں، ایک نے دوسرے سے سوال کیا کہ اس سال کتنے لوگ حج میں شریک ہوئے اور کتنے افراد کا حج قبول ہوا؟ دوسرے نے جواب دیا کہ چھ لاکھ لوگوں نے فریضہ حج ادا کیا لیکن ایک فرد کا بھی حج قبول نہیں ہوا سوائے دمشق کے ایک موچی علی بن موفق کے جو حج میں تو شریک نہیں ہو سکا لیکن خدا نے اس کا حج قبول فرما کر اس کے طفیل میں سب کا حج قبول کر لیا، یہ خواب دیکھ کر بیداری کے بعد عبداللہ بن مبارکؒ موچی سے ملاقات کرنے دمشق پہنچے اور ملاقات کے بعد اس سے حج کا واقعہ دریافت کیا، اس موچی نے اپنا واقعہ یوں بیان کیا کہ بہت عرصے سے میرے دل میں حج کی تمنا تھی اور میں نے اسی نیت سے تین سو درہم بھی جمع کر لئے تھے لیکن ایک دن میرے پڑوسی کے گھر سے کھانا پکنے کی خوشبو آئی تو میری بیوی نے کہا کہ ان کے ہاں سے تم بھی کھانا مانگ لاؤ کہ ہم بھی کھالیں چنانچہ میں نے اس سے جا کر کہا کہ آج آپ نے جو کچھ پکایا ہے ہمیں بھی عنایت فرمادیں، پڑوسی نے کہا کہ جو کھانا میں نے پکایا ہے آپ کے کھانے کا نہیں، ہم لوگ کئی دن سے بھوکے تھے ہم نے مردہ گدھے کا گوشت پکایا ہے، یہ سن کر میں نے حج کے لیے اپنی جمع شدہ رقم اس کے حوالے کر دی اور خیال کیا کہ ایک مسلمان کی امداد میرے نفلی حج کے برابر ہے۔۴۴ ایک بزرگ حج کا قصد کر کے بغداد میں ابو حازم مکیؒ سے ملاقات کے لئے پہنچے، آپ آرام فرما رہے تھے کچھ دیر کے بعد جب آپ بیدار ہوئے تو اس شخص سے فرمایا کہ مجھے خواب میں حضورِ اکرمؐ کی زیارت کا شرف ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پیغام پہنچانے کا حکم دیا ہے کہ آپ اپنی والدہ کے حقوق کو نظر انداز نہ کریں کیونکہ ماں کے حقوق ادا کرنا حج کرنے سے زیادہ بہتر ہے لہٰذا واپس جایئے اور والدہ کی خوشی کا خیال رکھئے، چنانچہ وہ بزرگ حج کا قصد ترک کر کے واپس چلے گئے۔۴۵ ایک سیدزادے حج کے ارادے سے اپنے وطن گیلان سے چلے، بغداد پہنچے اور حضرت جنیدؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، سلام کیا حضرت جنیدؒ نے پوچھا کہ کہاں سے تشریف لائے ہو؟ سید

Marfat.com

زادے نے کہا گیلان سے پوچھا کس کے صاحبزادے ہو؟ جواب دیا کہ حضرت علیؑ کی اولاد میں سے ہوں ــــــ حضرت جنیدؒ نے کہا کہ آپکے جدامجد دو تلواروں سے جہاد کرتے تھے، ایک تلوار سے کافروں کے خلاف اور ایک تلوار سے نفس کے خلاف۔ تم کونسی تلوار سے جہاد کرتے ہو؟ یہ سن کر اس سیدزادے کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور بولے یا شیخ میراحج تو بس یہیں ہو گیا، اب مجھے خدا کی طرف رہنمائی فرمایئے ــــــ آپ نے فرمایا سیدزادے یہ تمہارا سینہ خداوند تعالیٰ کا حرم خاص ہے جہاں تک ہو سکے اس حرم خاص میں کسی نامحرم کو داخل نہ ہونے دو ــــــ سیدزادے نے کہا بس حقیقت کو پالیا، توبہ کی اور جنیدؒ کے مرید ہو گئے[۴۶] ــــــ لوگوں نے حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا کہ خدا کہاں ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے بندوں کے دل میں یعنی قلب مومن بیت اللہ ہے ــــــ صوفیہ کہتے ہیں کہ عوام حج کی راہ میں زروسیم صرف کرتے ہیں اور اہل حق جان و دل لٹاتے ہیں، یہ مقام کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے[۴۷] ــــــ حضرت ابراہیم ادہمؒ جب سفر حج پر روانہ ہوئے تو ہر قدم پر دو رکعت نماز ادا کرتے ہوئے چودہ سال میں مکہ مکرمہ پہنچے، جب وہاں پہنچے تو خانہ کعبہ غائب تھا، آپ سمجھے کہ شاید میری بصارت ہی زائل ہو چکی ہے ــــــ غیب سے ندا آئی کہ بصارت زائل نہیں ہوئی بلکہ کعبہ ایک بڑھیا کے استقبال کے لئے گیا ہوا ہے ــــــ یہ سنکر آپ شرمندہ ہوئے، عرض کیا اے اللہ وہ کون ہستی ہے؟ ندا آئی کہ وہ بہت ہی عظیم المرتبت ہستی ہے۔ چنانچہ آپ نے نظر اوپر اٹھائی تو دیکھا کہ سامنے سے حضرت رابعہ بصریؒ لاٹھی کے سہارے چلی آرہی ہیں اور کعبہ اپنی جگہ پہنچ چکا ہے ــــــ حضرت ابراہیم ادہمؒ نے حضرت رابعہ بصریؒ سے پوچھا کہ آپ نے نظامِ عالم کیوں درہم برہم کر رکھا ہے؟ جواب دیا کہ میں نے نہیں تم نے ایک ہنگامہ برپا کیا ہوا ہے جو چودہ سال میں کعبہ تک پہنچے ہو! حضرت ابراہیم ادہمؒ نے فرمایا کہ میں ہر قدم پر دو رکعت نفل نماز پڑھتا ہوا آیا ہوں۔ حضرت رابعہؒ نے فرمایا کہ تم نے نماز سے فاصلہ طے کیا اور میں نے یہ فاصلہ نیاز سے طے کیا ہے پھر کعبہ تک پہنچی ہوں۔[۴۸] ــــــ ایک حاجی حج سے واپس آرہا تھا راستے میں اسے نمک کی ضرورت ہوئی، اس نے اپنے غلام سے کہا کہ

بنیے سے کہو کہ میرا آقا حاجی ہے ذرا سا نمک دیدے، غلام نمک لے آیا، پھر آگے منزل پر پڑاؤ کیا، وہاں بھی نمک کی ضرورت ہوئی، پھر غلام سے کہا کہ جا بنیے سے جا کر کہو کہ میرا آقا حاجی ہے حج سے واپس آرہا ہے اسے نمک چاہیے ذرا سا نمک دے دے، غلام نمک لے آیا، تیسری منزل پر پھر نمک کی ضرورت پڑی حاجی نے پھر غلام سے کہا کہ بنیے سے کہو کہ میرا آقا حاجی ہے نمک نہیں، ذرا سا نمک دیدے ـــــ غلام نے کہا حضور پہلی بار آپ کا حج فروخت کیا اور نمک لے آیا دوسری بار اپنا حج فروخت کیا اور نمک لے آیا، اب کوئی حج باقی نہیں رہا کہ بیچوں اور نمک لے آؤں۔۴۹ ـــــ ابوالقاسم نصر آبادیؒ خانہ کعبہ میں تھے خلقِ خدا طواف کررہی تھی اور کچھ دنیا کے کاموں میں مصروف تھے اور باتیں کررہے تھے، حضرت ابوالقاسم نصر آبادیؒ گئے، لکڑیاں اور آگ لے آئے، لوگوں نے پوچھا کہ آپ اس آگ اور ان لکڑیوں کا کیا کریں گے؟ فرمایا میں ان سے کعبے کو جلادونگا تا کہ لوگ کعبے کو چھوڑ کر خدائے کعبہ کی طرف متوجہ ہوں۔۵۰ ـــــ حضرت حاتم اصمؒ کا قول ہے کہ جہاد تین قسم کا ہے۔ (۱) ابلیس کے خلاف جنگ کرنا (۲) فرض کی ادائیگی کے لئے نفس سے جنگ کرنا (۳) کافروں سے جنگ کرنا۵۱ ـــــ مختصراً یوں کہ صوفیہ کی نظر میں زکوٰۃ خدا کی راہ میں مال اور جان صرف کرنے کو کہتے ہیں، جہاد خواہشات نفسانی کو مغلوب کرنے کا نام ہے، حج اپنی ذات سے حق کی طرف سفر کرنا ہے، روزہ غیر حق سے توجۂ ظاہری و باطنی ہٹالینے کی ایک صورت ہے اور نماز دیدارِ حق ہے ـــــ صوفیہ کہتے ہیں کہ روزہ خلوۃ ہے، نماز جلوۃ ہے، روزہ عدم خواہشات نفس ہے اور نماز وجود تجلیات حق ہے، روزہ انسان کو صفت ملائکہ اور صفت خداوندی سے نزدیک کردیتا ہے کہ کچھ نہ کھانا صفت حق بھی ہے اور صفت ملائکہ بھی، یوں بھی کہا جاتا ہے کہ نماز صحت کا صدقہ ہے، جہاد جان کا صدقہ ہے، زکوٰۃ دولت کا صدقہ ہے، حج صداقت قدم ہے اور روزہ صداقت قلب ہے اور ان سب کا مجموعہ ریاضت و مجاہدۂ نفس ہے ـــــ ایک صوفی صاف دل کا قول ہے کہ دنیا میں صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس میں عبادات محض رسومات کا نام نہیں بلکہ ان کا مقصود بھی انسان سازی اور انسانیت آموزی ہے: نماز مساوات انسانی کا درس

Marfat.com

دیتی ہے، روزہ انسان میں دوسروں کی بھوک یا ضرورتوں کا احساس جگاتا ہے، زکوۃ دوسروں کی مالی احتیاج کے شعور کی آئینہ داری کرتی ہے اور حج وحدت ملت یا وحدت انسانی کے پہلو کو نمایاں کرتا ہے۔

Marfat.com

حواشی

۱۔ غوث شاہ قلندر پانی پتیؒ: تعلیم غوثیہ' موسوم بہ مرآت الوحدت' مرتبہ سید شاہ گل حسن قلندر' نفیس اکیڈمی کراچی ۱۹۷۶' ص ص ۱۲۵۔۱۲۳' و نظام الدین اولیا "" فوائد الفواد مرتبہ حسن علا سجزی' دہلی' ۱۹۹۶ ص ۲۲۸' نیز سمنانی' علاؤالدولہ: چہل مجلس' یا رسالہ اقبالیہ' مرتبہ بجستانی' امیر اقبال شاہ :بامقدمہ' نجیب مایل ھروی' تہران ۱۳۶۶ھ ص ص ۱۳۴۔۱۶

۲۔ عطار: "تذکرۃ لاولیا" حصہ دوم ص ۴۶

۳۔ ایضاً ص ۱۶۶

۴۔ امام قشیری: "رسالہ قشیریہ" ص ص ۳۰۵۔۳۰۳

۵۔ عطار: تذکرۃ الاولیا' حصہ دوم ص ۱۶۶' و نخشبی' سلک السلوک ص ۱۵۲

۶۔ حمویہ' سعد الدین: "المصباح فی التصوف" ص ص ۹۵۔۹۴

۷۔ عطار: تذکرۃ الاولیا' حصہ دوم ص ۲۰۴

۸۔ ایضاً ص ۲۰۵

۹۔ ایضاً ص ۲۰۷

۱۰۔ حمویہ' سعد الدین: "المصباح فی التصوف" ص ۹۵

۱۱۔ عین القضاۃ ھمدانی: "تمہیدات" ص ص ۶۷۔۶۶، و ابن عربی' شجرہ الکون' اردو ترجمہ از صوفی محمد صدیق' علی برادران' فیصل آباد' ۱۹۸۵ ص ص ۶۷۔۶۵

۱۲۔ الکلاباذی: "تعرف ترجمہ' اردو" ص ص ۱۲۵۔۱۲۰

Marfat.com

۱۳۔ نجم الدین کبریٰ: ''السایر والحایر'' ص ۴۴۹

۱۴۔ سہروردی' شہاب الدین: ''عوارف المعارف'' ص ص ۱۲۸۔۱۲۴

۱۵۔ نجم الدین کبریٰ: ''السایر والحایر'' ص ص ۲۱۔۱۹

۱۶۔ عین القضاۃ ھمدانی: تمہیدات' ص ص ۸۰۔۷۹' حسن سجزی' فوائد الفواد ص ص ۲۵۸۔۲۵۹ء

۱۷۔ تمہیدات' ص ۷۹

Schimmel, Mystical Dimensions of Islam,pp. 152-153

۱۸۔ تمہیدات' ص ص ۸۲۔۸۰

۱۹۔ سہروردی' شہاب الدین: عوارف المعارف' ص ص ۱۳۸۔۱۲۸

۲۰۔ الکلاباذی: تعرف' ترجمہ اردو' ص ۲۳۰

۲۱۔ رومی' جلال الدین: فیہ ما فیہ' مرتبہ فروزانفر' تہران' ۱۳۶۱ھ' ص ص ۳۲۔۱۳' عطارؒ تذکرۃ الاولیا' حصہ اول ص ۷۷' ابوسعید ابوالخیر' اسرار التوحید ص ۲۹۹

۲۲۔ تذکرۃ الاولیا' حصہ اول' ص ۷۶

۲۳۔ ایضاً ص ۱۴۱

۲۴۔ ایضاً حصہ دوم ص ۱۶۶

۲۵۔ رازی' نجم الدین: ''مرصاد العباد'' ص ص ۹۶۔۹۵

۲۶۔ ابن عربیؒ: ''فصوص الحکم' فص محمدیہ'' ترجمہ اردو عبدالقدیر صدیقی ص ص ۴۴۴۔۴۲۵' خواجہ میر درد محمدی دہلوی' اسرار الصلوٰۃ' دہلی ۱۳۱۰' ص ۴۱

۲۷۔ فارابی' ابونصر: شرح فصوص الحکم ص ۲۷۲ و عوارف المعارف ص ۱۳۰

۲۸۔ شرح فصوص الحکم' ص ۲۷۳

۲۹۔ عطارؒ: ''تذکرۃ الاولیا'' حصہ اول ص ص ۲۲۵۔۲۲۴' ھجویریؒ'' کشف المحجوب' مرتبہ تسبیحی' ص ص ۴۴۲۔۴۳۷

۳۰۔ نجم الدین کبریٰ: ''الاصول العشرۃ'' ص ۳۲

۳۱۔ عطارؒ: ''تذکرۃ الاولیا'' حصہ اول ص ۳۱

Marfat.com

۳۲۔ ایضاً ص ص ۱۴۷۔۱۴۶ اور حصہ دوم ص ۸۵
۳۳۔ عطار: تذکرۃ الاولیا' حصہ دوم' ص ص ۱۰۔۹
۳۴۔ شیرازی' محمد معصوم: ''طرایق الحقائق'' با تصحیح محجوب' محمد جعفر: کتاب خانۂ سنائی' ص ص ۵۶۷۔۵۶۶' و ڈاکٹر شمیم محمود زیدی' احوال و آثار شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی و خلاصۃ العارفین' ص ص ۱۶۹۔۱۶۸
۳۵۔ عطار: ''تذکرۃ الاولیا'' حصہ اول ص ص ۴۹۔۴۸' افلاکی' مناقب العارفین ص ۲۰۱
۳۶۔ عین القضاۃ ھمدانی: ''تمہیدات'' ص ص ۹۲۔۹۱
۳۷۔ سہروردی: ''عوارف المعارف'' ص ص ۱۴۱۔۱۳۸ نیز کشف المحجوب (اردو ترجمہ الیف۔ڈی گوہر) ص ۳۰۱
۳۸۔ عطار: تذکرۃ الاولیا' حصہ اول' ص ۱۴۴' علی ھجویریؒ کشف المحجوب (اردو' ترجمہ الیف۔ڈی گوہر) ص ۳۰۲ نیز ر۔ک۔ نجم الدین کبریٰ السایر والحایر
۳۹۔ عطار: تذکرۃ الاولیا' حصہ دوم ص ص ۲۶۹۔۲۶۸
۴۰۔ ایضاً حصہ دوم ص ۱۹۳ اور ص ۱۹۹ نیز نسفی' عزیز الدین: کشف الحقایق' ص ص ۲۲۹۔۲۲۷
۴۱۔ عطار: تذکرۃ الاولیا' حصہ دوم' ص ص ۱۹۹۔۱۹۳' میبدی' تفسیر کشف الاسرار' جلد اول ص ۶۱ و مناقب العارفین
۴۲۔ عطار: تذکرۃ الاولیا' حصہ اول ص ۶۷ اور ذوقی سر دلبران' ص ص ۱۴۱۔۱۳۴
۴۳۔ عطار: تذکرۃ الاولیا' حصہ اول' ص ص ۱۳۲۔۱۳۰
۴۴۔ ایضاً ص ص ۱۶۹۔۱۶۸
۴۵۔ ایضاً ص ص ۶۳۔۶۲ کشف المحجوب (اردو) ص ۹۰
۴۶۔ عطار: تذکرۃ الاولیا' حصہ دوم ص ۲۰
۴۷۔ عین القضاۃ ھمدانیؒ: ''تمہیدات'' ص ص ۹۳۔۹۲

Marfat.com

۴۸۔ عطار: ''تذکرۃ الاولیا'' حصہ اول ص ۶۷

۴۹۔ ''مطالب رشیدی'' ص ۵۱

۵۰۔ عطّار: ''تذکرۃ الاولیا'' حصہ دوم، ص ۲۶۲

۵۱۔ عطّار: ''تذکرۃ الاولیا'' حصہ اول، ص ۲۲۶

Marfat.com

توبہ صوفیہ کی نظر میں

صوفیہ کی اصطلاح میں توبہ کو باب الابواب کہتے ہیں کیونکہ سب سے پہلے جس وسیلے سے سالک مقام قرب خداوندی پاتا ہے وہ توبہ ہے۔ حضرت شہاب الدین سہروردیؒ فرماتے ہیں کہ توبہ تمام مقامات کی بنیاد اور تمام احوال کی کنجی ہے[1]۔۔۔۔ سالکین کے لئے توبہ سب سے پہلی منزل اور طالبین کے لیے پہلا مقام ہے۔ حضرت امام خمینیؒ فرماتے ہیں کہ توبہ طالب حقیقت کے قلب کو بیدار کرتی ہے تاکہ وہ اپنے محبوب حقیقی کو پالے یوں توبہ نقص سے کمال، جہل سے علم، کثرت سے وحدت کی جانب سفر کا نام ہے، جو کبھی ختم نہیں ہوتا اور صوفی اس مقام توبہ سے کبھی بے نیاز نہیں ہوتا کہ مبتدی گناہ سے توبہ کرتا ہے اور منتہی کی توبہ خود توبہ سے ہوتی ہے۔۔۔۔ توبہ کی پاکیزگی سے تجلیات جلالیہ حاصل ہوتی ہیں اور عبادت کی پاکیزگی سے تجلیات جمالیہ ملتی ہیں، ویسے توبہ احتساب ذات یا شناخت ذات ہی کی ایک صورت ہے۔۔۔۔ سالک طریقت جانتا ہے کہ وہ دارکرامت اللہ (یعنی عالم بالا) سے آیا ہے اور دار عبادت اللہ (یعنی دنیا) میں مقیم ہے اور دار جزا اللہ یعنی آخرت میں جائے گا[2]۔

صوفیہ کی نظر میں ہر پیغمبر کا ایک مقام متعین ہے۔ اول مقام توبہ ہے جو حضرت آدم علیہ السلام سے مخصوص ہے، قرآن پاک میں ہے ثُمَّ اجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى (اللہ تعالیٰ نے آدم کو برگزیدہ کردیا پھر اس کی طرف توجہ کی اور ہدایت بخشی (سورہ ۲۰، آیت ۱۲۲)۔۔۔ بقول امام غزالیؒ تصوف کی راہ میں مرید کا پہلا قدم یہ ہے کہ وہ توبہ کرے، سوائے فرشتگان اور مقربین کے کوئی آدمی بھی ایسا نہیں کہ پیدائش

Marfat.com

سے لے کر مرتے دم تک کوئی گناہ نہ کرے، اسی طرح ہمیشہ گناہ کرنا شیطانی شیوہ ہے اور توبہ کرنا حضرت آدمؑ کے پوتا ہونے کی نشانی ہے اور توبہ نہ کرنا شیطنت ہے۔ توبہ کے لغوی معنی رجوع کرنے کے ہیں جیسا کہ قرآن پاک میں ہے۔ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا یعنی پھر اُن پر خاص توجہ فرمائی تاکہ وہ آئندہ رجوع رہا کریں (سورہ۹، آیت ۱۱۸) توبہ کا مفہوم یہ ہے کہ شریعت میں جو کچھ مذموم ہے اس کو چھوڑ کر پسندیدہ چیزوں کو اختیار کرنا۔ شریعت میں توبہ کے معنی ہیں گناہوں پر نادم ہونا اور یہ ندامت اس لئے ہو کہ خداوند تعالیٰ نے گناہ کرنے سے منع کیا ہے اس لئے نہیں کہ وہ باعث زحمت و تکلیف ہیں۔ شراب پینا گناہ ہے اس لئے نہیں کہ اس سے دردسر پیدا ہوتا ہے بلکہ اس لئے کہ حکم خداوند ہے، اگرچہ یہ بھی ہے کہ شراب اس لئے حرام ہے کہ انسان کے لیے مضر زیادہ ہے مفید کم ہے کہ قرآن کہتا ہے وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا (سورہ۲، آیت ۲۱۹) ویسے بھی جو چیز حرام ہے وہ انسان کے لیے بالعموم مضر بھی ہے۔ بقول ابوالقاسم قشیریؒ "توبہ کے لغوی معنی بازگشت یعنی لوٹنا ہیں جسے یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ گناہوں کی دنیا سے لوٹنا یا واپس آنا اور پھر گناہوں سے بچنا[۳]۔ سہل عبداللہ تستریؒ فرماتے ہیں کہ حرکات مذمومہ کو افعال محمود سے بدل دینے کا نام توبہ ہے۔ حضرت جنیدؒ کا قول ہے کہ توبہ کے تین معنی ہیں (۱) ندامت (۲) یہ ارادہ کہ آئندہ پھر یہ برائی نہیں کروں گا (۳) ظلم اور دشمنی کو ختم کرنا یعنی دوسروں کے ساتھ جو ظلم یا دشمنی کی تھی اسے مکافات کے ذریعہ سے دور کرنا[۴]۔ حدیث میں ہے کہ ایک روز آپ نے فرمایا التائب من الذنب کمن لاذنب له و اذا احب الله عبدالم یضره ذنب توبہ کرنے والا اس شخص کی مانند ہے جس نے کوئی گناہ نہ کیا ہو، جب اللہ تعالیٰ کسی کو دوست رکھتے ہیں تو گناہوں سے اس کو ضرر نہیں پہنچاتے۔ اس کے بعد حضورؐ نے یہ آیت پڑھی اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور پاک رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے (سورہ۲، آیت ۲۲۲) کسی نے عرض کی یا رسول اللہ توبہ کی علامت کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا ندامت۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی فرمان ہے الندم التوبہ ندامت توبہ ہے یعنی ندامت توبہ کی بنیاد ہے۔

Marfat.com

تصوف میں توبہ یہ ہے کہ جو چیز محبوب حقیقی کے وصال میں مانع ہو خواہ وہ دنیا کی ہو یا عقبیٰ کی، صوفی اس سے اپنے آپ کو بچائے اور کلی طور پر خدا کی جانب متوجہ ہو جائے یعنی غیر حق کو کلی طور پر نظر انداز کر کے حق کا ہو رہے۔ کہتے ہیں بایزیدؒ خانہ کعبہ گئے، ایک خالی گھر دیکھا سوچا میرا حج نہیں ہوا، کیونکہ ایسے پتھر تو میں بہت دیکھ چکا ہوں۔ دوسری بار گئے تو گھر بھی دیکھا اور گھر کے مالک کو بھی دیکھا پھر بھی یہی سوچا کہ میرا حج نہیں ہوا کیونکہ یہ حقیقت توحید کے خلاف ہے، تیسری بار پھر حج کو گئے صرف گھر کے مالک کو دیکھا گھر غائب تھا، دل میں کہا اے بایزیدؒ اگر اپنے آپ کو نہ دیکھتے تو مشرک نہ ہوتے، چاہے سارے عالم پر تمہاری نظر ہوتی، تم مشرک ہو کیونکہ تمہاری نظر اپنی ذات پر ہے اگرچہ سارے عالم کو نظر انداز کر رکھا ہے۔ بایزیدؒ فرماتے ہیں میں نے توبہ کی، توبہ سے توبہ کی اور پھر اپنی ذات کو دیکھنے سے توبہ کی، "التوبه ان یتوب من التوبه" یعنی توبہ یہ ہے کہ توبہ سے توبہ کی جائے، کے معنی یہی ہیں ــــــ خاصان خدا کی نظر میں توبہ یہ ہے کہ انسان غیر اللہ سے منہ موڑ لے ــــــ بقول حضرت ابوالحسن نوریؒ توبہ سے مراد یہ ہے کہ اللہ کے علاوہ ہر چیز سے منہ موڑ لیا جائے بلکہ اپنے وجود سے بھی منہ موڑ لیا جائے کیونکہ انسان کا وجود بھی غیر اللہ ہے، اس لئے صوفیہ کا قول ہے کہ تیری ہستی ایک گناہ ہے اور کوئی گناہ اس کے برابر نہیں ــــ بقول نجم الدین کبریٰؒ گناہ تین قسم کے ہیں: (۱) فرائض کو چھوڑنا اور حرام کام کرنا، ان چیزوں سے بچنا ہر ایک پر فرض ہے۔ (۲) مکروہ باتوں کو کرنا اور مسنون باتوں کو چھوڑنا، یہ ارباب عصمت کیلئے نامناسب ہے ان کو اس سے بچنا چاہئے (۳) ایسے کاموں کا کرنا جو سالک راہ حقیقت کو حضور خداوندی یا بلند مراتب سے دور کر دے، ان کاموں سے توبہ کرنا، اس توبہ کی طرف اشارہ ہے جو اس حدیث میں ہے "انی لاستغفر الله کل یوم سبعین مره" یعنی میں ہر روز ستر بار توبہ کرتا ہوں۔ ۵

شیخ محمد لاہجیؒ کی نظر میں توبہ کے چار مراتب ہیں: (۱) کفر سے بچنا، یہ کفار کی توبہ ہے۔ (۲) فسق و فجور سے بچنا، یہ گنہگار کی توبہ ہے۔ (۳) برے اخلاق سے بچنا، یہ ابرار کی توبہ ہے (۴) غیر حق سے منہ موڑنا، یہ اولیا اور انبیا کی توبہ

Marfat.com

ہے۶۔ حضرت ذوالنونؒ کا قول ہے کہ عوام کی توبہ گناہوں سے، خواص کی توبہ غفلت سے اور انبیا کی توبہ اس لئے ہوتی ہے کہ وہ دیکھتے ہیں کہ جو مرتبہ دوسرے انبیا نے حاصل کیا ہے وہ اسے حاصل کرنے سے قاصر ہے۔۷۔ عبداللہ بن علی تمیمیؒ نے فرمایا کہ ان تین شخصوں کی توبہ میں زمین آسمان کا فرق ہے: ایک وہ جو اپنی لغزشوں سے توبہ کرتا ہے، دوسرا وہ جو غفلتوں سے توبہ کرتا ہے اور تیسرا وہ جو اپنی نیکیوں کو دیکھنے سے توبہ کرتا ہے۸۔

منہاج العابدین میں حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ گناہ مجموعی طور پر تین قسم کے ہیں: ایک یہ کہ فرائض کو ترک کرنا یعنی نماز، روزہ وغیرہ کا ترک کرنا، اس گناہ کا علاج یہ ہے کہ اپنی طاقت کے مطابق اس کی قضا کو ادا کرنے میں مشغول ہو جائے۔ دوسرے وہ گناہ جو تمہارے اور خدا کے درمیان ہیں جیسے شراب پینا، گانا سننا اور سود کھانا، اس صورت میں تمہیں چاہیے کہ تم شرمندہ ہو اور تم فیصلہ کرو کہ پھر کبھی ایسے کام کرنے کا خیال بھی نہیں کرو گے۔ تیسرے وہ گناہ ہیں جو تمہارے اور مخلوق کے درمیان ہیں یہ بات بہت مشکل اور دشوار ہے۔ اس گناہ کی مختلف قسمیں ہیں۔ یہ مال سے متعلق بھی ہو سکتا ہے، جو گناہ مال کے بارے میں ہو اگر ممکن ہو تو مالک کو وہ مال واپس کرو ورنہ اس کی طرف سے صدقہ دے دو، اگر یہ ممکن نہ ہو تو تم اپنی نیکیوں میں اضافہ کرو تاکہ قیامت کے دن اپنی نیکیاں اسے دے کر اسے خوش کر سکو، وہ گناہ جو جان کے بارے میں ہے اس میں مقتول کے ورثا کو قصاص دو۔ وہ گناہ جو غیبت یا بہتان سے متعلق ہیں اس شخص سے جس کی غیبت کی یا اس پر بہتان لگایا، اسی سے معذرت چاہو اور اپنے آپ کو جھوٹا بتاؤ، اس شخص کے سامنے بھی جس سے باتیں کہیں اور اس شخص کے سامنے بھی جس کے بارے میں غیبت یا بہتان لگایا۔ جس شخص کی بیوی بچوں کی عزت میں خیانت کی ہے، اس کے اظہار یا معذرت کرنے میں فتنہ یا ہنگامہ پیدا ہونے کا خدشہ ہے، اس لئے ایسی صورت میں تضرع و زاری کی جائے اور نیکیاں زیادہ کی جائیں۔

صوفیہ کی نظر میں لغزش یا گناہ پر ندامت کے تین اسباب ہیں: (۱) عذاب کا

Marfat.com

خوف دل پر طاری ہو (۲) بخشش ونعمت کی خواہش ہو (۳) قیامت کے دن رسوائی کا ڈر ہو__ پہلی صورت میں توبہ کرنے والا تائب کہلاتا ہے، دوسری صورت میں منیب اور تیسری صورت میں اوّاب، یوں توبہ تین قسم کی ہوئی: توبہ، انابت اور اوبت__ توبہ خوف عذاب سے، انابت طلب ثواب سے، اور اوبت تعظیم فرمان حق سے وابستہ ہوتی ہے۔ توبہ عام اہل ایمان کیلئے ہے اور کبیرہ گناہوں سے متعلق ہوتی ہے جیسا کہ فرمان حق ہے یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا تُوبُوا اِلَی اللّٰہِ تَوْبَةً نَّصُوحًا (اے ایمان والو! اللہ کے حضور سچی توبہ کرو (سورہ ٦٦، آیت ٨) انابت اولیا اور مقربان حق کا شیوہ ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے مَنْ خَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ وَجَاءَ بِقَلْبٍ مُّنِیْبٍ یعنی جو شخص خدا سے بے دیکھے ڈرتا ہو اور رجوع ہونے والا دل لے کر آوے (وہ جنتی ہے) (سورہ ۵۰، آیت ۳۳) اوبت انبیا اور مرسلین کا مقام ہے جیسا کہ حضرت ایوبؑ کے بارے میں قرآن پاک میں ہے۔ نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗ اَوَّابٌ یعنی اللہ کے اچھے بندے تھے اور خدا کی جانب بہت رجوع کرتے تھے (سورہ ۳۸، آیت ۴۴) پس توبہ اللہ کی فرمانبرداری میں گناہ کبیرہ سے دستبردار ہونا ہے، انابت گناہ صغیرہ سے اللہ کی محبت میں اس کی طرف رجوع کرنا ہے اور اوبت اپنے آپ سے منہ موڑ کر اللہ کی طرف رجوع کرنے کا نام ہے۔ احکام حق کے پیش نظر خواہش سے روگردان ہونے والے، غلط خیالات سے بچ کر حق کی محبت میں توجہ کرنے والے اور خودی کو ترک کرکے ذات حق کی طرف رجوع کرنے والے میں بڑا فرق ہے__ بقول حضرت ہجویریؒ گناہ سے نیکی کی طرف رجوع کرنے کی مثال یہ ہے کہ خداوند اقدس نے فرمایا اَلَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَھُمْ ذَکَرُوا اللّٰہَ (وہ لوگ جن سے کوئی فعل بد سرزد ہوا یا انہوں نے اپنی جان پر ظلم کیا پھر خدا کو یاد کیا اور گناہوں کی معافی مانگی) (سورہ ۳، آیت ۱۳۵) یعنی توبہ کی، دوسری قسم یعنی نیکی سے بلند تر نیکی کی طرف رجوع کرنا، اس کی مثال یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا "تُبْتُ اِلَیْکَ (میں تجھ سے معذرت کرتا ہوں) (سورہ ۷، آیت ۱۴۳) اور خودی سے خدا کی جانب رجوع کرنے کی مثال یہ ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے دل پر تاریکی آجاتی ہے اور حقیقت

Marfat.com

یہ ہے کہ میں ہر روز ستر بار حق تعالیٰ سے معافی مانگتا ہوں۔ وانه، لیغان علی قلبی و انی لا ستغفر الله فی یوم سبعین مرة ___ خطا کا مرتکب ہونا مذموم ہے، خطا سے نیکی کی طرف رجوع کرنا پسندیدہ امر ہے، یہ توبۂ عوام ہے ___ نیکی سے بلند تر نیکی کی طرف رجوع کرنا اہل ہمت اور اولیا کا طریقہ ہے جو نہایت قابل ستائش ہے، یہ توبۂ خواص ہے۔ رسول اکرمؐ کے مقامات ہمیشہ رو بہ ترقی رہے، جب آپ بلند تر مقام پر پہنچتے تو اس سے پچھلے مقام سے استغفار اور اس کے دیکھنے سے توبہ فرماتے تھے ___ حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ توبہ دو قسم کی ہے ایک توبۂ انابت یعنی خدا کے عذاب سے ڈرنا، دوسری توبہ استحیا یعنی کرم حق سے شرم کرنا، وہ توبہ جس کی بنا خوف ہو کشف جلال حق سے حاصل ہوتی ہے اور وہ توبہ جو شرمساری سے پیدا ہوتی ہے، جمال حق کے مشاہدے پر منحصر ہے، ایک جلال حق کے آگے خوف کی آگ میں جلتا ہے، دوسرا جمال حق میں حیا کے نور سے روشن ہے، اہل حیا اصحاب سکر ہوتے ہیں اور اہل خوف اصحاب صحو ___ اس حقیقت کو شیخ حسن المغازلیؒ نے یوں بیان کیا ہے کہ ایک توبة الانابه ہے اور ایک توبة الاستحیا، توبة الانابه یہ ہے کہ تجھے اللہ کا ڈر ہے کہ وہ تجھ پر قادر ہے اور توبه الاستحیا یہ ہے کہ تو اللہ سے حیا کرتا ہے کہ وہ تیرے قریب ہے ___ توبہ کے بارے میں ابو نجیب سہروردیؒ کہتے ہیں کہ اول انتباہ ہے یعنی غفلت کو چھوڑنا پھر توبہ ہے یعنی ماسوا اللہ کو چھوڑ کر خدا کی طرف رجوع کرنا۔ اس کے بعد انابت ہے یعنی غفلت سے ذکر حق کی طرف رجوع کرنا۔ بعضوں کا قول ہے کہ توبہ خوف ہے اور انابت رغبت ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ توبہ ظاہری عمل ہے اور انابت باطنی رجحان ہے۔ حضرت سری سقطیؒ کا قول ہے کہ ترک گناہ یا توبہ کی تین وجوہ ہیں: ایک دوزخ کے خوف سے، ایک جنت کی رغبت سے، ایک خدا کی شرم سے۔ حضرت ابوعلی دقاقؒ کا قول ہے کہ جو توبہ دوزخ کے خوف اور جنت کی امید میں ہو وہ کم ہمتی کی نشانی ہے۔ توبہ اس لئے کرو کہ خدا توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے ___ بقول العبادیؒ مصنف صوفی نامہ توبہ نہ صرف زبان سے کی جائے بلکہ دل سے بھی کی جائے اور بدن سے بھی، بدن کو توبہ کی قید میں رکھے اور دل کو توبہ کی زینت

Marfat.com

سے سجائے اور زبان پر توبہ کا ذکر کرے تاکہ وہ تائبین میں شامل ہو جائے ___ جنیدؒ کے خیال میں ہر عضو کی توبہ ہے، دل کی توبہ حرام چیزوں کو ترک کرنے کی نیت ہے، آنکھ کی توبہ نامحرم کے دیکھنے سے آنکھ کو بچانا، ہاتھ کی توبہ ممنوعات کو ہاتھ نہ لگانا، پاؤں کی توبہ لہو ولعب کی جگہوں پر جانے سے رکنا، کان کی توبہ بے ہودہ باتوں کے سننے سے کانوں کو محفوظ رکھنا، پیٹ کی توبہ یہ ہے کہ حرام کھانے سے پیٹ کو بچایا جائے۔9

عوارف المعارف کے مصنف شہاب الدین سہروردیؒ کے مطابق زجر مقدمۂ توبہ ہے۔ زجر قلب کی وہ روشنی ہے جس سے انسان کے دل کی آنکھ خواب غفلت سے جاگ جاتی ہے گویا ضمیر کی آواز ہے، ضمیر کی بیداری ہے یا محاسبۂ ذات ہے جو انسان کو توبہ کی توفیق عطا کرتا ہے ___ زجر کے بعد انتباہ ہے، حضرت بایزیدؒ کا قول ہے کہ انتباہ کی علامتیں پانچ ہیں: (۱) جب نفس کی کمزوری نظر میں آئے تو خدا کے سامنے اپنی احتیاج پیش کرے (۲) جب گناہ یاد آئے تو توبہ کرے (۳) جب اہل بلا کو دیکھے تو عبرت پکڑے (۴) جب خدا کا ذکر کرے تو فخر کرے (۵) جب آخرت کو یاد کرے تو شادمان ہو جائے۔ انتباہ کے بعد یقظہ ہے، یقظہ گویا بیداریٔ دل ہے، یقظہ کے بعد توبہ ہے اور توبہ محاسبۂ ذات ہے۔10

کسی نے حضرت شیخ واسطیؒ سے دریافت کیا کہ کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ آپ نے فرمایا، سِرِ باطنی کی حفاظت، ظاہر کا محاسبہ اور باطن کی نگہداشت اور ان باتوں سے توبہ کو استقامت حاصل ہوتی ہے ___ حضرت امیر المومنین علیؑ کا قول ہے کہ اے لوگو! اس سے قبل کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے تم اپنے نفس کا خود محاسبہ کرو ___ حضرت ابنِ عطاؒ کا قول ہے کہ خوب ترین گناہ وہ ہے جس میں توبہ کی توفیق نصیب ہو اور بدترین عبادت وہ ہے جس سے خود بینی پیدا ہو۔ حضرت ابوالحسن نوریؒ کا قول ہے کہ خدا کے سوا ہر چیز کو بھول جانے کا نام توبہ ہے۔11 ___ کہتے ہیں کہ سَری سَقطیؒ کے پاس ایک نوجوان نے آ کر توبہ کے متعلق سوال کیا، انہوں نے فرمایا کہ توبہ یہ ہے کہ تو اپنے گناہ کو نہ بھولے۔ اس نوجوان نے بات کاٹ کر کہا بلکہ توبہ تو یہ ہے کہ گناہ کو بھول جائے، یہ سن کر سَری سَقطیؒ کی حالت غیر ہو گئی ___ تصوف میں گناہ کو یاد کرنا

Marfat.com

ایک طرح سے اپنی ہستی یا اپنی خودی کا اظہار ہے جو مذموم ہے اس لئے یاد گناہ مذموم ہے اور سالک کے لئے بہت بڑا حجاب ہے، حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ نے اس حقیقت کو پیر چنگی کی داستان میں یوں بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ کے عہد میں ایک بوڑھا گویّا تھا جو اپنے دور کا بہت بڑا فنکار تھا، آخر عمر میں وہ توبہ کرتا ہے، قبرستان بقیع میں جاتا ہے اور اپنے گناہوں کو یاد کر کے بہت آہ وزاری کرتا ہے، آہ وزاری کرتے کرتے وہیں سو جاتا ہے، ادھر حضرت عمرؓ کو اچانک نیند آجاتی ہے، خواب میں حکم خداوندی ملتا ہے کہ قبرستان بقیع میں جاؤ وہاں ہمارا ایک بندہ جو مقبول بارگاہ ہے سو رہا ہے اسے سات سو دینار دو، حضرت عمرؓ فوراً سات سو دینار کی تھیلی لئے قبرستان میں پہنچ جاتے ہیں، ڈھونڈنے پر پیر چنگی یعنی بوڑھا گویا (چنگ بجانے والا) ایک قبر کے قریب سویا ہوا ملتا ہے، جب پیر چنگی کی آنکھ کھلتی ہے تو وہ حضرت عمرؓ کو دیکھ کر ڈر جاتا ہے لیکن حضرت عمرؓ اسے تسلی دیتے ہیں، حق کی طرف سے بشارت سناتے ہیں اور سات سو دینار کی تھیلی پیش کرتے ہیں۔ پیر چنگی یہ کرمِ خداوندی دیکھ کر سجدے میں گر کر رونے لگتا ہے، حضرت عمرؓ پیر چنگی سے فرماتے ہیں کہ یہ تیری آہ وزاری تیری ہستی اور تیرے ہوش کی دلیل ہے اور ہوش تو ایک قسم کا گناہ ہے اور اسے مقام ہوش سے مقام فنا و استغراق مین آنے کی تلقین کرتے ہیں:

پس عمر گفتش کہ این زاری تو ہست هم آثار هوشیاری تو
راه فانی گشتہ راهی دیگر است زانکہ هشیاری گناهی دیگر است [12]

سہل بن عبداللہ تستریؒ کے خیال میں توبہ یہ ہے کہ تائب اپنے گناہ کو نہ بھولے اور حضرت جنیدؒ کے خیال میں توبہ یہ ہے کہ تائب اپنے گناہ کو بھول جائے۔ ابونصر سراجؒ فرماتے ہیں کہ سہل بن عبداللہؒ کا اشارہ سالکین کی توبہ کے بارے میں ہے اور جنیدؒ کا اشارہ محققین کی توبہ کی طرف ہے کیونکہ وہ دائمی ذکر کے غلبے کی وجہ سے اپنے گناہوں کو یاد نہیں کرتے۔ پھر فرمایا یہ جواب اسی قسم کا ہے جس قسم کا حضرت رُویمؒ نے دیا تھا۔ جب ان سے توبہ کی نسبت پوچھا گیا تو فرمایا توبہ سے تائب ہونے کا نام توبہ ہے____ اس بات کو رابعہ بصریؒ نے یوں کہا تھا کہ میرے استغفراللہ کہنے میں جو

Marfat.com

عدم خلوص پایا جاتا ہے میں اس سے استغفار کرتی ہوں۔۔۔۔ حضرت علی ہجویریؒ نے اس کی تشریح یوں فرمائی کہ سہل بن عبداللہؒ کا خیال ہے توبہ یہ ہے کہ جو گناہ سرزد ہو چکا ہے وہ ہمیشہ یاد رہے یعنی انسان ہمیشہ اس سے پشیمان رہے اور نیک اعمال کرنے سے اس میں تکبر پیدا نہ ہو، برے اعمال پر پشیمانی نیک اعمال سے زیادہ اہم ہوتی ہے۔۔۔۔ حضرت جنیدؒ جو یہ کہتے ہیں کہ توبہ یہ ہے کہ تو اپنے گناہوں کو بھول جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تائب محبّ حق ہوتا ہے اور محبّ حق ہونے کی وجہ سے صاحب مشاہدہ ہوتا ہے اور مشاہدہ میں گناہ کی یاد ظلم ہے، سہل بن عبداللہؒ اور جنیدؒ میں جو اختلاف ہے اس کا تعلق مجاہدے اور مشاہدے کے اختلاف سے ہے، اگر تائب قائم بخود ہو تو گناہ کو بھلانا اس کے لیے غفلت ہوگی اور اگر تائب قائم بحق ہو تو یاد گناہ شرک کے برابر ہے، اگر تائب باقی الصفت ہے تو (باقی الصفت ہونے کی وجہ سے) اس کے اسرار کی مشکلات حل نہیں ہوتیں اور اگر تائب فانی الصفت ہے تو صفت کا بیان روا نہیں، چنانچہ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا "تُبتُ اِلَیکَ" (سورہ ۷، آیت ۱۴۳) میں آپ کی جناب میں معذرت کرتا ہوں۔ کیونکہ وہ باقی الصفت تھے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فانی الصفت ہو کر فرمایا لا احصی ثناءً علیک (میں تیری ثنا نہیں کر سکتا)۔

بعض صوفیہ متقی کو تائب سے افضل سمجھتے ہیں اور بعض تائب کو متقی سے افضل خیال کرتے ہیں، جو متقی کو تائب سے افضل سمجھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے ایک پیغمبر کے پاس دو شخص بحث کرتے ہوئے آئے اور پوچھا کہ آپ بتائیے متقی افضل ہے یا تائب؟ اس پیغمبر کو وحی آئی کہ ان سے کہو کہ تم دونوں جاؤ اور صبح سویرے اٹھو اور جو شخص سب سے پہلے تمہیں ملے اس سے یہ مسئلہ پوچھو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا، جو شخص سب سے پہلے نظر آیا، انہوں نے اس سے یہ سوال پوچھا، اس نے کہا کہ میں تو جولاہا ہوں، مجھے ان مسائل کا علم نہیں، البتہ اتنا میں جانتا ہوں کہ کپڑا بنتے وقت کچھ تار نہیں ٹوٹتے، کچھ تار ٹوٹ جاتے ہیں، جو تار ٹوٹتا ہے وہ پریشان کرتا ہے جو نہیں ٹوٹتا وہ پریشان نہیں کرتا، یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ جو صوفیہ تائب کو متقی پر فضیلت دیتے ہیں وہ اسی واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں کہ جولاہے نے کہا جو تار ٹوٹ جاتا ہے، میں

Marfat.com

اسے جوڑ دیتا ہوں پھر وہ تار اس سے مضبوط ہوتا ہے جو نہیں ٹوٹتا ہے واللہ اعلم ۱۳۔

صوفیہ کے ہاں توبہ کے سلسلے میں ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ کیا انسان توبہ کرنے پر قادر بھی ہے؟ چونکہ توبہ کی توفیق بھی منجانب اللہ ہے، اس مسئلے پر حضرت محی الدین ابن عربیؒ نے روشنی ڈالی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک جماعت نے جو یہ کہا کہ توبہ کی تعریف یہ ہے کہ ترک گناہ کرے، گناہوں پر نادم ہو اور عزم کرے پھر گناہ نہیں کرے گا تو اس میں تائب کے عزم کرنے میں اشکال یہ ہے کہ تائب کا حال تین صورتوں سے خالی نہیں: یا تو وہ جانتا ہے کہ اس گناہ کا اس پر حکم جاری ہوتا ہے، اس صورت میں گناہ کے ترک کرنے کا ارادہ ممکن نہیں یا وہ جانتا ہے کہ یہ حکم جاری نہیں ہوتا اس صورت میں عزم کرنے کا فائدہ نہیں یا وہ اجرا اور عدم اجرا کے بارے میں شک میں ہے۔ اس صورت میں اگر عزم کرے تو احتمال یہ ہے کہ عہد برقرار نہ رکھ سکے، پس مناسب یوں ہے کہ بجائے عزم کے حق سبحانہ وتعالیٰ کی پناہ میں آجائے اور تضرع وزاری کرے جیسا کہ حضرت آدمؑ نے کی تھی، رابعہ بصریؒ فرمایا کرتی تھیں کہ اے اللہ میں اپنے قول میں صداقت کی کمی اور اپنے عمل میں اخلاص کی کمی سے توبہ کرتی ہوں۔ ۱۴۔

صوفیہ کے توبہ کے واقعات بڑے دلچسپ بھی ہیں اور سبق آموز بھی۔
حضرت داؤد طائیؒ صرف ایک شعر سن کر تائب ہوگئے جس کے معنی یہ ہیں:

کون سا چہرہ ہے جو خاک میں نہیں ملا اور کون سی آنکھ ہے جو زمین میں دفن نہیں ہوئی ـــــــ فرید الدین عطارؒ ایک بڑے دواخانے کے مالک تھے ایک روز اپنے کاروبار میں لگے ہوئے تھے کہ ایک فقیر نے صدا لگائی اور جب دیکھا کہ کچھ اثر نہیں ہوتا تو بولا ایسے دھندے میں لگے ہوئے ہو تو جان کیسے دو گے؟ فرید الدین عطارؒ جھنجھلا کر بولے جیسے تم دو گے۔ فقیر نے کہا بھلا میری طرح کیا جان دو گے، یہ کہا سر کے نیچے کشکول رکھ کر لیٹ گیا، زبان سے لا الہ الا اللہ کہا اور دنیا سے کوچ کر گیا۔ شیخؒ کے دل پر اس کا ایسا اثر ہوا کہ کھڑے کھڑے دواخانہ لٹا دیا اور درویشی اختیار کر لی۔ ۱۵ ـــــــ ابو علی شقیق بن ابراہیم البلخیؒ نے سخت قحط کے زمانے میں، جب ہر شخص قحط سالی سے سخت پریشان تھا، ایک غلام کو دیکھا کہ ہشاش بشاش جا رہا ہے،

انہوں نے پوچھا کہ لوگ تو قحط سے سخت پریشان ہیں اور تم اتنے خوش کیوں ہو؟ غلام نے کہا کہ میرا مالک بہت بڑا زمیندار اور مالدار ہے وہ ہمیں بھوکا تھوڑا ہی رہنے دے گا ___ حضرت شقیقؒ کی عبرت کی آنکھ کھل گئی کہ یہ غلام تو اپنے مالک پر نازاں ہے جس کی ملکیت بہت تھوڑی سی ہے اور میرا مالک یعنی خداوند تعالیٰ سارے جہانوں کا مالک ہے تو میں روزی کا غم کیوں کروں اور توبہ کی اور تصوف کا راستہ اختیار کر لیا۔۱۶ ___ حضرت شبلیؒ نہاوند کے سردار تھے، ایک روز دربار شاہی میں موجود تھے، بادشاہ وقت سرداروں کو خلعت عطا کر کے رخصت ہونے والا تھا کہ ایک امیر کو چھینک آ گئی۔ اس نے خلعت کی آستین سے ناک صاف کر لی، بادشاہ نے اس گستاخی پر اس کو برطرف کر دیا، شبلیؒ اس واقعے سے ایسے متاثر ہوئے کہ سرداری چھوڑ کر درویشی اختیار کر لی اور حضرت خیر النساجؒ سے کچھ دنوں فیض حاصل کر کے حضرت جنیدؒ کی خدمت میں پہنچے، ایک سال تک ان کے حکم پر ماچسیں بیچیں، ایک سال بھیک مانگی، جنیدؒ کے حکم کے مطابق نہاوند گئے، ہر ایک سے معافی مانگی، ایک شخص موجود نہیں تھا، اس کے نام پر ایک لاکھ درم خیرات کئے، پھر بھی دل میں خلش باقی رہی، حضرت جنیدؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے فرمایا کہ ابھی دل میں جب جاہ باقی ہے۔ ایک سال اور بھیک مانگو، پھر ایک سال فقرا کی خدمت کا حکم ہوا، اس کے بعد حضرت جنیدؒ نے پوچھا اب تمہارے نزدیک نفس کا کیا مقام ہے۔ جواب دیا میں خود کو تمام مخلوقات سے کمتر تصور کرتا ہوں۔ یہ سن کر حضرت جنیدؒ نے فرمایا کہ اب تمہارے ایمان کی تکمیل ہوگئی ہے۔۱۷ ___ حضرت امیر حسینی ہرویؒ (جن کے سوالات کے جواب میں شیخ شبستریؒ نے مشہور مثنوی گلشن راز تصنیف کی) کا واقعۂ توبہ بھی حضرت ابراہیم ادہمؒ کے توبہ کے واقعہ سے ملتا جلتا ہے، وہ بھی ایک روز شکار کیلئے جنگل میں گئے۔ ایک ہرن دیکھا، چاہا کہ تیر مار کر شکار کر لیں تو وہ ہرن یوں بولا ''حسینیؒ تو ہم پر تیر چلاتا ہے تجھے خدا نے معرفت و بندگی کے لئے پیدا کیا ہے نہ شکار کرنے کے لیے'' یہ سنتے ہی سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر ملتان آئے اور شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کی خدمت میں پہنچے اور فتوحات باطنی سے بہرہ ور ہوئے۔۱۸ ___ حکیم سنائیؒ نے سلطان محمود کیلئے جو

Marfat.com

ہندوستان پر حملہ کرنے کیلئے جا رہا تھا ایک قصیدہ لکھا ہوا تھا تا کہ بادشاہ کی خدمت میں جا کر سنائے۔ وہ ایک شراب کی بھٹی کے پاس سے گذرا وہاں ایک شرابی ساقی سے کہہ رہا تھا کہ ایک پیالا شراب کا لا تا کہ محمود سبکتگین کے اندھے پن پر پیوں۔ ساقی نے کہا محمود تو غازی، مجاہد اور بادشاہ اسلام ہے۔ اس شرابی نے کہا کہ جو اس کے قبضے میں ہے اور اس کی سلطنت میں ہے اس کا انتظام و انصرام تو صحیح طریقے سے نہیں کرسکا اور ایک دوسرا ملک فتح کرنے جا رہا ہے۔ اس نے شراب کا جام لیا اور پی گیا اور کہا کہ ایک اور شراب کا جام بھر کے دے جو میں سنائی شاعر کے اندھے پن پر پیوں گا۔ ساقی نے کہا کہ سنائی تو بہت عالم و فاضل آدمی ہے اور بہت ہی صاحب ذوق شاعر ہے۔ شرابی نے کہا اگر وہ صاحب ذوق ہوتا تو ایسے کام میں مشغول ہوتا جو اس کے کام آتا۔ چند فضول باتیں کاغذ پر لکھتا ہے جو بالکل بیکار ہیں، اس کو نہیں معلوم کہ اس کو کس کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ جب حکیم سنائیؒ نے یہ سنا تو ایک دم ان میں انقلاب پیدا ہو گیا، وہ غفلت سے بیدار ہو کر تائب ہو گئے اور تارک الدنیا اور صوفی صاف دل بن گئے۔ ۱۹؎

حضرت حبیب عجمیؒ سود کا کاروبار کرتے تھے۔ ایک دن کسی جگہ جا رہے تھے کہ بچوں نے کہا حبیب سود خور آ رہا ہے، دور ہو جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کی گرد ہم پر پڑ جائے اور اس جیسے بدنصیب ہو جائیں، یہ بات حضرت حبیب عجمیؒ کو بہت بری لگی اور بہت رنجیدہ خاطر ہوئے، حسن بصریؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر توبہ کی، جب توبہ کر کے واپس آئے تو لڑکوں نے انہیں دیکھ کر کہا راستہ چھوڑ دو، حضرت حبیبؒ تائب ہو کر آ رہے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ ہماری گرد ان پر پڑ جائے اور وہ ہم گناہ گاروں میں شامل ہو جائیں۔ آپ نے یہ بات سن کر حضورِ حق میں فرمایا کہ اے اللہ! آج میں نے توبہ کی اور آج ہی تو نے لوگوں کی زبان سے میری نیک نامی کا اعلان کروا دیا۔ ۲۰؎

حضرت عتبہ بن غلامؒ ایک حسین عورت پر فریفتہ ہو گئے اور اس سے کسی نہ کسی طرح اپنے عشق کا اظہار بھی کر دیا۔ اس نے اپنی کنیز کے ذریعے دریافت کرایا کہ آپ نے میرے جسم کا کون سا حصہ دیکھا ہے؟ آپ نے فرمایا تمہاری آنکھیں دیکھ کر عاشق ہوا ہوں۔ اس خاتون نے اپنی دونوں آنکھیں نکال کر آپ کی خدمت میں روانہ

Marfat.com

کرتے ہوئے کہلوایا کہ جس چیز پر آپ فریفتہ ہوئے تھے وہ حاضر ہے، اسے دیکھا کیجئے۔ یہ دیکھ کر آپ پر رقت طاری ہوگئی اور حضرت حسن بصریؒ کی خدمت میں پہنچ کر توبہ کی ___ دولت شاہ کے بقول ایک روز مولانا رومیؒ سے شمس تبریزیؒ نے پوچھا کہ علم حاصل کرنے کا مقصد کیا ہے؟ مولانا نے فرمایا کہ شریعت کے آداب سیکھنا۔ شمس تبریزیؒ نے کہا کہ یہ صرف لفاظی ہے۔ مولانا نے فرمایا آپ بتایئے! ___ شمس تبریزیؒ نے کہا ''علم آن است کہ ترا بہ معلوم رساند'' ساتھ ہی سنائی کا یہ شعر پڑھا:

علم کز تو ترا نہ بستاند
جھل از آن علم بہ بود صد بار

یعنی جو علم تمہاری خودی سے تمہیں دور نہ کردے اس سے تو جہالت سو درجے بہتر ہے، اس جواب سے مولانا حیران رہ گئے۔ اسی روز سے قیل و قال مدرسہ چھوڑ کر صوفیانہ روش اختیار کرلی۔

بایزیدؒ سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ کا مرشد کون ہے؟ آپ نے فرمایا ایک بڑھیا۔ جس کی تفصیل یوں ہے کہ ایک دفعہ میں جنگل میں گیا تھا اور شوق و وجد کا مجھ پر غلبہ تھا، ایک بڑھیا سر پر آٹا رکھے ہوئے ملی اور کہنے لگی، یہ آٹا میرے مکان پر پہنچا دو، اس وقت چونکہ میں محویت و مستی کے عالم میں تھا میں نے شیر کو اشارہ کیا اور میں نے آٹا اس کی کمر پر رکھ کر بڑھیا سے کہا جاؤ یہ تمہارے گھر پہنچا دے گا لیکن تم یہ بتاتی جاؤ کہ شہر میں جا کر لوگوں سے کیا کہو گی؟ بڑھیا نے کہا کہ میں کہوں گی کہ آج جنگل میں میری ملاقات ایک خود نما ظالم سے ہوئی تھی، آپ نے پوچھا کہ میں خود نما ظالم کیسے بنا؟ بڑھیا نے کہا کہ شریعت نے شیر کو مکلف نہیں بنایا اور تم ایک غیر مکلف کی پشت پر بوجھ لاد رہے ہو، یہ ظلم نہیں تو کیا ہے؟ اس کے علاوہ تمہارے دل میں یہ ہے کہ تم خود کو لوگوں پر صاحب کرامت ظاہر کرنا چاہتے ہو، اسی کا نام خودنمائی ہے، اس کی یہ بات سن کر میں نے ایسی چیزوں کے اظہار سے توبہ کرلی۔

صوفیہ کے ہاں یہ دستور ہے جب سالک توبہ کرتا ہے تو توبہ کے بعد اپنے بھائیوں کی خدمت میں کچھ شیرینی پیش کرتا ہے، تاکہ آپس میں الفت قائم رہے۔ اس سلسلہ میں صوفیہ رسول پاک ﷺ کی یہ حدیث پیش کرتے ہیں۔ ''کعب بن مالکؓ

Marfat.com

نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میری توبہ یہ ہے کہ میں اپنے تمام مال سے دستبردار ہو جاؤں اور اپنے خاندان کے ان گھروں کو چھوڑ دوں جہاں بیٹھے رہنے سے میں اس گناہ کا مرتکب ہوا اور غزوے میں شرکت نہ کرسکا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا اپنے اس مال کا تہائی حصہ خدا کی راہ میں دے دو یہی کافی ہے۔

حضرت علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں، ان میں ایک دروازہ توبہ کا ہے، یہ سب دروازے کھلتے ہیں، بند ہوتے ہیں لیکن توبہ کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے ____ ایک شخص نے رابعہ بصریؒ سے کہا کہ میں نے بہت سے گناہ کئے ہیں اب اگر توبہ کروں تو کیا اللہ تعالیٰ مجھے معاف کردے گا؟ فرمایا معاملہ یوں نہیں بلکہ اصل بات یہ ہے کہ خدا تجھے معاف کردے گا تبھی تو توبہ کرے گا یعنی اسی لئے اللہ نے تجھے توبہ کرنے کی توفیق بخشی ہے ____ کہتے ہیں ایک بوڑھا حضرت شقیق بلخیؒ کی خدمت میں آیا کہ میں نے بہت گناہ کئے ہیں، اب میں توبہ کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ توبہ کے لئے بہت دیر کردی۔ بوڑھے نے کہا، میں جلدی آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا کیسے؟ بوڑھے نے کہا جو آدمی مرنے سے پہلے توبہ کیلئے آئے وہ جلد آتا ہے۔ آپ نے فرمایا، تم بہت خوب آئے اور تم نے بہت خوب بات کہی۔

حضرت ابن عطاؒ کا قول ہے کہ جس کی توبہ اس کے عمل کے ساتھ موافق ہوگئی، سمجھ لو اس کی توبہ بھی قبول ہوگئی۔ حضرت بوشنجیؒ کا قول ہے کہ جب گناہ کے ذکر سے دل میں اس کی مٹھاس محسوس نہ ہو تو سمجھ لو کہ توبہ قبول ہوگئی[۲۱] ____ حضرت علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ کسی شخص نے توبہ کی، پھر گناہ کا مرتکب ہوا، اس نے دل میں سوچا اب اگر درگاہ حق میں جاؤں تو میرا کیا حال ہوگا؟ ہاتف غیبی نے کہا تو ہمارا فرمانبردار ہوا، تو ہم نے تجھے شرف قبولیت بخشا، تو نے نافرمانی کی تو ہم نے تجھے مہلت دی، اگر اب بھی تو ہماری طرف آئے تو ہم تجھے قبول کرلیں گے:

باز آ باز آ ھر آنچہ ھستی باز آ   گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
این درگہ ما درگہ نومیدی نیست   صد بار اگر توبہ شکستی باز آ [۲۲]

یعنی تم جو کچھ بھی ہو چاہے کافر ہو، آتش پرست ہو یا بت پرست، ہماری

Marfat.com

طرف لوٹ آؤ اس بارگاہ سے ناامید نہیں ہونا چاہیے، اگر سو بار بھی تم نے توبہ توڑی ہے پھر بھی تم ہماری طرف لوٹ آؤ ___ حضرت شقیق بلخیؒ نے فرمایا کہ انسان کی ہلاکت تین چیزوں میں ہے: (۱) توبہ کی امید میں گناہ کرے (۲) زندگی کی امید میں توبہ نہ کرے اور (۳) رحمت کی امید میں توبہ سے دور رہے ___ شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ سے کسی نے کہا کہ فلاں شخص نے توبہ توڑ دی ہے تو انہوں نے فرمایا اس نے توبہ نہیں توڑی بلکہ توبہ نے اسے توڑ دیا ہے۔[۲۳]

Marfat.com

حواشی

۱۔ سہروردی، شہاب الدین: عوارف المعارف ص ۱۸۰

۲۔ کلاباذی، ابوبکر محمد: کتاب تعرف مرتبہ محمد جواد تہران ۱۳۷۱ ص ۳۷۸، حضرت امام خمینیؒ سخن عشق، دیدگاہ ھائی امام خمینیؒ و ابن عربیؒ مرتبہ فاطمہ طبا طبائی تہران، ایران، ۱۳۸۰ھ ش ایران ص ۸۹

۳۔ امام قشیری، رسالۂ قشیریہ، مرتبہ فروز انفر ص ۱۳۷

۴۔ امام قشیری، رسالۂ قشیریہ، ص ص ۱۴۱۔۱۳۷

۵۔ سہروردی، ابونجیب: آداب المریدین، ص ۴۷ نیز قشیری رسالۂ قشیریہ (فارسی) ص ۲۷ و نیز نجم الدین کبریٰ، الاصول العشرہ ص ص ۴۲۔۴۱

۶۔ شیخ محمد لاہیجی، شرح گلشن راز ص ص ۲۵۹۔۲۵۸

۷۔ کلاباذی، تعرف ص ص ۳۷۸۔۳۷۷

۸۔ قشیری، رسالۂ قشیریہ ص ۱۴۲

۹۔ محمد غزالی، منہاج العابدین، ترجمہ عبدالجبار سعدی، تصحیح احمد شریعتی، انجمن اسلامی حکمت و فلسفہ ایران، تہران ۱۳۵۹، ص ص ۲۳۔۲۲، رشید احمد گنگوہی، امداد السلوک (ترجمہ اردو بعنوان ارشاد الملوک) ص ۴۷، سہروردی، شہاب الدین: عوارف المعارف ص ص ۱۸۱۔۱۸۰، کلاباذی، تعرف ص ۱۴۱، جیلانی، سید شیخ عبدالقادر: غنیۃ الطالبین (اردو) ترجمہ مولانا سید عبدالدایم جلالی، اردو بازار لاہور ص ص ۸۔۶، عطار، تذکرہ الاولیا، حصہ دوم ص ۲۷، شرح گلشن راز ص ۲۵۸، علی ہجویری، کشف المحجوب ص ص ۴۳۵۔۴۲۷، العبادی، صوفی

Marfat.com

نامہ ص ص ۵۴-۵۱ وسہروردی، ابونجیب: آداب المریدین ص ۴۷، عبدلکریم قشیری، رسالہ قشیریہ، ص ص ۱۴۴-۱۴۳
۱۰ سہروردی، شہاب الدین: عوارف المعارف، ص ۱۸۳
۱۱ ایضاً ص ص ۱۸۴-۱۸۰، کلا باذی، ابو بکر محمد: التعرف، بکوشش محمد جواد شریعت تہران ۱۳۷۱، ص ص ۳۷۸-۳۷۷، عطار، تذکرہ الاولیا، ص ۵۹
۱۲ عبدالکریم قشیری، رسالہ قشیریہ (ترجمہ فروز الفر) ص ص ۱۴۵-۱۳۷ و مولانا روم مثنوی ترجمہ اردو از قاضی سجاد حسین، لاہور ۱۹۷۸
۱۳ عطار، تذکرہ الا ولیا، ص ۱۵۹، نجم الدین کبری الا صول العشر ۃ ترجمہ عبد لالغفور لاری، مرتبہ نجیب مائل ہروی، چاپ تہران، ص ص ۱۳۷-۱۱۱، سہروردی، شہاب الدین: عوارف المعارف ۱۸۳-۱۸۰، علی ہجویری کشف المحجوب، مرتبہ تسبیحی، ص ص ۴۳۲-۴۲۲ نخشبی، سلک السلوک، مرتبہ غلام علی آریا، تہران ۱۳۶۹، ص ص ۷۲-۷۱ وفوائد الفواد (ملفوظات حضرت نظام الدین اولیاؒ) مرتبہ امیر حسن سجزیؒ، اردو ترجمہ خواجہ حسن ثانی نظامیؒ اردو اکادمی دہلی، ۱۹۹۲ ص ص ۳۵۵-۳۵۴
۱۴ نجم الدین کبری الاصول العشر ۃ ترجمہ و شرح عبد الغفور لاری، مرتبہ نجیب مایل ہروی، انتشارات مولیٰ، تہران سال ۱۳۶۳ ھ ش باب توبہ ص ص ۴۳-۴۰، سمعانی، شہاب الدین احمد: روح الارواح، ص ۸۷
۱۵ عطار، تذکرہ الاولیا، حصہ اول، ص ۲۰۰ ر-ک- اردو ترجمہ مقدمہ از قاری محمد عادل
۱۶ عطار، تذکرہ الاولیا، حصہ اول ص ۱۸۱
۱۷ عطار، تذکرہ الاولیا، حصہ دوم ص ۱۳۶
۱۸ لاہیجی، شیخ محمد: شرح گلشن راز، مقدمہ از کیوان سمیعی ص ۷۵
۱۹ شیرازی، محمد معصوم: طرایق الحقائق جلد دوم باتصحیح محجوب، محمد جعفر: ص ۵۷۱
۲۰ عطار، تذکرۃ الاولیا، حصہ اول ص ۵۷

Marfat.com

۲۱ سہروردی، شہاب الدین: عوارف المعارف ص ۲۵۷، عطار، منطق الطیر، دکتر قاسم غنی، تاریخ تصوف در اسلام، ص۶۶۶ نیز غزالی احیاء العلوم، جلد چہارم اردو ترجمہ محمد احسن صدیقی، دارالاشاعت کراچی ص۶۴، عطار، تذکرۃ الاولیا، حصہ اول ص۶۳ حصہ دوم ص ۶۲، علی ہجویری، کشف المحجوب (تسبیحی) ص ص ۴۳۵۔۴۲۷، رسالہ قشیریہ ص ص ۱۶۰، ۱۴۵۔۱۳۵

۲۲ کشف المحجوب ص۴۳۳، ابوسعید ابوالخیر، رباعیات

۲۳ تذکرۃ الاولیا، حصہ اول، ص۱۸۴، قاسم غنی، تاریخ تصوف در اسلام، ص ۲۲۴، عزالدین کاشانی، مصباح الھدایت ص ص ۳۷۰۔۳۶۶، ابوسعید ابوالخیرؒ، اسرارالتوحید ص ۲۹۶

Marfat.com

سماع و موسیقی صوفیہ کی نظر میں

حضرت علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ مجھے گانا یا موسیقی پسند نہیں وہ یا تو جھوٹا ہے یا منافق ہے یا پتھر دل ہے یا وہ انسان ہی نہیں ہے ___ کچھ اہل فکر و دانش خاص طور پر قدیم یونانی فلسفی فیثا غورث اور مسلم اہل فکر اخوان الصفا کا نظریہ ہے کہ نظام کائنات اور نفس انسانی کی اساس موسیقی کے اصول پر ہے، وہ یوں کہ موسیقی بھی علم ہندسہ اور علم نجوم کی طرح علم ریاضی ہی کی ایک شاخ ہے اور تمام نظام کائنات میں ریاضی کے اصول کارفرما ہیں۔ وہ تناسب، توازن یا ہم آہنگی کا اصول جو موسیقی کی جان ہے وہی اصول نظام کائنات کی بھی اساس ہے اور اسی اصول پر نفس انسانی بھی قائم ہے کہ نفس یا مزاج میں اعتدال و ہم آہنگی کے موجود ہونے کا نام صحت ہے اور مزاج میں اعتدال و ہم آہنگی کے معدوم ہونے کا نام موت ہے ___ کچھ اہل فکر و نظر کا خیال ہے کہ موسیقی سیرت انسانی کو نئے سانچوں میں ڈھالتی ہے، یہ انسانی روح کو اعتدال و توازن اور ہم آہنگی سے ہمکنار کرتی ہے۔ موسیقی صرف جذبے اور سیرت ہی میں پاکیزگی پیدا نہیں کرتی بلکہ بقول ابو نصر سرّاج طوسی مصنف کتاب اللمع اس سے بہت سے امراض کا علاج بھی کیا جاتا ہے ___ سچ تو یہ ہے کہ سنگیت کا سُر تال جسم اور روح کو صحت و نفاست عطا کرتا ہے۔ موسیقی ذہن کو لطیف، طبیعت کو نرم اور قلب کو مسرور ہی نہیں کرتی بلکہ روح کو تازگی بھی بخشتی ہے۔ جو لوگ موسیقی کو پسند کرتے ہیں وہ عام طور پر ذہین، عدل دوست اور نیک دل ہوتے ہیں۔ جو اہل دانش اور اہل دل ہوتے ہیں وہی موسیقی سے دلی لگاؤ رکھتے

Marfat.com

ہیں۔ کہتے ہیں کہ ایک ایرانی بادشاہ کا انتقال ہوگیا' اس کا ایک شیر خوار بیٹا تھا' درباریوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہی لیکن وہ یہ جاننا چاہتے تھے کہ کیا یہ شیر خوار بادشاہت کے لائق بھی ہے یعنی ذہین اور عدل دوست بھی ہے؟۔ سو سارے اہل دانش و حکمت نے فیصلہ کیا کہ کسی سازندے کو بلایا جائے جو اس بچے کے سامنے ساز بجائے' اگر بچہ ساز کے نغموں کو سن کر تاثر کا اظہار کرے تو عاقل و دانا ہوگا' چنانچہ جب سازندے نے ساز بجایا اور گانے والے نے نغمہ گایا تو وہ شیر خوار بچہ ہنسا اور اس نے ہاتھ پیر ہلانے شروع کردیئے۔ سارے اہل دربار نے اس بچے کی قدم بوسی کی اور اس کے سر پر تاج رکھ دیا۲۔ ___ موسیقی کے ذریعے ہمارے دل پر غم اور خوشی کے جذبوں کا اثر براہ راست مرتسم ہوتا ہے' ایک دانشور کے بقول موسیقی اظہار کی خالص صورت ہے۔ اس کے ذریعہ سے ہمارے شعور پر حقیقت کا گہرا اثر مرتب ہوتا ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہمارا شعور تخلیقی مسرت سے ہمکنار ہوگیا ہے۔ شاعری کی طرح موسیقی سے لطف اندوز ہونے کے لئے ذہن پر بوجھ ڈالنے کی چنداں ضرورت نہیں ہوتی کہ موسیقی الفاظ' معانی اور تصورات کے بوجھ سے بوجھل نہیں ہوتی ___ ہربرٹ ریڈ نے لکھا ہے کہ موسیقار وہ واحد ہستی ہے جو اپنے شعور کے بطن سے فنی تخلیق کو جنم دیتا ہے' ورنہ دوسرے فنکار تو ظاہری دنیا سے کچا مواد حاصل کرنے پر مجبور ہوتے ہیں مثلاً مصور رنگ کا دست نگر ہے' شاعر الفاظ کا اور معمار چونے اور گارے کا۳ ___ البتہ موسیقی موسیقی میں فرق ہے' ایک موسیقی سینما ہال کی ہے جس سے نفس کو لذت ملتی ہے' ایک موسیقی وہ ہے جس سے روح کو راحت ملتی ہے' جو دل کی آواز ہے ___ قرآن پاک کی آیات میں جو ملکوتی آہنگ یا غنائیت ہے وہ موسیقی کی روح ہے' جن کے پڑھنے اور سننے سے روح کو تازگی' جن کے سمجھنے سے دل و دماغ کو روشنی ملتی ہے اور جن پر عمل کرنے سے دنیا اور آخرت دونوں سنور جاتی ہیں۔

ایران اور ہندوستان موسیقی کے لحاظ سے دنیا میں مشہور ہیں۔ ایرانی روایات میں ہے کہ موسیقی کا ماخذ ایک پرندہ ققنس یا موسیقار ہے جس کی چونچ میں سات سوراخ ہوتے ہیں اور ہر سوراخ سے ستر راگ نکلتے ہیں۔ شاہان ایران کے محلوں کے دروازے

Marfat.com

پر ہر روز پانچ مرتبہ نقارہ بجایا جاتا تھا جسے وہ نوبت کہتے تھے۔خسرو پرویز اور بہرام گور کے دربار میں موسیقی کو بڑی پذیرائی ملی تھی' خود بہرام رقص وسرود کا شیدائی تھا' اس نے ہندوستان سے بارہ ہزار گانے والیاں منگوائی تھیں۔مشہور زمانہ موسیقار'' بار بد'' خسرو پرویز ہی کے دربار سے وابستہ تھا___ ایران میں باربد کو موسیقی میں وہی شہرت حاصل ہے جو ہندوستان میں تان سین کو ملی تھی ___ ایران میں موسیقی ہندوستانی سنگیت کی طرح ریاضیاتی ہے' اس کے بارہ مقامات علم نجوم کے بارہ برجوں پر تقسیم کیے گئے اور چوبیس گھنٹوں کی رعایت سے چوبیس راگ بنائے گئے ہیں___ ہندوستان میں موسیقی اور رقص نے مذہب کے دامن میں پرورش پائی ہے۔مندروں میں صبح وشام دیوتاؤں کی مناجات میں بھجن گانے کا رواج ہے۔دیوداسیاں دن میں دو بار دیوتاؤں کو رجھانے کے لئے ناچتی گاتی ہیں۔ان کی تعلیم وتربیت پنڈت کیا کرتے ہیں۔گانے والوں کے کئی طبقے ہیں' سنگیت کے عالم کو پنڈت کہتے ہیں' اس کے بعد گنی کا درجہ ہے' اس سے جو بڑھ جائے اسے گندھرپ کہتے ہیں' اس کے بعد گائن کا درجہ ہے اور سب سے اعلیٰ مقام نائک کا ہے جو راگ کا موجد ہوتا ہے۔امیر خسروؒ کو نائک کا مرتبہ حاصل تھا۔ ہندوستان میں موسیقی کے سات سر ہیں' جن کی تعداد سات سیاروں کی تعداد کی رعایت سے رکھی گئی ہے۔کہا جاتا ہے کہ ہندوستان کے مشہور موسیقار تان سین جب دیپک راگ گاتے تھے تو بجھے ہوئے چراغ روشن ہوجاتے تھے۔

موسیقی اور رقص کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔اہل ذوق کہتے ہیں کہ موسیقی آواز کا رقص ہے اور رقص اعضائے بدن کی شاعری ہے۔صوفیہ میں رقص وسماع دونوں تقریباً ساتھ ساتھ رائج رہے ہیں___ اہل لغت کہتے ہیں کہ سماع (بفتح سین) مصدر ہے جس کے معنی سننے کے ہیں لیکن اصطلاح میں اچھی آواز' سرور' وجدوحال اور سرود و رقص کے بھی ہیں' اسے غنا بھی کہتے ہیں اور موسیقی بھی ۔سماع تیسری صدی ہجری سے صوفیہ میں رائج ہے' تذکرۃ الاولیا میں ہے کہ جب سہل بن عبداللہ تستریؒ (وفات ۲۳۸ ہجری) سماع سنتے تو وہ وجد میں آجاتے تھے اور کئی کئی روز تک اسی وجد کی کیفیت میں رہتے تھے' کھانا بالکل نہ کھاتے تھے' اگر سردی ہوتی تو پھر بھی انہیں اتنا پسینہ آتا تھا کہ

Marfat.com

کپڑے تر ہو جاتے تھے۔ سماع دوست صوفیہ کہتے ہیں کہ سماع زندہ انسانوں کے لئے راحت جان ہے لیکن یہ بات اہل دل اور عشاق ہی سمجھتے ہیں:

سماع آرام جان زندگان است
کسی داند کہ اورا جانِ جان است

وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ منکرین حق کے مذہب میں سماع حرام ہے لیکن عاشقوں کے مذہب میں سماع حلال ہے:

در مذہب منکران حرام است سماع
در مذہب عاشقان حلال است سماع

حضرت احمد بن محمد الطوسیؒ نے اپنی تالیف بوارق میں لفظ سماع کے اسرار و رموز یوں بیان کئے ہیں کہ سماع کا سین اور میم سم ہے یعنی سماع سم یا زہر ہے جو صوفی کو ماسوا اللہ سے لاتعلق کر کے غیبی مقامات پر پہنچا دیتا ہے۔ لفظ سماع کا میم اور عین درحقیقت مع ہے جو اشارہ کر رہا ہے لی مع اللہ وقت کا یعنی صوفی کو ذات حق سے قربت سماع سے حاصل ہوتی ہے۔ سماع کا سین میم اور الف اشارہ ہے سما سے یعنی آسمان جس کا مطلب ہے کہ سماع صوفی کو آسمانی یا علوی بنا دیتا ہے اور سفلی اوصاف سے پاک کر دیتا ہے۔ سماع کا الف اور میم اشارہ ہے ام (ماں) سے جس کا مطلب ہے کہ صوفی ہر چیز کی ماں یعنی ہر چیز کی حقیقت ہے، سو وہ روحانیت سے بہرہ ور ہے یا "ام" سے مراد امی (ناخواندہ) ہے یعنی صوفی ماسوا سے بے خبر ہے [۲۴]

صوفیہ سماع میں وجد و حال کی کیفیت سے دوچار ہوتے ہیں اور اس کیفیت میں اپنے کپڑے یا خرقہ کو پھاڑ ڈالتے ہیں اور یہ خرقہ لوگوں میں تقسیم کر دیتے ہیں یا قوال کو دے دیتے ہیں ___ وہ خرقہ جو قوال کو دیتے ہیں وہ دو قسم کا ہے: (۱) خرقۂ صحیحہ (۲) خرقۂ ممزقہ (پھٹا ہوا) ___ صوفیہ پھٹے ہوئے خرقہ کو قوال کو دینے کے علاوہ یا تو سی لیتے ہیں یا کسی دوسرے درویش کو دے دیتے ہیں یا تبرک کے طور پر ٹکڑے کر کے تقسیم کر دیتے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ نے جب مناجات کے وقت اضطراب کا اظہار کیا تو خداوند تعالیٰ کی جانب سے وحی آئی کہ اے موسیٰؑ دل کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا بہتر ہے اس

Marfat.com

سے کہ سماع میں کپڑے پھاڑنا ۵؎ ___ سماع کے ساتھ اکثر صوفیہ رقص کرتے ہیں' بعض سلاسل میں یہ صرف رائج ہی نہیں بلکہ اسے سالک کے لئے لازمی سمجھا جاتا ہے ___ بعض صوفیہ نے وجد و رقص کو نماز معنوی کہا ہے۔ بقول عزالدین کاشانی "سماع میں وجد کرنا اگرچہ مبتدیوں کے لئے کمال حال ہے لیکن منتہی صوفیہ کے لئے نقصان حال ہے۔ چونکہ وجد سے مراد ہے حال شہود کا پانا اور پانا گم کرنے کے بعد ہوتا ہے پس واجد (پانے والا) درحقیقت سماع میں فاقد (گم کرنے والا) ہوتا ہے ۶؎ ___ سماع میں ارباب سماع کے احوال تین قسم کے ہیں' ایک تو اجد ہے' جو حرکت سے پیدا ہوتا ہے اور اس میں تکلف ہوتا ہے۔ وہ صوفیہ جو مرشد ہیں اور ارباب اقتدا ہیں (یعنی بلند مرتبہ صوفی ہیں) انہیں تو اجد نہیں ہوتا ___ دوسرا وجد ہے جو وجدان وعرفان سے بجلی کی طرح پیدا ہونے والی ایک کیفیت یا حالت ہے' یعنی صوفی پر حال غالب ہوجاتا ہے۔ مبتدی کے لئے وجد میں اضطراب ہے اور منتہی کیلئے سکون و ثبات ہے ___ تیسرا وجود ہے' یہ ایک کیفیت ہے جو واقعہ سے پیدا ہوتی ہے اور یقین کامل کے ساتھ دل میں مکین ہوجاتی ہے ___ حضرت رسول پاک ﷺ بھی شہود میں صاحب وجود تھے' شب معراج کو اللہ تعالیٰ سے بغیر واسطے کے سخن سنا' صاحب سماع بنے' ساکن و ثابت قدم رہے ___ یوں تواجد میں تکلف ہے' وجد میں اضطرار ہے اور وجود میں ثبات و قرار ہے۔ تواجد میں جسم رقص کرتا ہے' وجد میں دل اور وجود میں روح رقص کرتی ہے ۷؎ ___ حضرت ذوالنون مصریؒ (وفات ۲۴۵ ہجری) کا قول ہے کہ وجد دل کے راز کا نام ہے اور سماع واردات قلب کو کہتے ہیں۔ آپ ہی کا قول ہے کہ سماع و اردات حق کو دل پر جاری کرتا ہے اور اس کی طلب پیدا کرتا ہے' جو سماع کو حق کے لئے سنتا ہے وہ حق رسیدہ بن جاتا ہے اور جو نفس کے لئے سنتا ہے وہ زندیق بن جاتا ہے ۸؎ ___ سماع سے وجد کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور یہ وجد حرکات بدنی کے وجود میں آنے کا سبب بنتا ہے اور حرکات بدنی غیر منظم یا غیر موزوں ہوں تو انہیں اضطراب کہتے ہیں اور اگر موزوں اور منظم ہوں تو تالی بجانا اور رقص کرنا ہیں ___ حضرت رُوَیمؒ سے کسی نے پوچھا تھا کہ سماع کے وقت وجد کرنا کیا ہے؟ فرمایا صوفی کی روح کے شہباز

Marfat.com

کو حضرت حق کی جانب سے خطاب ہوتا ہے کہ اے باز بلند پرواز! ہماری ذات کی فضائے جلال و جبروت میں پرواز کر' اس خطاب پر کچھ روتے ہیں' کچھ نالہ وفریاد کرتے ہیں اور کچھ کپڑے پھاڑ لیتے ہیں .... کچھ صوفیہ کہتے ہیں کہ کہ سماع وہ ہے جو ہاجم ہو یعنی جسے سنتے ہی دل پر کیفیات کا غلبہ ہو جائے۔ ابوبکر محمد کلاباذیؒ فرماتے ہیں کہ ابوعبداللہ النباجیؒ کا قول ہے کہ سماع وہ ہے جو فکر کو حرکت میں لائے یا آنکھوں میں آنسو لائے۔ ۹؎ ___ احمد بن محمد الطوسیؒ فرماتے ہیں کہ اگر صاحب سماع عارف ہے اور رقص کرتا ہے تو رقص گویا ایک مقام سے دوسرے مقام پر منتقل ہونا ہے' یوں عارف ایک مرتبہ سے دوسرے مرتبہ تک پہنچتا ہے۔ اگر محقق ہے اور رقص میں دائرے میں گھومتا ہے تو گویا وہ کائنات کے دائرے میں چکر لگا رہا ہے اور اگر موحد ہے اور رقص میں کودتا ہے تو موحد کا حال الف کی طرح ہے اور کودنا بھی الف کی صورت ہی ہے۔ سماع میں خرقہ پھینکنے سے مراد ترک عادت ہے' پگڑی اتارنا گویا ترک سروری وحب ریاست ہے' ہاتھوں کو نچانے سے مراد غیر حق سے بری ہونا اور رقص میں گھومنے سے مراد ہے مرکز وحدت کے گرد گھومنا یعنی وحدت حق پر کامل طور پر قائم ہو جانا۔ ۱۰؎

بعض صوفیہ سماع اور رقص کو تصوف و عرفان کی اعلیٰ منازل طے کرنے کے لئے لازمی خیال کرتے ہیں۔ خاص طور پر مولوی فرقہ کے صوفیہ رقص کو تصوف کی جان سمجھتے ہیں۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کو سماع کا وہ ذوق وشوق تھا کہ سماع ہی میں جان دے دی۔ آپ کے ایک دوست نے مجلس سماع منعقد کرائی اور قوالوں نے غزل گانی شروع کی' جب اس شعر پر پہنچے:

کشتگان خنجر تسلیم را   هر زمان از غیب جانی دیگر است

(یعنی خنجر تسلیم سے جو قتل ہو چکے ہیں اُن کو ہر لحہ غیب سے ایک نئی زندگی عطا ہو رہی ہے) ___ تو آپ پر وجد طاری ہو گیا اور مسلسل رقص کرتے رہے اور اسی حالت میں جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ بعض حضرات رقص کو ذہنی یا نفسیاتی امراض کا علاج سمجھتے ہیں۔ رقص ایک طرح سے ورزشِ بدنی بھی ہے اور ورزش روحانی

بھی ___ کچھ صوفیہ رقص و سرود کو پسند نہیں کرتے' خاص طور پر نقشبندی سلسلے کے صوفیہ سماع اور رقص کو اچھا نہیں سمجھتے۔ حضرت بہاؤ الدین نقشبندیؒ سلسلہ نقشبندیہ کے بانیوں میں سے ہیں' سماع کے بارے میں ان سے یہ قول منسوب ہے۔ نہ این کار می کنم ونہ انکار می کنم یعنی نہ میں سماع سنتا ہوں اور نہ اس کا منکر ہوں [۱۱]

___ ایک صوفی کا قول ہے کہ رقص اس کے لیے جائز ہے جو پاؤں زمین پر مارے تو پاتال تک ہر شے اس کی نظر میں ہو اور اگر آستین ہوا میں اچھالے تو عرش معلی تک اس کی نظر پہنچے' جو اس طرح رقص نہ کرتا ہو وہ بایزیدؒ ' جنیدؒ اور شبلیؒ کی آبروریزی کرتا ہے۔

حضرت علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ شریعت و طریقت میں رقص کی کوئی اہمیت نہیں۔ ان کی نظر میں جب رقص اچھی طرح کیا جائے تو کھیل تماشہ ہوتا ہے اور جب بیہودہ طور پر کیا جائے تو بجز لغویت (بدتمیزی) کچھ بھی نہیں ہوتا۔ الغرض ناچنا اور رقص کرنا شرعاً اور عقلاً قابل مذمت ہے [۱۲] ___ صوفیہ میں سماع کا آغاز تیسری صدی ہجری سے ہوا' سماع اسلام میں متنازعہ فیہ ہے۔ کچھ فقہا سماع کو گناہ کہتے ہیں' کچھ جائز سمجھتے ہیں اور کچھ بدعت خیال کرتے ہیں ___ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک گانا یا سماع حرام ہے' امام مالکؒ بھی سماع یا غنا کو حرام کہتے ہیں۔ امام احمد حنبلؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک سماع یا غنا مطلقاً حرام نہیں [۱۳] شیعہ مذہب میں بھی کچھ فقہا سماع کو حرام سمجھتے ہیں۔ کچھ چند شرائط کے ساتھ حلال کہتے ہیں [۱۴] ___ ابن جوزیؒ نے "تلبیس ابلیس' میں صوفیہ کے وجد و سماع پر سخت تنقید کی ہے۔ ان کی نظر میں قرآن کی آیات ومن الناس من یشتری لھو الحدیث (سورہ ۳۱' آیت ۶) اور۔ والذین لا یشھدون الزور و اذا مرّوا باللغو مرّوا کراما (سورہ ۲۵' آیت ۷۲) میں "لھوالحدیث" اور "زور" سے مراد غنا ہے۔ ابن جوزی نے غنا کو صدائے شیاطین کہا ہے اور اپنے نظریہ کے ثبوت میں بہت سی احادیث بھی پیش کی ہیں ___ روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ وعظ فرما رہے تھے' ایک آدمی مسجد کے ایک کونے میں بے ہوش ہو گیا' فرمایا: یہ کون ہے جس نے ہم پر ہمارے دین کو خراب کیا؟ اگر سچا ہے تو اس نے اپنے

Marfat.com

نفس کو مشہور کیا اور اگر کاذب ہے تو خدا اسے نیست کردے۔ ۱۵

کہتے ہیں کہ شیخ ابوالقاسم نصر آبادیؒ سماع سن رہے تھے۔ حضرت ابوعمرو نجیدؒ نے کہا کہ سماع کیوں سن رہے ہو؟ انہوں نے فرمایا کہ سماع سننا اس سے بہتر ہے کہ ہم بیٹھیں اور غیبت کریں اور غیبت سنیں۔ ابوعمروؒ نے فرمایا کہ سماع میں ایک غیر شرعی کام کرنا اس سے برا ہے کہ کوئی سو سال غیبت کرے۔ ۱۶ حضرت ابوعلی احمد بن محمد رودباریؒ نے ایک روز فرمایا کہ میں سماع سے اس لئے چھٹکارا چاہتا ہوں کہ اس میں کثیر آفات مضمر ہیں۔ کسی نے پوچھا کہ اس شخص کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں جو یہ کہے کہ مجھے سماع حلال ہے کیونکہ میں ایسے مقام پر پہنچ گیا ہوں کہ سماع کی برائی مجھ پر بے اثر ہے؟ فرمایا بیشک وہ اس مقام پر پہنچ گیا ہے جسے دوزخ کہتے ہیں ۱۷ حضرت ابوالقاسم قشیریؒ ایک روز حضرت ابوسعید ابوالخیرؒ کی خانقاہ کے پاس سے گزر رہے تھے اور خانقاہ میں سماع ہو رہا تھا' حضرت ابوالقاسمؒ کے دل میں خیال آیا کہ ایسے لوگ جو سماع سنتے ہیں اور ننگے سر اور ننگے پاؤں سماع میں رقص کرتے ہیں انکی گواہی اسلام میں قابل قبول نہیں۔ شیخ ابوسعید نے فوراً ایک شخص کو بھیج کر حضرت ابوالقاسم قشیریؒ سے یہ پوچھا کہ تم نے ہمیں کب گواہوں کی صف میں دیکھا تھا؟

سماع کے بارے بعض علما کا خیال ہے کہ یہ بدعت ہے چونکہ سماع نہ رسول اکرم ﷺ کے زمانے میں رائج تھا نہ صحابہؓ اور سلف صالحین کے زمانہ میں۔ مولف ''مصباح الھدایت'' عزالدین کاشانیؒ فرماتے ہیں کہ سماع اگرچہ بدعت ہے لیکن سنت کے مخالف بھی نہیں پس قابل مذمت نہیں' اس میں فوائد بھی ہیں۔

(۱) مجاہدہ' ریاضت و نفس کشی سے جو دل پر خستگی یا ملال سا پیدا ہو جاتا ہے یا یأس و قبض کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے صوفیہ اسے دور کرنے کے لئے سماع سنتے ہیں۔

(۲) دوسرا فائدہ یہ ہے کہ سیر و سلوک کے دوران بعض اوقات سالکین کے دل پر صفات نفس کا غلبہ ہو جاتا ہے یا حجابات پڑ جاتے ہیں جس سے احوال و

Marfat.com

کیفیات روحانی کے دروازے بند ہوجاتے ہیں' سماع سے یہ حجابات دور ہوجاتے ہیں۔

(۳) اہل سلوک کہ جن کا حال ابھی ابتدائی مقام میں ہے اور محبوب (خدا) سے دور ہیں بعض وقت سماع سن کر ان کے روح کے کان کھل جاتے ہیں' خطاب عہد اول یعنی خطاب عہد الست سن لیتے ہیں اور قربت حق سے بہرہ ور ہوجاتے ہیں اور یوں اس سماع کی کیفیت سے وہ مقامات و مرتبے حاصل کر لیتے ہیں' جو سالہا سال کے مجاہدے اور ریاضت کے بعد بھی نہیں پاسکتے۔ ۱۸

حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ آوازیں دو قسم کی ہیں' ایک حسین' دوسری موزوں۔ بعض آوازیں حسین ہوتی ہیں لیکن وہ موزوں نہیں ہوتیں' بعض آوازیں موزوں ہوتی ہیں لیکن حسین نہیں ہوتیں اور سننے والے کو اچھی نہیں لگتیں۔ موزوں آوازیں اپنے مخارج کے اعتبار سے تین طرح کی ہیں: ایک وہ جو جمادات سے نکلیں جیسے بانسری' ڈھول اور ستار کی آواز' دوسری وہ جو انسان کے گلے سے نکلیں' تیسری وہ جو حیوانات کے گلوں سے برآمد ہوں۔ جیسے بلبل اور قمریوں کی آواز۔ ان آوازوں کو سننا حرام نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ اچھی بھی ہیں اور موزوں بھی۔ کوئی یہ نہیں کہتا کہ بلبلوں یا قمریوں کے چہچہے حرام ہیں' آوازیں سب یکساں ہیں خواہ انسان کے گلے سے نکلیں یا حیوان کے یا جمادات سے برآمد ہوں ___ یوں سماع جائز ہے بشرطیکہ وہ فساد قلب' بے شرمی اور فحاشی کا موجب نہ بنتا ہو ___ سو امام غزالی کی نظر میں سماع جائز ہے لیکن (وہ فرماتے ہیں) اس کا مطلب یہ نہیں کہ سماع سب کے لئے جائز ہے' بیع جائز ہے' لیکن شراب بنانے والے کو انگور بیچنا حرام ہے' اگرچہ ہتھیار کی فروخت عام طور پر جائز ہے' لیکن ڈاکو کو ہتھیار بیچنا حرام ہے ___ سماع کے جائز ہونے کی بھی چند شرائط ہیں ___ سماع تین قسم کے لوگ سنتے ہیں۔ ایک وہ جو غفلت یا کھیل کے طور پر سنتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے سماع حرام نہیں۔ جس طرح پرندوں کی آواز سننا حرام نہیں ___ دوسرے وہ لوگ جن کے دل میں مخلوق کی محبت یا دوستی ہو اور وہ محبت یا دوستی حرام ہو تو ان کے لئے سماع بھی حرام ہے۔ اگر یہ دوستی یا محبت بیوی سے ہے' تو

Marfat.com

سماع حلال ہے۔ اسی حوالے سے نوحہ خوانی بھی حرام ہے۔ کیونکہ قضائے آسمانی پر افسوس کرنا حرام ہے کہ فرمان حق ہے لکیلا تاسوا علی ما فاتکم (سورہ ۵۷ آیت ۲۳) (یعنی جو مر جائے اس پر افسوس نہ کرو) ____ تیسرے وہ لوگ جن کے دل میں جائز خوشی یا غم ہو سماع ان کیلئے حلال ہے۔ شادی یا ولیمہ یا عید کے موقع پر یا کسی کے سفر سے آنے پر سماع کی محفل تشکیل دینا جائز ہے۔ جیسا کہ حضرت رسول ﷺ جب مکہ سے مدینہ میں ہجرت کر کے تشریف لائے تو مدینہ کی خواتین نے یہ اشعار دف پر آپ کے استقبال میں گائے تھے اور یوں آپ کی آمد پر اپنی خوشی اور محبت کے جذبات کا اظہار کیا تھا:

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا مادعی للہ داع
ایھا المبعوث فینا جئت بالامر مطاع

ایسے ہی وہ لوگ جو اہل تصوف ہیں ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت ہوتی ہے سماع ان لوگوں کے لئے عبادت ہے اور قربت حق کا سبب ہے ____ امام غزالیؒ فرماتے ہیں حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ دو کنیزیں دف بجا رہی تھیں اور گانا گا رہی تھیں رسول پاک ﷺ گھر میں تشریف لائے اور لیٹ گئے۔ حضرت رسولؐ نے اپنا چہرہ مبارک دوسری جانب کر لیا اسی اثناء میں حضرت ابوبکر صدیقؓ آ گئے انہوں نے ان لڑکیوں کو ملامت کی اور کہا کہ رسول پاکؐ کا گھر اور یہ شیطانی کام۔ یہ سن کر رسول پاکؐ نے فرمایا اے ابوبکرؓ عید کا دن ہے انہیں تم کچھ نہ کہو۔ پس دف بجانا اور گانا۔ گانا اس روایت کی روشنی میں جائز ہے۔ اسی طرح دوسری احادیث بھی سماع کے ثبوت میں پیش کی جاتی ہیں۔ یوں ایک طرح سے اسلام بھی موسیقی کی اہمیت کو تسلیم کرتا ہے۔ حدیث میں ہے زینوا اصواتکم بالقرآن (قرآن پاک کے پڑھتے وقت اپنی آوازوں کو سنوارو)۔ ایک اور حدیث میں ہے۔ زینو القرآن باصوات الحسن یعنی قرآن کو اچھی آوازوں سے خوشنما بناؤ۔ ایک اور حدیث میں ہے حسنو االقرآن باصواتکم فان الصوت الحسن یزید القرآن

Marfat.com

حسنا یعنی قرآن کو اپنی آوازوں سے خوشنما بنایا کرو کیونکہ اچھی آواز سے قرآن کی خوبی بڑھتی ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے ہر چیز کی ایک آرائش ہے اور قرآن کی آرائش اچھی آواز ہے۔ان لکل شیء حلیة و حلیة القرآن الصوت الحسن ۱۹

قرأت خوانی' نعت خوانی' قوالی اور سماع کو موسیقی کی اعلیٰ و اشرف صورتیں کہا جاسکتا ہے۔موسیقی کو ابن خلدون نے صنعت شریف کہا ہے ___ البتہ موسیقی اگر صحیح لوازم و ماحول کے ساتھ نہ ہو تو معاشرے میں موجب فساد بن جاتی ہے اور سیرت و کردار کے لئے ہلاکت خیز ثابت ہوسکتی ہے۔اسے نفس کی تطہیر کا وسیلہ بننا چاہیے نہ کہ حیوانیت کے فروغ کا ذریعہ۔

حضرت شہاب الدین سہروردیؒ کی نظر میں ایسے اشعار گانا یا پڑھنا جس میں خداوند تعالیٰ کی حمد و ثنا ہو' عبادتوں کا ذکر ہو' جنت' دوزخ کا ذکر ہو یا ایسے قصائد و نظمیں پڑھنا جن میں جہاد اور حج کی خوبیاں بیان کی گئی ہوں وہ جائز ہے' ایسے اشعار جن میں عورتوں کے حسن و جمال کی تعریف ہو یا محبوب کے حسن کا ذکر ہو' ایسی محفلیں قائم کرنا جن میں یہ اشعار پڑھے جائیں صوفیہ کے شایان شان نہیں' البتہ ایسے اشعار جن میں وصل و فراق اور آرزوؤں کا بیان ایسے رموز و کنایات کے ساتھ ہو جن کو حق تعالیٰ کی ذات پر محمول کرنا دشوار نہ ہو' ان کے سماع سے انکار نہیں کیا جاسکتا ۲۰

ایک مرتبہ جب شاہ عبدالرحیمؒ جو حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے والد ماجد تھے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے مزار پر مراقبہ میں بیٹھے تھے تو ان پر حضرت قطب صاحبؒ کی روحانیت کا انکشاف ہوا۔ قطب صاحبؒ نے فرمایا کہ شعر کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ شاہ صاحبؒ نے عرض کیا کلام موزون حسنه حسن وقبیحه قبیح (حدیث) شعر کلام موزوں کا نام ہے جو اچھا شعر ہے اس میں واقعی اچھائی اور حسن ہے اور جو برا شعر ہے اس میں واقعی برائی اور قبح ہے۔اس کے بعد خواجہ صاحبؒ نے پوچھا حسن صوت (آواز کے حسن) کے متعلق کیا کہتے ہو؟ تو عرض کیا کہ اس آیت یزید فی الخلق مایشاء (سورہ ۳۵' آیت ۱) کی تفسیر میں بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہاں زیادت سے مراد حسن صوت ہے' خواجہ صاحبؒ نے فرمایا اگر یہ دونوں جمع

Marfat.com

ہوجائیں تو تم کیا کہو گے' عرض کیا نور علی نور یهدی الله لنوره من یشاء (سورہ ۲۴' آیت ۳۵) یعنی نور علی نور ہے اور اللہ تعالیٰ جسے چاہیں اپنے نور کی جانب ہدایت فرماتے ہیں' فرمایا بس ہمارا سماع یہی تھا۔۲۱

صوفیائے کرام جو رقص و سرود کو جائز سمجھتے ہیں وہ اس کا جواز قرآن و حدیث سے یوں بھی پیش کرتے ہیں کہ صور اسرافیل بھی باجے کے ساتھ ایک نغمہ ہوگا جسے سن کر لوگ جان دیدیں گے اور دوسرا صور اس قدر روح افزاء اور جان پرور ہوگا کہ تمام مردے رقص کرتے ہوئے قبروں سے نکل آئیں گے۔ جنت میں بھی موسیقی ہوگی' فرشتے سریلی آواز میں کہتے ہونگے سلام" علیکم طبتم فادخلوها خالدین (سورہ ۳۹' آیت ۷۳) بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اس آیت: الذین آمنوا وعملوا الصٰلحت فهم فی روضة یحبرون (سورہ ۳۰' آیت ۱۵) (یعنی جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے وہ جنت میں خوشحال ہوں گے) میں یحبرون سے مراد سماع ہے ___ حدیث رسول پاکؐ بھی ہے ان من الشعر لحکمة' ایک اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو حسن صوت عطا کی ہے۔ یہ آیت ان انکر الاصوات لصوت الحمیر (سورہ ۳۱' آیت ۱۹) (یعنی سب سے مکروہ آواز گدھے کی ہے) بھی بتاتی ہے کہ خدا کو اچھی آواز پسند ہے اور بری آواز ناپسند ہے ___ بقول حضرت عبداللہ انصاریؒ بہشت میں عارفین کے لئے تین چیزیں ہوں گی' سماع و شراب و دیدار۔ سماع کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا "فهم فی روضة یحبرون (سورہ ۳۰' آیت ۱۵) اور شراب کے بارے میں فرمایا وسقاهم ربهم شراباً طهورا (سورہ ۷۶' آیت ۲۱) دیدار کے لئے فرمایا کہ وجوه" یومئذ ناضرة الی ربها ناظره (سورہ ۷۵' آیات ۲۲ و ۲۳)۔ سماع کانوں کے لئے شراب' ہونٹوں کے لئے اور دیدار آنکھوں کے لئے ہے۔ سماع اہل وجد کے لئے' شراب عاشقوں کے لئے اور دیدار محبت کرنے والوں کے لئے ہے۔ سماع سے طرب بڑھتی ہے' شراب سے زبان کھلتی ہے اور دیدار حق انسانی صفت کو ختم کر دیتا ہے یعنی عارف کو فنا فی اللہ کے مقام پر فائز کرتا ہے۔

Marfat.com

صوفیہ کہتے ہیں کہ سماع کی اصل خطاب تکوین کی لذت سے ہے کہ لفظ کن سے روح کو مستی حاصل ہوئی جو سماع کا موجب ہے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ سب سے پہلی مستی روح انسانی پر الست بربکم (سورہ ۷ آیت ۱۷۲) کے دلکش نغمہ کو سن کر طاری ہوئی تھی اور سب سے آخری مستی نفخ صور ہوگی جس سے مردے زندہ ہو جائیں گے۔۲۲ حضرت جنیدؒ سے لوگوں نے پوچھا کہ سریلی آواز کو سن کر کیوں ایک باوقار اور سنجیدہ آدمی بھی متاثر ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ عہد ازل اور میثاق اولٰ میں حق تعالیٰ نے مخلوقات کو الست بربکم کے خطاب سے سرفراز فرمایا تھا۔ اس خطاب کی حلاوت و شیرینی ارواح میں ہے اس لئے جب بھی لوگ کوئی سریلی آواز سنتے ہیں تو وہ خطاب یاد آجاتا ہے اور اُن کے دل متاثر ہو جاتے ہیں ___ سماع و سرود کی حقیقت کے بارے میں ایک نکتہ یوں بھی بیان کیا جاتا ہے کہ جہاں حسن ہوگا وہاں عشق بھی ضرور پہنچ جائے گا۔ ویسے تو ساری دنیا حسن ہی حسن ہے کہ جلوہ گاہ جمال ربانی ہے کہ اللہ خود "جمیل" ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے۔ لیکن بالعموم دنیا میں چار قسم کے حسن ہیں: حسن صورت، حسن صوت (حسن آواز) حسن کلام اور حسن حرکات، حسن صورت محبوب کا رخ انور ہے، حسن صوت موسیقی ہے، حسن کلام شاعری ہے اور حسن حرکات رقص ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر شخص کے دل میں فطری طور پر حسن صورت، موسیقی، شاعری اور رقص سے لگاؤ ہے۔۲۳ ___ صوفیہ وجد و سماع کے جواز میں ایک دلیل یہ بھی دیتے ہیں کہ حرکت تمام کمالات کی بنیاد ہے، خواہ جمادات ہوں، خواہ نباتات، خواہ حیوانات حرکت ان کی برائی کو دور کرتی ہے، پانی جاری رہتا ہے تو پاک ہے اگر رکا رہے تو بدبودار ہو جاتا ہے۔ وجد یا سماع حرکت کا سبب ہے اور یہ حرکت روح کی خوشی اور شادمانی اور کشادگی قلب کا سبب ہے، اگر انسان روح کو نفس سے دور رکھتا ہے تو اس سے روح کو کمال حاصل ہوتا ہے۲۴ ___ وجد و رقص میں حرکت کے بارے میں ابونجیب سہروردی فرماتے ہیں کہ حرکت تین قسم کی ہے (۱) خوشی میں (۲) وجد میں (۳) خوف میں۔ خوشی کی تین علامتیں ہیں: رقص کرنا، تالی بجانا اور چہرہ کھل اٹھنا، وجد کی بھی تین علامتیں ہیں: (۱) محویت (۲) اچھلنا کودنا (۳) نعرے مارنا، خوف کی بھی تین علامتیں ہیں: (۱)

Marfat.com

رونا (۲) چیخنا (۳) سر پیٹنا۔

سماع ہی کے سلسلے میں صوفیہ کہتے ہیں کہ آگ، مٹی، پانی اور ہوا سب عبادت الٰہی میں مصروف ہیں، آگ قیام میں ہے، پانی سجدے میں ہے، مٹی مدہوش و صاحب سکر صوفی کی طرح ساکن ہے، حیرت و محویت میں ہے، کبھی کبھی وجد میں آجاتی ہے جب زلزلہ آتا ہے اور ہوا ہمیشہ رقص و وجد میں ہے ___ یوں گویا ساری کائنات حمد حق کی تسبیح میں مصروف ہے، صرف اہل عرفان اور اہل حق دیدۂ باطن سے دیکھتے ہیں اور باطنی گوش (کان) سے سنتے ہیں۔ ۲۵ ___ یوں صوفیہ کی نظر میں زبان حال سے ہر شے حمد خدا کے نغمے الاپ رہی ہے اگر گوش شنوا ہو۔ بعض اہل دل کی نظر میں تو چنگ و ساز کی آواز میں تسبیح پڑھنے کا ایک رنگ پایا جاتا ہے، بقول ایک شاعر کے یہ چنگ و عود تو ''انت حسبی، انت کافی یاودود'' کا ورد کرتے ہیں:

چیست میدانی صدائے چنگ و عود
انت حسبی، انت کافی یاودود

یعنی کیا تم جانتے ہو کہ چنگ وعود کے ساز یا باجے کیا کہہ رہے ہیں، وہ در حقیقت ''انت حسبی'' اور ''انت کافی یا ودود'' کی تسبیح پڑھ رہے ہیں

ایران کے مشہور فلسفی شاعر ملا ہادی سبزواری جن کا تخلص اسرار ہے فرماتے ہیں:

موسیٔ نیست کہ دعویٔ انا الحق شنود
ورنہ این زمزمہ اندر شجری نیست کہ نیست
گوش اسرار شنو نیست و گرنہ اسرار
برش از عالم معنی خبری نیست کہ نیست ۲۶

یعنی کوئی موسی (علیہ السلام) نہیں ہے جو انا الحق کا دعویٰ سنے ورنہ کوئی درخت ایسا نہیں جس میں یہ زمزمۂ انا الحق نہیں ہے ___ اسرار سننے والے کان نہیں وگرنہ اے اسرار! دنیائے معانی کی کوئی خبر ایسی نہیں ہے جو اس کے پاس نہ ہو۔

فیثا غورث اور افلاطون نے کہا تھا کہ انسان پر موسیقی اور نغمات کا اثر اس

Marfat.com

لئے ہوتا ہے کہ اس سے پہلے کہ ہماری روح خداوند تعالیٰ سے جدا ہوئی اس نے آسمانی نغمے سنے تھے اور ان سے وہ مانوس تھی' موسیقی چونکہ ہماری پرانی یادوں کو بیدار کردیتی ہے اور ہمیں وجد میں لے آتی ہے اس لئے موسیقی سے ہمارا لگاؤ فطری ہے۔ اس سے منع کرنا موجب فساد روحانی اور قانون قدرت میں دخل اندازی کے مترادف ہے ۲۷ بقول حضرت علی ہجویریؒ حضرت داؤدؑ کو حق تعالیٰ نے اچھی آواز دی تھی' جب آپ نغمات الاپتے تو جانور اور انسان جمع ہو جاتے تھے۔حدی کی آواز سے اونٹ مست ہو جاتے ہیں۔ چھوٹے بچے ماں کی لوری سن کر رونا چھوڑ دیتے ہیں اور لوری کی لذت یوں محسوس کرتے ہیں کہ سو جاتے ہیں۔ ۲۸ اچھی آواز خدا کی بہت بڑی نعمت ہے۔ آیت **یزید فی الخلق مایشاء** (سورہ ۳۵' آیت ۱) کی تفسیر میں مفسرین نے زیادت سے مراد آواز خوش لی ہے۔ انسان ہی سریلی آواز سے متاثر نہیں ہوتے بلکہ بعض جانوروں کی روح بھی اس سے لذت حاصل کرتی ہے۔ جیسا کہ عام مشاہدہ ہے کہ حدی خوان کے نغموں سے اونٹ مست ہو کر لدے ہوئے سامان کو جلدی منزل تک پہنچا دیتا ہے ___ حضرت یوسفؑ کو ان کے بھائیوں نے جب کنویں میں ڈال دیا تو حق تعالیٰ نے اس کنویں میں ایک سانپ پیدا کر دیا جو سریلی آواز میں تسبیح کرتا رہا جس کی لذت سے حضرت یوسفؑ کو کنویں کی وحشت اور تنہائی سے رہائی ملی ___ اسی طرح کہتے ہیں کہ جب حضرت موسیٰؑ کبھی وحشت محسوس کرتے تو ان کا عصا تسبیح پڑھتا تھا جس سے وہ وحشت دور ہو جاتی تھی ۲۹ (شاید وہ تنہائی کی وحشت دور کرنے کیلئے عصا کو یعنی لاٹھی کو زمین پر مارتے ہونگے جس سے تنہائی کی وحشت کم ہو جاتی ہوگی' واللہ اعلم) ___ صوفیہ کی نظر میں جو شخص سریلی آواز سے لطف اندوز نہیں ہوتا وہ مردہ دل ہے۔ حضرت امام شافعیؒ کسی جگہ سے گزر رہے تھے ان کے ساتھ ایک اور شخص بھی تھا۔ آپ نے گانے کی آواز سنی' انہوں نے ساتھی سے پوچھا کہ اس نغمہ سے تم پر کچھ اثر ہوتا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ تم حس باطنی سے محروم ہو ۳۰

حضرت علیؓ نے ناقوس کی آواز سنی تو اپنے اصحاب سے فرمایا تمہیں معلوم

Marfat.com

ہے کہ یہ ناقوس کیا کہہ رہا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں، فرمایا یہ کہہ رہا ہے سبحان الله حقاً حقا ان المولیٰ صمد یبقیٰ ___ حضرت ابوعثمان مغربیؒ نے ایک کنویں پر بڑے ڈول (چرخی) کے کھینچنے کی آواز سنی تو دوستوں سے کہا جانتے ہو کہ یہ ڈول کیا کہہ رہا ہے؟ دوستوں نے کہا نہیں۔ فرمایا یہ ڈول کہہ رہا ہے اللہ اللہ ___ ایک بار حضرت شبلیؒ نے بغداد کے بازار میں ایک ککڑیاں بیچنے والے کی یہ آواز سنی ''خیار دہ بدانگی'' یعنی ایک پیسے میں دس خیار (خیار کے معنی ککڑی کے بھی ہیں اور خیار کے معنی نیک شخص کے بھی ہیں) حضرت شبلیؒ نے کہا جب دس خیار (دس اچھے آدمیوں) کی قیمت ایک پیسہ ہے تو اشرار کا حال کیا ہوگا، ان کی کیا قیمت ہوگی؟ اور وہ وجد میں آ گئے ___ شبلیؒ کئی دن ایک درخت کے نیچے ہو ہو کرتے رہے، لوگوں نے پوچھا کہ ایسا کیوں کر رہے ہو؟ فرمایا درخت پر کوئل کو کو کر رہی ہے، میں اس کی موافقت میں ہو ہو کر رہا ہوں ___ ایک روز حضرت مولانا رومؒ قونیہ کے بازار سے گزر رہے تھے کہ ایک ترکی شخص لومڑی کی کھال بیچ رہا تھا اور زور سے آواز لگا رہا تھا دلکو دلکو (دلکو اور تولکی قدیم ترکی زبان میں لومڑی کو کہتے ہیں) مولانا نے یہ سن کر نعرہ مارا اور رقص میں آ گئے اور ''دل کو، دل کو'' یعنی دل کہاں ہے؟ دل کہاں ہے؟ کہتے رہے [۳۱]

سماع وسرود کے لیے وہ صوفیہ جو محتاط ہیں چند شرطیں عائد کرتے ہیں کہ سننے والا اہل ہوس نہ ہو بلکہ صاحب دل اور صاحب حال ہو۔ سنانے والا نوعمر لڑکا نہ ہو اور نہ عورت ہو بلکہ مرد ہو۔ کلام یا شعر فحش نہ ہو بلکہ حمد ونعت پر مشتمل ہو۔ چنگ ورباب اور دوسرے گانے کے آلات نہ ہوں۔ سماع باوضو سنا جائے، خلاف شرع کوئی بات نہ ہو۔ جہاں سماع ہو رہا ہو وہاں عوام یا نااہلوں کا گزر نہ ہو۔ سماع نماز کے اوقات میں نہ ہو۔ قوالوں کو نذرانے میر مجلس کے ذریعے پیش کیے جائیں۔ محفل سماع میں اگر کسی پر وجد طاری ہو جائے اور وہ کھڑا ہو جائے اور رقص کرنے لگے تو سب کھڑے ہو جائیں اور رقص شروع کر دیں ___ بعض صوفیہ نے سماع کیلئے تین شرطیں فرمائی ہیں: مکان، زمان، اخوان۔ شرط مکان یہ ہے کہ جہاں سماع ہو رہا ہو وہاں عوام اور نااہلوں کا گذر نہ ہو۔ شرط زمان یہ ہے کہ سماع ایسے وقت میں ہو جس میں کوئی شرعی ممانعت نہ ہو۔ مثلاً

نماز کا وقت نہ ہو۔ اخوان یعنی مجلس سماع میں اہل حق کو بلایا جائے___ مجلس سماع میں متکبر اور متکلف لوگ شریک نہیں ہونے چاہییں اور مجلس میں سب لوگ سر جھکا کر باادب بیٹھیں' ایک دوسرے سے بات نہ کریں اور نہ ایک دوسرے کی صورت دیکھیں۔ نہ ہاتھ پاؤں ہلائیں۔ دل تمام تر حق تعالیٰ کی جانب متوجہ رہے۔ سماع کی محفل میں خلوص نیت کے ساتھ باوضو شریک ہونا چاہیے۔ کسی خاص غزل کے گانے یا کسی خاص راگ میں غزل گانے کی فرمائش نہیں کرنی چاہیے اور اگر قوال کی آواز پسند آئے تو پسندیدگی کا اظہار نہیں کرنا چاہیے۔ اگر آواز ناپسند ہو تو ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کرنا چاہیے۔ اگر درویشوں میں سے کسی ایک کی پگڑی گر جائے اور شیخ بھی اپنی پگڑی اتار دے تو دوسرے بھی اس کی موافقت کریں۔ اگر شیخ اپنی پگڑی نہ اتاریں تو دوسرے بھی اپنی پگڑی نہ اتاریں___ سماع کا آغاز و اختتام تلاوت کلام پاک سے ہونا چاہیے۔ ممشاد دینوریؒ فرماتے ہیں کہ خواب میں مجھے حضورؐ کی زیارت ہوئی' میں نے انؐ سے سماع کے بارے میں پوچھا فرمایا سماع میں کوئی برائی نہیں البتہ اس کا آغاز و اختتام تلاوت قرآن پاک سے ہونا چاہیے۔

ابوعلی دقاقؒ کا قول ہے کہ سماع عوام پر حرام ہے چونکہ یہ لوگ نفس زندہ رکھتے ہیں' زاہدوں کے لئے مباح ہے کہ یہ لوگ ارباب مجاہدہ میں سے ہیں اور ہمارے دوستوں کے لئے مستحب کہ یہ لوگ دل زندہ کے مالک ہیں___ بقول اردشیر العبادی سماع اہل طریقت کے احوال میں سے ہے' جس طرح شریعت کے لوازم و فرائض انسان کو استماع (سننے) سے حاصل ہوتے ہیں اسی طرح طریقت کے حقایق سماع سے حاصل ہوتے ہیں___ سماع گوش (کان) سے بھی سنا جاتا ہے اور ہوش سے بھی۔ حق تعالیٰ کا فرمان ہے "فبشر عباد الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ (سورہ ۳۹' آیات ۱۷' ۱۸) ان لوگوں کو خوشخبری دے دو جو اچھی باتیں سنتے ہیں اور اچھی باتوں پر عمل کرتے ہیں ۳۲___ جو شخص خواہش نفس سے سماع سنتا ہے گناہ کے وبال میں گرفتار ہو جاتا ہے اور جو شخص حرمت حق اور محبت خداوندی کو نظر میں رکھ کر ایسا کرتا ہے اس کی بصیرت و معرفت میں اضافہ ہوتا ہے___ سماع اہل غفلت

Marfat.com

کے لئے بے فائدہ ہے اور اہل شہوت کے لئے ناجائز ہے لیکن وہ لوگ جو صاحب حال ہیں ان کے ادراک باطنی کے مطابق سماع ان کے لئے مفید ہے۔ جس کی روح جتنی پاک اور دل جتنا صاف ہوگا وہ سماع سے اتنا ہی زیادہ بہرہ ور اور لطف اندوز ہوگا ___ اہل سماع کے تین طبقے ہیں ایک وہ جو اہل حقایق ہیں وہ سماع میں خطاب حق سنتے ہیں' دوسرے اہل مناجات ہیں جو سماع کی ابیات کے معانی کے ذریعہ سے دل میں خدا سے ہمکلام ہوتے ہیں' تیسرے فقرائے مجرد ہیں جو ہر قسم کے علایق سے پاک ہوتے ہیں' یہ لوگ فقط دل کی خوشی کے لئے سماع سنتے ہیں ___ صوفیہ کی نظر میں سماع تین قسم کا ہے: سماع قالی' سماع حالی اور سماع قلبی ___ صوفیہ کا قول ہے کہ سماع حلال بھی ہے' حرام بھی اور مشتبہ بھی۔ اگر خواہش نفس کے لیے سماع کیا جائے تو حرام ہے' جو سماع شرائط سماع کے ساتھ نہ کیا جائے وہ مشتبہ ہے' جو سماع اللہ کے لئے کیا جائے وہ حلال ہے ___ حضرت ابوعبداللہ البناجیؒ فرماتے ہیں کہ سماع وہ ہے جو فکر کے لئے مہمیز کا کام کرے اور جس سے انسان عبرت حاصل کرے۔ اس کے علاوہ جو سماع بھی ہے' آزمائش اور فتنہ ہے ___ صوفیہ کہتے ہیں کہ صوفی کا مقام تین موقعوں پر معلوم ہوتا ہے (۱) سوال کے وقت (۲) غصہ کے وقت (۳) سماع کے وقت ___ جو شخص دنیا داری میں مبتلا ہے اس کے لئے سماع بے فائدہ ہے' ضعیف الحال سماع کا محتاج ہے اور قوی حال کو سماع کی حاجت نہیں ۳۳ ___ حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ فقیر (صوفی) پر تین اوقات میں رحمت نازل ہوتی ہے (۱) کھانا کھاتے وقت کیونکہ وہ اسی وقت کھاتا ہے جب حاجت ہو (۲) کلام کرتے وقت کیونکہ وہ مجبوری کے وقت کلام کرتا ہے (۳) سماع کے وقت کیونکہ وہ صرف اسی وقت سنتا ہے جب وہ وجد کی حالت میں ہو۔ ۳۴

شیخ ابوالقاسم نصر آبادیؒ فرماتے ہیں: ہر چیز کی کوئی نہ کوئی غذا ہے' روح کی غذا سماع ہے ۳۵ ___ سماع کو رقص روح بھی کہا جاتا ہے ___ ذوالنون مصریؒ کا قول ہے کہ جو شخص سماع کو حق کے لئے سنتا ہے وہ حق کو پالیتا ہے اور جو نفس کے لئے سنتا ہے وہ زندیق بن جاتا ہے۔ حضرت شبلیؒ سے کسی نے سماع کے بارے میں پوچھا' فرمایا! اس کا ظاہر فتنہ ہے اور اس کا باطن عبرت ہے۔ ۳۶

Marfat.com

صوفیہ کہتے ہیں کہ سماع الٰہی بھی ہے اور سماع لاھی (لہو ولعب) بھی۔ سماع الٰہی مستحب ہے اور سماع لاھی ممنوع ہے۔___ ایک صوفی کا قول ہے کہ سماع وہ ہے جو دل کو پگھلا دے اور آنکھ کو رلا دے۔ ۳۷___ مشائخ کہتے ہیں کہ سماع اہل حقایق کے لئے مستحب ہے' اہل زہد کیلئے جائز ہے اور اہل نفس کے لئے مکروہ ہے۔ ۳۸___ سماع بعضوں کے لئے غذا کی طرح ہے' بعضوں کے لئے دوا کی طرح ہے اور بعضوں کے لئے باعث راحت ہے ۳۹___ علاء الدولہ سمنانیؒ فرماتے ہیں کہ سماع دوا بھی ہے اور زہر قاتل بھی' وہ اہل اللہ جنہوں نے دنیا تیاگ دی' ماسوا اللہ کو ترک کر دیا' ریاضت نفس میں کمال حاصل کر لیا ان کے لئے سماع تریاق ہے وہ ایک لمحہ میں ایسی ترقی پا لیتے ہیں جو سالہا سال کے مجاہدے سے بھی حاصل نہیں ہوتی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سماع دل میں ریاکاری اس طرح پیدا کرتا ہے جس طرح پانی سبزے کو اگاتا ہے ۴۰___ احمد غزالیؒ کا قول ہے کہ سماع صوفی کو ان مقامات عالی تک پہنچا دیتا ہے جہاں ہزار سال کی ریاضت کے بعد بھی پہنچا نہیں جا سکتا۔ نیز صوفیہ سماع کو رقص روح بھی کہتے ہیں اور سفیر حق بھی جس کی نشست گاہ دل صوفی صاف دل ہے۔ ۴۱

شمس الدین محمد تبریزیؒ کی نظر میں سماع تین طرح کا ہے' ایک حرام بلکہ کفر ہے' دوسرا مباح یا حلال ہے اور تیسرا فرض ہے۔ زہد و تقویٰ اور حال و کیفیت کے بغیر سماع سننا حرام بلکہ کفر ہے۔ اہل ریاضت و زہد کے لیے سماع سننا جائز ہے کہ سماع کے وقت ان میں رقت پیدا ہوتی ہے اور ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے ہیں اور وہ صاحب قلب سلیم ہوتے ہیں۔ اہلِ حال کے لیے سماع اس طرح فرض ہے جس طرح نماز و روزہ۔ جیسے کھانا پینا ان کے لیے ضروری ہے' اسی طرح سماع کا سننا بھی ان کے لیے حیات بخش ہے۔ ۴۲

بزرگ صوفیہ کہتے ہیں نوجوان صوفی کو چاہیے کہ صرف اپنے مرشد کے حکم سے سماع کرے۔ شیخ ابو القاسم گرگانیؒ سے ان کے ایک مرید علی حلاج نے کہا کہ میرے دل میں سماع کی طلب ہے براہ کرم اجازت دیجئے' آپ نے فرمایا کہ (ایک روز دن

Marfat.com

بھر) بالکل کچھ نہ کھاؤ' پھر اچھا کھانا تیار کرو' اگر پھر بھی سماع کو کھانے پر ترجیح دو تو تمہارے لئے سماع جائز ہے____ایک مرید نے اپنے شیخ سے کہا کہ شیوخ سماع سنتے ہیں مجھے بھی اجازت دیجئے۔ فرمایا اگر تم ان جیسے ہو گئے ہو تو سماع کرو۔ حضرت مولانا رومیؒ کا قول ہے کہ سماع کے لئے پہلے اہلیت پیدا کرو پھر سماع کرو' میں نے کل ناک میں چینی ڈالی میری ناک نے چینی کا ذائقہ محسوس نہیں کیا۔

برسماع راست ہر کس چیر نیست طعمہ ہر مرغکی انجیر نیست

یعنی ہر کوئی صحیح طور پر سماع سے لطف اندوز نہیں ہو سکتا جس طرح ہر عام پرندہ انجیر کو نہیں کھا سکتا۔

حضرت ابو سعید ابو الخیرؒ کا قول ہے کہ سماع اُن کے لیے جائز ہے جن کا نفس مردہ اور قلب زندہ ہو۔[۴۳]____حضرت نظام الدین اولیاؒ کی نظر میں سماع کی چار قسمیں ہیں: حلال' حرام' مکروہ' مباح۔ اگر سماع سننے والے کی رغبت حق کی طرف ہے تو سماع مباح یعنی جائز ہے' اور اگر رغبت مجاز کی طرف ہے تو سماع مکروہ ہے اور اگر رغبت کلی طور پر حق کی طرف ہے تو سماع حلال ہے اور اگر رغبت کلی طور پر مجاز کی طرف ہے تو سماع حرام ہے۔ سماع کے مباح یا جائز ہونے کے لئے چند چیزیں لازمی ہیں: مُسمِع' مستمع' مسموع اور آلۂ سماع۔ مسمع یعنی گانے والا مرد ہو عورت اور لڑکا نہ ہو۔ مستمع (مُ سْ تَ مِ عْ) یعنی سماع سننے والا یاد حق سے خالی نہ ہو' مسموع یعنی جو کچھ گایا جا رہا ہے فحش نہ ہو' اور آلۂ سماع یعنی چنگ و رباب نہ ہو' ان شرائط کے ساتھ سماع حلال ہے____ابو علی دقاقؒ کا قول ہے کہ سماع کرنے والے تین قسم کے لوگ ہیں۔ متسمع (مُ تَ سَ مِّ عْ)' مستمع (مُ سْ تَ مِ عْ)' سامع۔ متسمع وقت کے ساتھ سنتا ہے' مستمع حال کے ساتھ سنتا ہے اور سامع حق کے ساتھ سنتا ہے____حضرت بُندار بن حسینؒ کا قول ہے کہ سماع تین قسم کے لوگ سنتے ہیں۔ کچھ لوگ طبیعت کے تقاضے کے مطابق سنتے ہیں' کچھ حال کے تقاضے کے مطابق اور بعض حق کے لئے سنتے ہیں۔ پہلی قسم میں عام اور خاص سب مشترک ہیں کہ ہر ذی روح کو عمدہ آواز بھلی معلوم ہوتی ہے اور جو حال کے مطابق سنتا ہے وہ غور سے سنتا ہے اور اس پر کوئی نہ کوئی کیفیت طاری

Marfat.com

ہوجاتی ہے اور جو حق کے لئے سنتا ہے اس کا سماع للہ باللہ من اللہ اور الی اللہ ہوتا ہے۔۴۴ سعدیؒ نے سچ کہا تھا کہ:

نگویم سماع ای برادر کہ چیست؟ مگر مستمع را بدانم کہ کیست؟

یعنی اے عزیز دوست میں تمہیں اُس وقت بتاؤں گا کہ سماع کیا ہے؟ جب تم مجھے یہ بتاؤ گے کہ سماع یا گانا سُننے والا کون ہے؟

شمس الدین محمد تبریزیؒ کہتے ہیں کہ ایک نوجوان مرید کو اس کے شیخ نے سماع سننے سے منع کر دیا کیونکہ حاکم شہر نے نوجوانوں کیلئے سماع کے سننے پر پابندی لگائی ہوئی تھی۔ مرید کے دل میں ایک رسولی پیدا ہوگئی اور وہ سخت بیمار ہوگیا۔ طبیب کو مرض سمجھ میں نہیں آیا اور وہ نوجوان مرید اسی بیماری میں چل بسا۔ طبیب نے اس کا پیٹ چاک کیا اور دیکھا کہ اس کے دل میں ایک رسولی ہے جو عقیق کی طرح سرخ ہے' اس نے اسے فروخت کر دیا' وہ عقیق دست بدست خلیفہ تک پہنچ گیا۔ اس نے خرید کر اپنی انگوٹھی میں جڑ لیا۔ اتفاق سے ایک دن وہ حاکم اس انگوٹھی کو پہن کر محفل سماع میں گیا کہ اچانک دیکھا کہ کپڑے خون آلود ہوگئے اور کوئی زخم بھی نظر نہیں آیا۔ جب نظر انگوٹھی پر پڑی تو دیکھا کہ عقیق پگھل گیا تھا۔ حاکم شہر نے تفتیش کی' طبیب کو بلایا' اس نے سارا ماجرا بتا دیا۔

ایک خانقاہ میں سماع ہو رہا تھا۔ قوال نہایت خوب ولطیف آواز میں گا رہے تھے لیکن کسی صوفی پر اس سماع کا کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔ خانقاہ کے شیخ نے کہا دیکھو مجمع میں کوئی غیر صوفی تو نہیں گھس آیا۔ دیکھا تو کوئی غیر شخص نہیں ملا۔ شیخ نے فرمایا کہ جوتے ڈھونڈو اور ان کو گنو کیا وہ حاضرین کی تعداد کے مطابق ہیں۔ لوگوں نے کہا ہاں ایک جوتا کسی غیر شخص کا ہے۔ فرمایا اس جوتے کو خانقاہ سے باہر رکھ دو۔ حکم کی تعمیل کی گئی اور فوراً سماع میں اثر پیدا ہوگیا اور صوفیہ جھومنے لگے۔۴۵

حضرت سلطان الاولیاء یعنی حضرت نظام الدین اولیاءؒ سماع کے شائق تھے اور قاضی وقت قاضی ضیاء الدین سنامیؒ سماع کی وجہ سے حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے سخت مخالف تھے۔ ایک دن سماع کی محفل گرم تھی' قاضی صاحبؒ آئے اور سماع کی محفل

برخاست کرنے کو کہا' سلطان جیؒ نے فرمایا کہ حضرت رسول ﷺ سے سماع کی اجازت دلوادیں؟ فرمایا ٹھیک ہے۔ سلطان جیؒ نے توجہ فرمائی تو قاضی صاحبؒ پر بیخودی طاری ہوگئی۔ دیکھا کہ حضرت رسول اکرم ﷺ تشریف فرما ہیں اور فرمارہے ہیں کہ فقیر کو کیوں تنگ کرتے ہو؟ قاضی ضیاء الدینؒ نے کہا حضور مجھے علم نہیں کہ میں ہوش میں ہوں یا بیخودی میں۔ آپ کا فرمان جو ثقہ راویوں سے عالم ہوش میں مجھ تک پہنچا ہے وہ اس ارشاد پر مقدم ہے' اس کو کیسے چھوڑوں۔ حضرت رسول اکرم ﷺ نے سکوت فرمایا۔ اس کے بعد قاضی صاحبؒ کو ہوش آ گیا تو حضرت سلطان جیؒ نے فرمایا دیکھا ہم نے حضور ﷺ سے اجازت دلوادی۔ قاضی صاحب نے کہا اور یہ بھی دیکھا کہ ہم نے بھی جواب عرض کر دیا۔ اس کے بعد مجلس سماع گرم ہوگئی۔ حضرت سلطان جیؒ وجد میں آ کر رقص کرنے لگے۔ قاضی صاحب نے انہیں پکڑ کر بٹھا دیا پھر دوبارہ ایسا کیا۔ تیسری بار حضرت سلطان جیؒ پھر وجد میں آ کر رقص کرنے لگے تو قاضی صاحبؒ ہاتھ باندھ کر ان کے سامنے کھڑے ہوگئے۔ کہتے ہیں کسی نے قاضی صاحبؒ سے پوچھا کہ تیسری بار آپ کیوں ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوگئے تھے؟ تو آپ نے فرمایا پہلی بار وہ آسمان پر گئے تو وہاں سے میں انہیں نیچے لے آیا' دوسری بار عرش کے قریب گئے تو میں وہاں سے انہیں نیچے لے آیا اور تیسری بار عرش سے بھی آگے نکل گئے تو وہاں تک میری رسائی نہیں تھی سو میں نے ہار مان لی۔ بقول حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ جب قاضی صاحبؒ کی وفات کا وقت قریب آیا تو حضرت سلطان جیؒ ان کی عیادت کے لیے ان کے گھر گئے' قاضی صاحبؒ نے ملنے سے انکار کر دیا کہ اب اللہ سے ملنے کا وقت ہے اس وقت کسی بدعتی سے میں نہیں ملنا چاہتا۔ سلطان جیؒ نے کہلا بھیجا کہ میں بدعت سے توبہ کر کے آیا ہوں اور حدیث میں ہے گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہوتا ہے جیسے اس نے کبھی گناہ کیا ہی نہیں تھا۔ یہ بات سن کر قاضی صاحبؒ آبدیدہ ہوگئے اور اپنی دستار خادم کو دی کہ اسے بچھا دو اور سلطان جیؒ سے عرض کرو کہ اس پر پاؤں رکھتے ہوئے تشریف لائیں۔ میں سلطان جیؒ کے مقام و مرتبہ سے واقف ہوں' ایک کسر تھی جب وہ نہ رہی تو وہ اس قابل ہیں کہ میری دستار پہ پاؤں رکھتے ہوئے

Marfat.com

تشریف لائیں۔ خادم نے تعمیل حکم کی لیکن حضرت سلطان جیؒ نے دستار اٹھا کر سر پر رکھ لی اور فرمایا یہ دستار شریعت ہے اس پر میں قدم رکھوں میری کیا مجال ہے۔[۴۶]

ایک قاضی صاحب کہیں جا رہے تھے ان کے ساتھ چند لوگ بھی تھے۔ اچانک ایک گھر سے ساز کے بجانے کی آواز آئی۔ قاضی نے ساتھیوں سے پوچھا کہ یہ آواز تمہیں کیسی لگی؟ سب نے کہا بہت اچھی آواز ہے لیکن ایک نے کہا یہ آواز اچھی نہیں' ایک روز اسی قاضی کی عدالت میں یہ شخص گواہی دینے آیا' قاضی صاحب نے اس کی گواہی قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس شخص نے پوچھا کہ میں نے کیا گناہ کیا ہے؟ قاضی نے کہا کہ تم نے ایک روز ساز کی آواز کو کہا تھا کہ یہ اچھی نہیں۔ اگر تمہیں اچھی لگی تھی اور تم نے غلط کہہ دیا تھا کہ اچھی نہیں تو تم جھوٹے ہو اور جھوٹے کی گواہی جائز نہیں اور اگر تم نے سچ کہا تھا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے حواس ناقص ہیں' تم خوب و ناخوب میں تمیز نہیں کر سکتے۔ اس لئے بھی تمہاری گواہی قبول نہیں کی جا سکتی[۴۷] بقول مشہور مورخ مسعودی خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ کو جو اپنے تقویٰ اور پرہیز گاری میں بے مثال تھے' خبر ملی کہ ایک قاضی کے پاس ایک کنیز ہے جس کا گانا سن کر قاضی صاحب ایسے مست و مدہوش ہوئے کہ اپنے جوتے پاؤں سے نکال کر اپنے کانوں میں ڈال لیے اور منہ کے بل چلنا شروع کر دیا اور کہنے لگے کہ میں اونٹ ہوں مجھے ذبح کرو۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فوراً قاضی کو ملازمت سے برخاست کرنے کا حکم صادر کر دیا۔ قاضی صاحب نے حکم نامہ پڑھ کر کہا کہ میری بیوی کو طلاق ہو جو میں غلط کہہ رہا ہوں' اگر خود عمر بن عبدالعزیزؒ اس کنیز کا گانا سنتے تو وہ بھی یہ کہتے کہ مجھ پر سوار ہو جاؤ میں گھوڑا ہوں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو اس بات کی خبر ہوئی تو آپ نے اس کنیز کو اور قاضی کو بلا بھیجا۔ جب وہ دونوں دربار میں پہنچے تو قاضی سے کہا کہ جو بات تم نے کہی تھی اسے دوبارہ کہو' اس نے اپنی بات دہرائی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے کنیز کو گانا گانے کا اشارہ کیا۔ اس نے گانا شروع کیا تو آپ اس کا گانا سن کر بہت متاثر ہوئے اور بار بار گانے کی فرمائش کی۔ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے' پھر قاضی کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ تمہاری بات کچھ زیادہ غلط بھی نہیں تھی۔ جاؤ اپنی

Marfat.com

ملازمت پر کام شروع کرو۔۴۸؎

ایک دفعہ جنوبی ہندوستان کا ایک سِتارنواز (سِ ت ار، مخفف سہ تار) جو بڑا ماہرفن تھا، بادشاہ ہند کو اپنا ستار سنانے کی غرض سے دہلی شہر میں آیا۔ اس کی عادت تھی کہ حکمرانوں کو ستار سنانے سے پہلے تبرکاً کسی درویش کو ستار سناتا تھا۔ دہلی پہنچ کر اس نے دریافت کیا کہ آج کل یہاں کون بزرگ رہتے ہیں۔ لوگوں نے بتایا کہ اس شہر کے سب سے بڑے بزرگ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ ہیں۔ چنانچہ وہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا مدعا پیش کیا۔ آپ نے فرمایا بھائی میں تو مولوی ہوں مجھے باجوں سے کیا نسبت لیکن جب اس نے اصرار کیا تو آپ مان گئے۔ ستارنواز نے نہایت مہارت کے ساتھ ستار بجانا شروع کیا۔ ایک موقع پر آپ نے فرمایا کہ تم نے یہاں غلطی کی ہے۔ یہ سن کر اس نے ستار کو زمین پر دے مارا اور توڑ دیا اور کہنے لگا کہ جس شہر کے مولوی لوگ جنہوں نے گانے بجانے سے کوئی سروکار نہیں رکھا اس قدر باکمال ہوں کہ انہوں نے میری ذرا سی غلطی پکڑ لی تو وہاں کا بادشاہ کیسا ماہرفن ہوگا۔ ساتھ ہی اس نے کہا حضور مجھ سے غلطی ہوئی ہے لیکن وہ اس قدر معمولی تھی کہ بڑے سے بڑا ماہرفن بھی اسے پکڑ نہیں سکتا تھا، آپ نے کیسے پکڑی؟ آپ نے فرمایا کہ اس قسم کا اتار چڑھاؤ ہم کائنات کے زمزموں میں ہمیشہ سنتے رہتے ہیں لیکن تمہارے کام میں ہمیں کچھ ناموزونیت نظر آئی جو بتا دی ____ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ بعض مغربی صوفیہ بھی کہتے ہیں کہ حقیقت الحقائق کا ادراک نہیں کیا جاسکتا، نہ اُسے دیکھا جاسکتا ہے (جیسا کہ قرآن پاک کہتا ہے **لا تدرکه الابصار** (سورہ ۶، آیت ۱۰۴) کہ آنکھ اُسے دیکھ نہیں سکتی) البتہ اُسے شیریں زمزموں کی صورت میں سُنا جاسکتا ہے، انڈرہل (Evelyn Underhill) کے بقول جب صوفی تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب کے تمام مراحل طے کر لیتا ہے تو وہ ایک بیدار اور سُرور بخش عشق کی کیفیت سے دوچار ہوتا ہے، یہ کیفیت اُس کے لیے اور دوسری باتوں کے علاوہ ایک زمزمے کی شکل میں ہوتی ہے، وہ عالمِ روحانی کو دیکھتا نہیں بلکہ سُنتا ہے، اُس کے لیے سب کچھ ایک ملکوتی زمزمہ ہے جو بے انتہا بلکہ ناقابل برداشت حد تک شیریں ہوتا ہے۔

Marfat.com

(The condition of joyous and awaikened love to which the mystic passes when his purification is at end is to him, above all else, the state of Song. He does not "see" the spiritual world; he "hears" it. For him...... it is a "heavenly melody, intolerably sweet"). 49

حضرت جنیدؒ و محمد بن مسروقؒ و ابوالعباس بن عطاؒ ایک مجلس میں جمع تھے، قوال سماع کر رہے تھے اور سب تواجد کر رہے تھے لیکن حضرت جنیدؒ ساکن تھے۔ لوگوں نے کہا یا شیخ آپ پر اس سماع کا کوئی اثر نہیں ہو رہا؟ آپ نے یہ آیت پڑھی وترالجبال تحسبها جامدة وهی تمرمر السحاب (سورہ ۲۷، آیت ۸۸) پہاڑ بظاہر ساکن لگتے ہیں حالانکہ یہ اڑ رہے ہیں بادلوں کی طرح ۵۰ ____ حضرت شاہ محمد حسین الہٰ آبادیؒ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ ان کا وصال بھی سماع میں ہوا۔ حضرت عبدالقدوس گنگوہیؒ کی یہ غزل قوال گا رہے تھے:

آستیں بررخ کشیدی همچو مکّار آمدی
در تماشای خودی خود سوی بازار آمدی

یعنی تو نے اپنے چہرے پر نقاب ڈالا اور اہل مکر یعنی بہروپیوں کی طرح اپنا تماشا کرنے کے لیے تو خود بازار میں آیا

در بهاران گل شدی درصحن گلزار آمدی
بعد ازان بلبل شدی بانالهٔ زار آمدی

یعنی تو بہار کا پھول بن کر چمن میں آیا اس کے بعد تو خود ہی بلبل بن گیا اور نالۂ زار کرنے لگا

خویشتن را جلوه کردی اندرین آئینه ها
آئینه اسمی نهادی خود به اظهار آمدی

یعنی اس آئینۂ کائنات میں تو نے اپنا جلوہ دکھایا اور آئینہ تو صرف اس کا نام رکھا ورنہ حقیقت یہ ہے کہ سب کچھ تیری ذات ہی کا اظہار ہے

Marfat.com

شور منصور از کجاو دار منصور از کجا
خود زدی بانگ اناالحق خود سردار آمدی

یعنی شورِ منصور ہو (یعنی انا الحق کا نعرہ ہو) یا دارِ منصور ہو یہ سب ظاہر میں ہیں ان کی اپنی کوئی حقیقت نہیں، انا الحق کا نعرہ مارنے والا اور دار پر آنے والا تو خود ہی تھا۔

گفت، قدوسی فقیری در فنا و دربقا
خود زخود آزاد بودی خود گرفتار آمدی

یعنی قدوسی نے کہا کہ فقیری درحقیقت فنا وبقا میں ہے، تو خود ہی آزاد ہے اور خود ہی گرفتار ہے ___ آخری شعر پر آپ نے طویل سجدہ کیا اور جان بحق ہو گئے۔ ۵۱

مشہور سیاح ابن بطوطہ نے اپنے سفرنامہ میں لکھا ہے کہ ایک شہر کی خانقاہ میں عشا کی نماز کے بعد تمام درویشوں نے آگ کا الاؤ تیار کیا اور اس پر رقص کرنا شروع کر دیا بلکہ آگ پر لوٹنا شروع کر دیا۔ ان درویشوں کے شیخ نے مجھ سے میرا قیمتی چوغہ مانگا جو میں نے دیدیا، اس نے اسے پہن کر آگ میں رقص کرنا اور لوٹنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ آگ بجھ گئی، رقص کرنا بھی موقوف ہو گیا اور شیخ نے میرا چوغہ صحیح وسالم مجھے واپس کر دیا اور مجھے حیرت زدہ بھی کر دیا ۵۲ ___ کہتے ہیں کہ شیخ ابوسعیدؒ نیشاپور کے بازار سے گذر رہے تھے کہ نخاس خانہ یعنی کنیز فروشوں کی دوکان سے ایک کنیز کے گانے کی آواز آئی، ایک ترکی کنیز ساز کے ساتھ یہ اشعار گا رہی تھی:

امروز درین شہر چو من یاری نی
آوردہ بازار و خریداری نی
آن کس کہ خریدار بدو رایم نی
واں کس کہ بدو رای، خریدارم نی

(یعنی آج اس شہر میں مجھ ایسا کوئی دوست نہیں، مجھے بازار میں بٹھا دیا گیا لیکن میرا خریدار کوئی نہیں جو مجھے خریدنا چاہتا ہے وہ مجھے پسند نہیں اور جسے میں پسند کرتی ہوں وہ میرا خریدار نہیں)۔

شیخ یہ اشعار سن کر ایسے متاثر ہوئے کہ کنیز کو اس کے مالک سے خرید کر آزاد

Marfat.com

کر دیا اور اس کی شادی اس شخص سے کر دی جسے وہ پسند کرتی تھی۔
معین الدین پروانہؒ نے اکابرین شہر کو سماع کی مجلس میں شرکت کی دعوت دی۔ اکابر شہر میں سے ہر ایک بہت بڑی شمع جو تقریباً دو سیر کی تھی اپنے ساتھ لایا۔ جب سب مہمان آ گئے' مولانا رومیؒ تشریف لائے اپنے لئے ایک بہت چھوٹی سی شمع ساتھ لائے اور ایک کونے میں بیٹھ گئے۔ مہمان اس حقیر سی شمع کو دیکھ حیران ہو گئے۔ انہوں نے خیال کیا کہ شاید مولانا مجنونانہ کیفیت میں ہیں۔ مولانا نے ان کے خیال کو بھانپ لیا اور فرمایا کہ تمھاری ان تمام بڑی بڑی شمعوں کی جان میری یہ حقیر سی شمع ہے۔ اگر یقین نہیں کرتے تو دیکھو' ایک ہو' کی تو تمام شمعیں بجھ گئیں اور اندھیرا چھا گیا' سب لوگ یہ دیکھ کر حیرت زدہ ہو گئے۔ پھر ایک آہ بھری تو تمام شمعیں یکبارگی روشن ہو گئیں۔ پھر سماع شروع ہو گیا' سب اکابر شہر علماء اور امراء نعرے مارتے ہوئے وجد و رقص میں شامل ہو گئے۔ صبح تک یہ سماع و رقص جاری رہا۔ تمام شمعیں آہستہ آہستہ بجھ گئیں لیکن مولانا کی شمع' وہ چھوٹی سی شمع صبح تک روشن رہی۔ سارے اکابر مولانا کے مرید ہو گئے۔ ۵۳ ایک دن حضرت مولانا رومیؒ صلاح الدین زرکوبؒ کی دکان کے سامنے سے گزر رہے تھے' صلاح الدین کی دوکان میں بہت سے ملازم سونے اور چاندی کے ورقوں کو ہتھوڑے سے کوٹ رہے تھے اور ٹک ٹک کی آواز آ رہی تھی۔ جونہی یہ ٹک ٹک کی آواز حضرت مولانا کے کانوں میں پڑی مدھوشانہ بازار ہی میں سماع و رقص و وجد میں مصروف ہو گئے، بازار میں لوگوں کا ایک بہت بڑا ہجوم جمع ہو گیا' شیخ صلاح الدین زرکوبؒ کو معلوم ہوا' انہوں نے ملازمین کو حکم دیا کہ ورق کوٹنے سے بالکل نہ رکیں' کام یعنی ٹک ٹک جاری رکھیں۔ ظہر کی نماز سے عصر کی نماز تک یہ سماع جاری رہا' پھر قوال آ گئے اور مولانا کی اس غزل سے انہوں نے سماع شروع کر دیا:

یکی گنجی پدید آمد درین دکان زرکوبی
زہی صورت' زہی معنی' زہی خوبی' زہی خوبی ۵۴

یعنی اس زرکوب (سونے کے ورق بنانے والے) کی دکان پر ایک خزانہ نظر آیا' عجب صورت ہے' عجب معنی ہے' واہ کیا خوبی ہے واہ کیا خوبی ہے۔

Marfat.com

ایک روز معین الدین پروانہؒ کے گھر میں محفل سماع گرم تھی علما وشیوخ اور امرائے سلطان موجود تھے۔ آدھی رات تک حضرت مولانا سماع میں محو تھے۔ معین الدین پروانہؒ نے ایک شخص شرف الدینؒ سے کہا کہ مولانا کا خیال رکھنا میں ذرا کچھ دیر سو جاؤں تاکہ کچھ توانائی حاصل ہو جائے اور پھر میں ان بزرگوں کی خدمت کر سکوں' مولانا نے وجد کی کیفیت میں یہ غزل شروع کی:

گرنخپسی به شب ای جان چه شود — ورنکو بی در هجران چه شود
ور بیاری شبکی روز آری — از برایی دل یاران چه شود
ور سلیمان سوی موران آید — تاشود مور سلیمان چه شود
ور دو دیده بتو روشن گردد — کوری دیدهٔ شیطان چه شود

یعنی اے محبوب تم آج رات نہ سوؤ تو کیا اچھا ہو اور اگر تم فراق کا دروازہ نہ کھٹکھٹاؤ تو کیا اچھا ہو اور اگر دوستوں کی دلجوئی کے لیے رات بھر تم ہمارے پاس رہو تو کیا اچھا ہو' اور اگر سلیمانؑ چیونٹیوں کے پاس آ جائے تاکہ چیونٹی بھی سلیمانؑ بن جائے تو کیا اچھا ہو اور اگر ہماری دونوں آنکھیں تمہارے دیدار سے روشن ہو جائیں اور شیطان کی آنکھیں اندھی ہو جائیں تو کیا اچھا ہو۔

معین الدین پروانہؒ نے یہ سن کر اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے' خاک میں غلطاں ہو گئے اور بہت آہ و زاری کی۔ معین الدین پروانہؒ کا نام بھی سلیمان تھا' صبح تک وہ حضرت مولانا کی خدمت میں رہا۔

سماع میں مولانا رومؒ نے بڑی جاندار غزلیں کہی ہیں' جو ان کے جوش' شوق اور اخلاص کی آئینہ دار ہیں۔ ایک بار سماع ختم ہوا تو یہ غزل کہی۔

گفت لبم نا گهاں نام گل گلستان
آمده آن گلعذار کوفت مرا در دهان
گفت که سلطان منم جان گلستان منم
حضرت چون من شهی وآنگه یاد فلان

یعنی میرے ہونٹوں پر اچانک چمن کے پھول کا نام آ گیا' میرے گلعذار نے

آ کر میرے منہ پر تھپڑ مارا اور کہا کہ سلطان (یعنی حسینوں کا بادشاہ) میں ہوں جانِ گلستان میں ہوں مجھ ایسے محبوب کے سامنے کسی اور محبوب کو یاد کرو(یہ ہمارے سامنے گستاخی ہے)

یہ غزل اس وقت کہی تھی جب مولانا شمس تبریزؒ کا ذکر چھڑ گیا تھا۔

کہتے ہیں کہ ایک روز مولانا قطب الدین شیرازیؒ حضرت مولانا رومؒ کی زیارت کے لیے آئے۔ آپ نے ان سے سوال کیا کہ تمہارا مسلک کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ہمارا مسلک مرنا اور نقدحیات آسمان پر لے جانا ہے۔ صدر جہاں بھی موجود تھے انہوں نے فرمایا تا نمردی نبردی' قطب الدینؒ نے کہا آہ دریغا چہ کنم' حضرت مولانا نے فرمایا ہمیں کہ چہ کنم اور پھر سماع شروع ہوا اور یہ رباعی سماع میں پڑھی:

گفتم چه کنم' گفت همیں که چه کنم؟
گفتم به ازین چاره ببین که چه کنم؟
روکرده بمن بگفت اے طالب دین
پیوسته برین باش برین که چه کنم؟

یعنی میں نے کہا ''کیا کروں'' اُس نے کہا یہی ''کیا کروں'' میں نے کہا اس سے بہتر کوئی اور علاج بتا' اُس نے میری طرف چہرہ کر کے کہا کہ اے دین کے طالب ہمیشہ اسی پر عمل کر کہ ''میں کیا کروں'' ____ حضرت مولانا رومؒ نے ایک بار اپنے ایک مرید کمال الدین کے گھر سماع کیا۔ حضرت مولانا نے کمال الدین کو اپنے پاس بلایا' اسے پیار کیا اور یہ غزل پڑھی:

مرا اگر توندانی بپرس از شبها
بپرس از رخ زرد وز خشکی لبها

یعنی تو اگر مجھے نہیں جانتا تو میری راتوں سے پوچھ' میرے زرد چہرے سے پوچھ اور میرے خشک ہونٹوں سے پوچھ ___ یہ طویل غزل ہے

کچھ لوگوں نے حضرت مولانا رومؒ سے سوال کیا کہ پرانے زمانے میں جنازے کے ساتھ قاری اور موذن ہوتے تھے لیکن آج کل آپ کے زمانے میں قوال

ہوتے ہیں۔ علمائے امت اسے بدعت کہتے ہیں' آپ نے فرمایا کہ جنازے کے آگے جب موذن' قاری اور حافظ ہوتے ہیں تو اس بات کی گواہی ہے کہ یہ میت مومن کی ہے اور جب جنازے کے آگے قوال ہوتے ہیں تو اس بات کی گواہی ہے کہ متوفی مومن و مسلمان بھی تھا اور عاشق حق بھی تھا۔ دوسری بات یہ ہے کہ روح انسانی قید خانۂ بدن سے رہائی پاکر اپنے اصلی مرکز کی طرف لوٹ گئی ہے' تو یہ بات موجب شکر و شادی و سماع ہے۔ جب کسی شخص کو قید خانے سے آزاد کرتے ہیں تو لوگ خوشی کرتے ہیں۔ اللہ والوں کی موت بھی ایسی ہے ___ حضرت مولانا رومؒ کا قول ہے کہ اگر چاہتے ہو کہ (مرنے کے بعد) مٹی نہ بنو تو نور کی طرف چلے جاؤ کیونکہ نور مٹی میں نہیں ملتا۔

نور خواھی مستعد نور شو
حور خواھی پاک تر از حور شو

یعنی اگر تم نور بننا چاہتے ہو تو نور کے قابل بن جاؤ اور اگر حور کے طالب ہو تو حور سے زیادہ پاکیزہ بن جاؤ۔

قونیہ (ترکیہ) کے تمام بڑے بڑے امراء کی خواتین امین الدین میکائیل (جو سلطان کا نائب خاص تھا) کی بیوی کے پاس جمع ہو جاتی تھیں اور درخواست کرتی تھیں کہ حضرت مولانا کی دعوت کی جائے۔ حضرت مولانا رومؒ امین الدین میکائیل کی بیوی کو شیخ خواتین کہتے تھے۔ مولانا نماز عشا کے بعد اکیلے ان کے پاس جاتے' خواتین ان کے گرد حلقہ کر لیتیں اور بہت سے پھول پتیاں نچھاور کرتیں۔ آدھی رات تک حضرت مولانا اسرار و معانی کی باتیں اور پند و نصائح فرماتے پھر گانے والی کنیزیں اور ساز بجانے والی عورتیں قوالی شروع کرتیں۔ حضرت مولانا سماع سنتے اور وہ تمام خواتین وجد میں آجاتیں اور اپنے زیورات مولانا کے قدموں میں نچھاور کر دیتی تھیں لیکن مولانا قطعاً کسی سے کوئی چیز نہیں لیتے تھے۔ صبح کی نماز ان کے ساتھ ادا کر کے گھر کو روانہ ہو جاتے تھے۔۵۵

مثنوی رومی میں مولانا رومیؒ نے رسمی سماع کے باب میں ایک حکایت بیان کی ہے جو یوں ہے کہ ایک صوفی دور دراز کا سفر طے کر کے ایک شہر میں آیا' رات بسر

Marfat.com

کرنے کے لئے وہ ایک خانقاہ میں گیا اس نے اپنے گدھے کو اصطبل میں باندھا' اسے پانی پلایا' چارہ ڈالا اور پھر صوفیہ سے ملا ___ خانقاہ کے صوفیہ کئی دن سے بھوکے تھے 'بھوک اور غربت تو انسان کو کفر کے قریب لے جاتی ہے' سو انہوں نے چپکے سے اس گدھے کو بیچ دیا اور جو رقم ملی اس سے کھانے پینے کی اشیاء خرید لیں اور ساتھ ہی سماع کا بھی پروگرام بنالیا' چنانچہ کھانے کے بعد سماع شروع ہوگیا۔ اور سب صوفیہ سماع سن کر حال و وجد میں آگئے اور ناچنے لگے۔ قوالوں نے قوالی کا یہ مصرع بار بار پڑھنا شروع کر دیا۔

خربرفت و خر برفت و خربرفت

تمام صوفیہ بھی بار بار پڑھنے لگے' صوفیہ کے ساتھ یہ نووارد صوفی بھی تمام دوسرے صوفیہ کی تقلید میں یہ مصرع مستی کے عالم میں پڑھنے لگا اور ساری رات تمام صوفیہ قوالی کے اس مصرع پر رقص کرتے رہے۔ آخر کار صبح ہوگئی۔ سب صوفیہ ادھر ادھر چلے گئے' ساری خانقاہ خالی ہوگئی۔ وہ صوفی بھی اپنے سامان کو حجرہ سے اٹھا کر لایا تاکہ گدھے پر لادے اور اپنی منزل پر روانہ ہو۔ جب وہ اصطبل میں گدھا لینے گیا تو گدھا غائب تھا۔ سخت پریشان ہوا۔ گدھا اسے کہاں سے ملتا کہ صوفیہ نے اسے بیچ کر دعوت اور سماع کا اہتمام جو کر لیا تھا۔ ۵۶

اور ہاں سعدیؒ نے بھی سماع کے بارے میں ایک حکایت یوں بیان کی ہے کہ مجھے میرے مرشد ابوالفرج ابن جوزیؒ سماع سننے سے منع فرماتے تھے لیکن میرے سر میں سماع کا شوق سمایا ہوا تھا' باوجود مرشد کے منع کرنے کے اکثر سماع کی محفلوں میں شریک ہوتا تھا' جب کبھی مجھے مرشد کی نصیحت یاد آتی تھی تو میں کہتا تھا:

قاضی اربامانشیند برفشاند دست را
محتسب گرمی خورد معذور دارد مست را

یعنی قاضی اگر ہمارے ساتھ مجلس میں بیٹھے تو وہ بھی ناچنے لگے اور اگر محتسب ہمارے ساتھ شراب پی لے تو ہم مستوں کو معذور سمجھے (ہمارا شراب پینا جائز سمجھے)

ایک رات میں ایک محفل سماع میں شریک ہوا' قوال کی آواز اس قدر بھدی

Marfat.com

تھی کہ میں بہت بدمزہ ہوا لیکن میں پھر بھی دوستوں کی خاطر اس محفل میں بیٹھا رہا، یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ میں نے اپنی دستار سر سے اتار کر اور دینار جیب سے نکال کر اس قوال کو بطور نذرانہ پیش کئے، ساتھ ہی اس کا بہت شکریہ بھی ادا کیا۔ میرے دوست میری اس حرکت سے بہت حیران ہوئے۔ ایک دوست نے مجھ سے کہا کہ تم نے یہ کیا کیا؟ کہ ایک ایسے بھدی آواز والے قوال کو دستار بھی دے دی اور دینار بھی دے دیئے۔ اس کو تو کبھی کسی نے ایک ٹکہ بھی نہیں دیا ہو گا...... میں نے کہا بہتر یہ ہے کہ تم اعتراض واپس لے لو، درحقیقت آج کرامت شیخ مجھے یاد آ گئی کہ مجھے میرے مرشد نے بارہا منع کیا کہ میں سماع کی محفلوں میں شریک نہ ہوں، مگر میں نے ان کی نصیحت پر عمل نہیں کیا لیکن آج میری قسمت نے یاوری کی اور میں نے اس بھدی آواز والے قوال کے ہاتھ پر توبہ کر لی، آئندہ میں سماع کی محفلوں میں شریک نہیں ہوں گا۔ ۵۷

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ سماع برصغیر میں قوالی کی شکل میں اب بھی رائج ہے۔ ایران میں مدت سے اس کا رواج نہ ہونے کے برابر ہے، ترکیہ (ترکی) میں مولوی فرقہ کی وجہ سے اب بھی سماع کی روایت قائم ہے۔ اگرچہ ۱۹۲۳ء میں یعنی اتاترک کے انقلاب کے بعد ترکی میں سماع ممنوع ہو گیا تھا لیکن ۱۹۵۱ء میں پھر محفل سماع برپا کرنے کی اجازت ہو گئی۔ ترکی میں سماع کی محفل قائم کرنے کی باقاعدہ رسومات ہیں جو مختصراً یوں ہیں: سماع شروع ہونے سے پہلے ایک درویش مولوی فرقہ کی ٹوپی اور خرقہ پہنے ہوئے اس ہال میں داخل ہوتا ہے جہاں یہ محفل سماع منعقد ہوتی ہے، شمعدان میں رکھی ہوئی شمع کو وہ روشن کرتا ہے، قدیم زمانے میں سماع کی محفلوں میں جو شمعیں روشن کی جاتی تھیں ان کی یادگار کے طور پر وہ یہ شمع روشن کرتا ہے، اس کے بعد سازندوں اور مطربوں کی جماعت یا قوالوں کی جماعت اپنے استاد کی رہنمائی میں سیاہ لباس پہنے آتی ہے۔ سازندوں کا استاد سماع کا آغاز نے نوازی سے کرتا ہے پھر دف نواز، تنبورہ بجانے والے، رباب نواز بھی نے نواز کی ہمراہی میں اپنے اپنے فن کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ ساتھ ہی اشعار پڑھنے والوں کی ایک جماعت ترکی یا فارسی زبان کے اشعار سازندوں کے ساتھ پڑھنا شروع کر دیتی ہے۔ ہر نظم یا غزل کے خاتمہ پر اشعار

Marfat.com

پڑھنے والے یہ درود پڑھتے ہیں:

صلی اللہ علی محمد' صلی اللہ علیک احمد

سماع کا آغاز نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتا ہے' پھر طبلہ بجایا جاتا ہے' طبلہ کی آواز کن فیکون کی علامت سمجھی جاتی ہے اور آیت کن فیکون تخلیق کائنات کی علامت ہے' اس کے بعد نے یعنی بانسری بجائی جاتی ہے بانسری صور اسرافیل کی علامت ہے جو قیامت کے بعد مُردوں کو دوبارہ زندگی عطا کرے گا۔ اس کے بعد سلام پڑھے جاتے ہیں' سلام یہاں ایک خاص معنی اور مفہوم میں استعمال ہوتا ہے یعنی چند اشعار ساز کے ساتھ گائے جائیں۔ ہر سلام سے پہلے شیخ یا مرشد یا پیر جو میر مجلس ہوتا ہے اس کی دست بوسی کی جاتی ہے اور سماع کے آغاز کی اجازت چاہی جاتی ہے۔ آخر میں دعا ہوتی ہے۔۵۸ یہ محافل سماع اس قدر دلچسپ ہوتی ہیں کہ لوگ دور دور سے بلکہ دوسرے ممالک کے سیاح اور غیر مسلم بھی ان میں شرکت کرتے ہیں اور روحانی فیض اور ذہنی لطف سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔

کسی اہلِ دل کا قول ہے کہ سماع و موسیقی سے مطلوب اگر لذت نفس ہے تو گناہ ہے اور اگر کشادگی قلب و تازگی روح ہے تو عبادت ہی کی ایک صورت ہے۔ یوں سماع و موسیقی جدید معاشرے میں بھی صرف اسی حد تک جائز سمجھا جائے جس حد تک وہ لذت نفس کا موجب بننے کی بجائے کشادگی قلب و ذہن کا سبب بنے۔

Marfat.com

حواشی

۱۔ علی ہجویری' کشف المحجوب' بکوشش ڈاکٹر محمد حسین تسبیحی' انتشارات مرکزِ تحقیقات فارسی' اسلام آباد' ۱۹۹۵' ص ۵۷۹

۲۔ عزالدین کاشانی' مصباح الھدایت' ص ۱۸۹' نجیب مایل ہروی' سماع نامہ ہائی فارسی' ص ۶۹' امام قشیری' رسالہ قشیریہ باب سماع' کتاب اللمع' باب سماع' نیز کشف المحجوب باب سماع' ص ۵۷۸

۳۔ اسماعیل حاکمی' سماع در تصوف' انتشارات دانشگاہ' تہران' ایران' ۱۳۷۳ھ ش' ص ۶۹ وزیر آغا' نئے مقالات' مکتبۂ اردو زبان' سرگودھا ۱۹۷۲' ص ۱۶۳

۴۔ احمد بن محمد الطوسی' الھدیۃ السعدیہ فی معان الوجدیہ ترجمہ از عبداللہ شطار قادری' (قرن یازدھم) بہ اہتمام احمد مجاہد' چاپ اول ۱۳۷۳ھ ش' ص ۴۳ (یہ کتاب اصل میں بوارق الالماع فی رد علی من یحرم السماع بالا جماع۔ عربی میں تھی خود مصنف احمد بن محمد الطوسی (م قرن ہفتم) نے اس کا عربی سے فارسی میں ترجمہ کیا اور فارسی ترجمہ کا نام الھدیہ السعدیۃ فی معان الوجدیۃ رکھا' گیارہویں صدی میں اس کتاب بوارق الالماع کا ایک اور صوفی عبداللہ شطار قادری نے فارسی میں ترجمہ کیا اور اس کا نام بوارق السماع رکھا) نیز اسماعیل حاکمی' سماع در تصوف' ص ۱۷۰' اسماعیل حاکمی' سماع در تصوف' ص ۱۸۲' تذکرۃ الاولیا' حصہ اول' ص ۲۳۰

۵۔ عزالدین کاشانی' مصباح الھدایت' ص ص ۱۹۹۔۱۹۸ نیز رسالۂ قشیریہ باب سماع' العبادی' صوفی نامہ' ص ص ۱۵۶۔۱۵۰

Marfat.com

٦۔ عزالدین کاشانی، مصباح الهدایت، ص ١٩١

٧۔ العبادی، صوفی نامہ، ص ص ١٥٦۔١٥٠

٨۔ عطار، تذکرۃ الاولیا، حصہ اول، ص ١٢٤

٩۔ نجیب مایل ہروی، سماع نامہ ہای فارسی، تہران ١٣٧٢ھ ش، ص ٢٥٠، و نیز خواجہ غلام فرید، مقابیس المجالس، (اشارات فریدی) اسلامک بک فاؤنڈیشن، لاہور ص ٥٦۔٧٥، ابوبکر محمد کلابادی، کتاب التعرف، بہ کوشش ڈاکٹر محمد جواد شریعت، انتشارات اساطیر، ص ٤٨٩

١٠۔ سماع نامہ ہای فارسی ایضاً، ص ٢٦٥ و ص ٢٩٢

١١۔ اسماعیل حاکمی، سماع در تصوف، ص ٧٠ او ص ١٨٢، خواجہ غلام فرید، مقابیس المجالس، (اشارات فریدی) مرتبہ مولانا رکن الدین، ترجمہ اردو واحد بخش سیال، اسلامک بک فاؤنڈیشن، لاہور ص ١٦٢

١٢۔ زین الدین کیانی نژاد، سیر عرفان در اسلام، انتشارات اشراقی، ص ٤٥٧، علی ہجویری، کشف المحجوب، باب سماع

١٣۔ سماع در تصوف، ص ٤٢، امام قشیری، رسالۂ قشیریہ باب سماع

١٤۔ ایضاً، ص ٤٥

١٥۔ ضیاء الدین ابونجیب سہروردی، آداب المریدین، ترجمان عمر بن محمد بن احمد شیرکان، بہ تصحیح نجیب مایل ہروی، ایران ١٣٦٣ھ ش، ص ص ١٤٦۔١٤٤، ابن جوزی، تلبیس ابلیس، ص ١٧٦

١٦۔ فرید الدین عطار، تذکرۃ الاولیا، تصحیح میرزا محمد خان قزوینی، چاپ نکلسن۔ ١٣٣٦ھ ش، حصہ دوم، ص ٢٢٠، قاسم غنی، تاریخ تصوف در اسلام، جلد دوم، تہران، انتشارات زوار، ١٣٧٥ ش ص ٣٩٤

١٧۔ عطار، تذکرۃ الاولیا، ایضاً ص ص ٢٤١۔٢٤٠ و ابونجیب سہروردی، عوارف المعارف ص ٩٦ و اسماعیل حاکمی، سماع در تصوف ص ص ١١٧۔١١٦

١٨۔ عزالدین کاشانی، مصباح الهدایت، ص ١٨٧۔١٧٩ او اسماعیل حاکمی، سماع

درتصوف ص ص ۱۱۷-۱۱۶

۱۹ سماع نامہ ہای فارسی' ص ۸۷' احمد مکرم' حل الغنا' پہلا ایڈیشن ۱۹۰۴' لاہور' ص ۳۱' و خواجہ عبداللہ انصاری' سخنان پیر ھرات' بہ کوشش محمد جواد شریعت' تہران ۱۳۷۶ھ ش' ص ۱۸۳' کتاب اللمع' باب سماع' رسالۂ قشیریہ' باب سماع کشف المحجوب باب سماع' آداب المریدین' ص ص ۵۹ تا ۶۲

۲۰ خواجہ غلام فرید' مقابیس المجالس (اشارات فریدی) ص ۱۳۱' ونیز شہاب الدین سہروردی' عوارف المعارف ترجمۂ فارسی ازابومنصور بن عبدالمومن اصفہانی' بہ اہتمام قاسم انصاری' تہران ۱۳۷۳ھ ش' ص ص ۹۲-۹۱

۲۱ خواجہ غلام فرید' مقابیس المجالس (اشارات فریدی) مقدمہ از واحد بخش سیال' ص ۱۳۵

شاہ ولی اللہ دھلوی' انفاس العارفین' ترجمہ سید محمد فاروق القادری' المعارف لاہور' ۱۳۹۱ھ ق ص ۱۱۰

۲۲ اسماعیل حاکمی' سماع درتصوف ص ۹ و نیز مقابیس المجالس باب سماع' مایل ھروی' سماع نامہ ہای فارسی' ص ۱۲

۲۳ مقدمۂ مقابیس المجالس' باب ششم

۲۴ سماع نامۂ ہای فارسی' ص ۱۳ و سماع درتصوف' ص ۱۰' رسالۂ قشیریہ' باب سماع

۲۵ سماع درتصوف' معارف بہاولد' بہ تصحیح استاد فروزانفر' کتابخانۂ طہوری' ۱۳۵۲ س سماع نامہ ہای فارسی

۲۶ اسماعیل حاکمی' سماع درتصوف' انتشارات دانشگاہ تہران ۱۳۷۳ھ ش' ص ۱۵ نیز مقدمۂ مقابیس المجالس' ایضاً ص ص ۱۹۴-۱۹۰ ونیز قاسم غنی' تاریخ تصوف دراسلام' تہران' (انتشارات زوار)' ۱۳۷۵ھ ش ص ۳۸۹

۲۷ اسماعیل حاکمی' سماع درتصوف' ص ص ۵-۴

۲۸ علی ہجویریؒ' کشف المحجوب' بکوشش تسبیحی ص ص ۵۸۰-۵۷۶

۲۹ اسماعیل حاکمی' سماع درتصوف' ص ۹ و ص ۹۲' نجیب مایل ھروی' سماع نامہ

Marfat.com

ہای فارسی، ص۴۹، ابوبکر محمد کلابادی، کتاب تعرف، باب سماع

۳۰ عزالدین کاشانی، مصباح الهدایت، ص۱۸۹، رسالۂ قشیریہ باب سماع، ابونصر سرّاج، اللمع فی التصوف، باب سماع

۳۱ مناقب العارفین حصۂ اوّل، ص۴۵۶، نیز سماع نامہ ہای فارسی ص۲۹۶، تذکرۃ الاولیا، فارسی، ص۱۳۸

۳۲ اردشیر العبادی، صوفی نامہ، ص۱۵۲۔۱۵۰ نیز تذکرۃ الاولیا، عطار، حصہ دوم، ص ۲۷، رسالۂ قشیریہ باب سماع و عزالدین کاشانی، مصباح الهدایت، ص ص ۱۹۸۔۱۹۰، سہروردی، عوارف المعارف ص ص ۹۸۔۹۰، نجیب مایل هروی، سماع نامہ ہای فارسی ص ص ۶۴، ۶۹، ۲۵۰، کتاب اللمع، باب سماع، اسرار التوحید، ص ۳۱۸

۳۳ عزالدین کاشانی، مصباح الهدایت، ص۱۹۴ و نجیب مایل هروی، سماع نامہ ہای فارسی، ص ص ۳۰۶۔۳۰۳

۳۴ ایضاً، ص۳۰۶، امام ابوبکر بن اسحاق کلابادی، تعرف، ترجمہ پیر محمد حسن، لاہور (اسلامک بک فاؤنڈیشن) ۱۳۷۸ء، ص۲۶۰

۳۵ اسماعیل حاکمی، سماع در تصوف، ص ۸

۳۶ ایضاً ص۶

۳۷ نجیب مایل هروی، سماع نامہ ہای فارسی، ص ۸۹ و کشف المحجوب باب سماع

۳۸ اسماعیل حاکمی، سماع در تصوف ص۶۹ و سماع نامہ ہای فارسی، ص ۲۵۰، رسالۂ قشیریہ باب سماع

۳۹ ابونجیب سہروردیؒ، آداب المریدین، ص ص ۱۵۰۔۱۴۵

۴۰ نجیب مایل هروی، سماع نامہ ہای فارسی، ص ۲۷۹ و نیز ص ۲۸۵

۴۱ ایضاً، ص ۷

۴۲ شمس الدین تبریزی، مقالات شمس تبریزی، بہ تصحیح محمد علی موحد، تہران، ۲۵۳۶ شاہی، ص ص ۱۹۵۔۱۸۷

Marfat.com

۴۳۔ امام محمد غزالی' کیمیائے سعادت' بہ تصحیح احمد آرام' تہران' انتشارات گنجینہ' تہران ۱۳۷۱ھ ش' جلد اول ص ص ۳۸۸۔۳۷۰ نیز ر۔ک احیاء العلوم غزالی و نیز سماع نامہ ہای فارسی' ص ۳۲۱ و نیز مناقب العارفین ص ۲۸۲' اسرار التوحید ص ۳۱۸

۴۴۔ عزالدین کاشانی' مصباح الہدایت' ص ۱۹۸۔۱۹۰' شہاب الدین سہروردی' عوارف المعارف' ص ۹۸۔۹۰' ابونجیب سہروردی' آداب المریدین' ص ۱۴۵ نیز نجم الدین رازی' مرصاد العباد ص ۲۰۶' سماع نامہ ہای فارسی ص ۶۴، ص ۶۹، ص ۲۵۰' محمد بن مبارک علوی' سیر الاولیا' مرکز تحقیقات فارسی' ایران و پاکستان' ۱۹۷۸ء ص ص ۵۰۴۔۵۰۱' ابونصر سرّاج طوسی' اللمع فی التصوف' ترجمۂ اردو پیر محمد حسن' ادارہ تحقیقات اسلامی' اسلام آباد' ۱۹۹۶ء' باب سماع' ص ص ۴۰۷۔۴۰۶' رسالۂ قشیریہ' باب سماع

۴۵۔ شمس الدین تبریزی' مقالات شمس تبریزی' بہ تصحیح محمد علی موحد' تہران' ۲۵۳۶ شاہی' ص ص ۱۹۵'۸۱'۷۳

۴۶۔ خواجہ غلام فرید' مقابیس المجالس' مقدمہ از واحد بخش سیال' ایضاً' ص ص ۱۷۸۔۱۷۷

۴۷۔ نجیب مایل ھروی' سماع نامہ ہای فارسی' ص ۴۸

۴۸۔ ابوالحسن علی بن حسین مسعودی' مروج الذھب' ترجمۂ فارسی از ابوالقاسم پایندہ' تہران' (شرکت انتشارات علمی و فرہنگی) ۱۳۷۴ھ ش جلد دوم' ص ۲۹۱

۴۹۔ مقدمۂ مقابیس المجالس' ص ۱۸۵۔۱۸۳ اور Underhil, Mysticism, The Nature and Development of Spiritual Consciousness, Oneworld, Oxford, 2005, p.77

۵۰۔ نجیب مایل ھروی' سماع نامہ ہای فارسی ص ۹۱

۵۱۔ مقدمۂ مقابیس المجالس' ص ۱۸۵۔۱۸۳

۵۲۔ اسماعیل حاکمی' سماع در تصوف' ص ۹۴

۵۳ ایضاً ۱۶۴، افلاکی، مناقب العارفین، ص ۱۸۴-۱۸۳

۵۴ افلاکی، مناقب العارفین، ص ۴۲۹ و نیز سماع در تصوف، ص ۱۳۶

۵۵ مناقب العارفین، ص ص ۵۴۳-۵۴۲ و ۱۰۳-۱۰۲ و ۷۶ و ۱۸۲ و ۲۳۴-۲۳۳ و ۲۸۲ و ۴۹۰

۵۶ نجیب مایل هروی، سماع نامه های فارسی، ص ۹

۵۷ نجیب مایل هروی، سماع نامه های فارسی، ص ص ۲۲-۲۱، حاکمی، سماع در تصوف ص ۱۱۸

۵۸ ابوالقاسم تفضلی، سماع، انتشارات زریاب، تهران، ۱۳۸۲، ص ص ۱۲۴ تا ۱۳۶

Marfat.com

تصورِ انسان و انسان دوستی اور صوفیہ

مسلم مفکرین، متصوفین، ادبا و شعرا کی نظر میں انسان خلیفۂ الٰہی، مقربِ بارگاہ ربانی، مرغ باغ ملکوت اور طائر گلشن قدس ہے:

طائر گلشن قدسم چہ دہم شرح فراق   کہ درین دامگہ حادثہ چون افتادم (حافظ)
ما طائر قدسیم نوا را نشناسیم   مرغ ملکوتیم ہوا را نشناسیم (فیضی)

صوفیہ کی نظر میں انسان تین قسم کے ہیں: ایک مسافر دنیا ہے، اس کا سرمایہ دنیا ہے، اس کا سود گناہ ہے اور ایسا انسان حیوان صفت ہے، دوم مسافر آخرت ہے، اس کا سرمایہ عبادت و اطاعت ہے، اس کا سود جنت ہے اور ایسا انسان مومن صفت ہے، سوم مسافر خدا ہے، اس کا سرمایہ معرفت ہے، اس کا سود دیدارِ الٰہی ہے اور ایسا انسان فرشتہ صفت ہے___ علاؤالدولہ سمنانیؒ کی نظر میں انسان چار قسم کے ہیں: (۱) سعید، جس کے پاس آخرت ہے دنیا نہیں (۲) شقی، جس کے پاس دنیا ہے آخرت نہیں (۳) اسعد السعدا، جس کے پاس دنیا بھی ہے اور آخرت بھی (۴) اشقی الاشقیا، جس کے پاس دنیا ہے نہ آخرت۔ علاؤالدولہ سمنانیؒ ہی کا قول ہے کہ دنیا میں تین قسم کے انسان ہیں: مرد، نیم مرد اور نامرد، مرد وہ ہے جو حق بات کہتا ہے اور ڈرتا نہیں اور سچ بات سن کر ناراض نہیں ہوتا، نیم مرد وہ ہے جو حق بات تو کہہ دیتا ہے مگر حق بات سن کر سیخ پا ہو جاتا ہے، نامرد وہ ہے جو حق بات کہنے سے ڈرتا ہے اور حق بات سن کر غصہ میں آجاتا ہے___ صوفیہ کا قول ہے کہ طالب الدنیا مخنث، طالب العقبی مونث و طالب المولیٰ مذکر" یعنی دنیا کا طالب مخنث ہے، عقبیٰ کا طالب مونث ہے اور مولا

(اللہ) کا طالب مذکر (مرد) ہے__ ابو نجیب سہروردیؒ فرماتے ہیں کہ انسان تین قسم کے ہوتے ہیں: کچھ غذا کی طرح ہیں جن سے میل جول رکھنا ناگزیر ہوتا ہے، کچھ دوا کی طرح ہیں جن سے ملنے کی کبھی کبھی ضرورت پڑتی ہے اور کچھ بیماری کی طرح ہوتے ہیں جن سے پرہیز کرنا واجب ہے__ حضور اقدس ﷺ کا فرمان ہے کہ تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جس سے تمہیں خیر کی اُمید ہو اور اس کے شر سے تم محفوظ ہو اور بدترین شخص وہ ہے جس سے تمہیں خیر کی اُمید نہ ہو اور اس کے شر سے تم محفوظ بھی نہ ہو۔

یہ انسان خدا کی عجیب مخلوق ہے، یہ "معجون خیر و شر" فرشتہ بھی ہے اور شیطان بھی، اگر بدی کی راہ اختیار کرے تو شیطان کا بھی استاد بن جائے اور اگر نیکی کی روش اپنائے تو فرشتہ سے بھی برتر اور بلند تر مقام پالے__ انسان پستی کی طرف رخ کرے تو حیوان بلکہ اس سے بھی بدتر بن کر اسفل السافلین کی ذلت تک پہنچ جاتا ہے گویا "کَالاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَل (سورہ۷، آیت ۱۷۹)، جانور بلکہ اس سے بھی بدتر__ کے گروہ میں شامل ہو جاتا ہے اور اگر انسان بلندئ مراتب کی جانب مائل ہو تو وہ مقصودِ کائنات اور مطلوبِ موجودات کے مقام والا تک رسائی حاصل کر لیتا ہے:

آدمی زادہ طرفہ معجونی است　　کز فرشتہ سرشتہ وز شیطان
گر رود سوی اینْ شود بہ ازین　　ور رود سوی آنْ شود بہ ازان (سنائی)

انسان بظاہر فقیر و حقیر و صغیر ہے لیکن حقیقت میں وہ عالم اکبر ہے اس شعر کے مطابق جو حضرت علیؓ سے منسوب ہے۔

اتزعم انک جرم صغیر　　و فیک انطوی العالم الاکبر لے

بیدل نے کیا خوب کہا ہے کہ دونوں عالم خاک ہوئے تب کہیں انسان کا نقش بنا، اے انسان، اے بہار نیستی اپنی قدر کو پہچان! فطرت ایک مدت تک زندگی بنانے اور سنوارنے میں لگی رہتی ہے تب کہیں کوئی نقش ایسا خوب ڈھلتا ہے کہ انسان بن جاتا ہے، اے انسان یہ دنیا ہو یا عقبیٰ یہ تمام "گمان کے گھر" تیرے ہی ساختہ پرداختہ ہیں:

Marfat.com

ھر دو عالم خاک شد تا بست نقش آدمی　　اے بھار نیستی از قدر خود ھشیار باش
فطرت عمری کند تگ و تاز نفس　　تا نقش ادب بندد و انسان گردد
چہ نام است دنیا چہ نام است عقبیٰ　　تو معمار این خانہ ھای گمان را

خدا، کائنات اور انسان کی تثلیث میں، انسان کی اہمیت مسلّم ہے کہ قرآن پاک والناس (انسان) پر ختم ہوتا ہے اور انسان کے معنی آنکھ کی پتلی کے بھی ہیں گویا انسان کائنات کی آنکھ ہے جس کا نورِ حق ہے کہ خدا کا عرفان اور کائنات کی پہچان انسان کے وجود ہی سے وابستہ ہے، حدیث پاک میں ہے لا یسعنی ارضی ولا سمائی ووسعنی قلب عبدی المومن یعنی خداوندتعالیٰ زمین وآسمان میں نہیں سماتا البتہ مومن صادق کے قلب میں سما جاتا ہے__ ایک اور حدیث ہے کہ قلب المومن عرش الرحمن، (یعنی مومن کا دل تو خدا کا عرش ہے)__ لیکن اہلِ حق یا صوفی ابلیس ونمرود کی طرح اَنانیت کا دعویٰ نہیں کرتا بلکہ توحید پر پختہ ایمان کی وجہ سے خدا، کائنات اور انسان کو ایک وحدت کی لڑی میں پرویا ہوا دیکھتا ہے، وہ یوں کہ صوفی توحیدِ حق میں اس طرح ڈوب جاتا ہے کہ وہ خود کو اور ہر شے کو خدا کی تجلّیات کے حوالے سے دیکھتا ہے، وہ یعنی صوفی صاف دل اس مقام پر نہ خود خدا بنتا ہے اور نہ کائنات کو خدا بناتا ہے، صرف بندۂ حق ہی رہتا ہے اور اس کی نظر میں ہر شے بلکہ اللہ کے سوا جو کچھ بھی ہے تخلیق خدا یا تجلّیِ حق ہی رہتی ہے، وہ اپنے اور ہر شے کے وجود کو خدا کی تجلّیات کا مظہر جانتا ہے، یوں حقیقت میں وہ وحدت کا علمبردار ہوتا ہے اور صحیح معنوں میں موحد ہوتا ہے، گویا شبستری مصنف گلشن راز کی زبان میں:

یکی بین و یکی گوی و یکی دان　　بدین ختم آمد اصل وفرع ایمان

(یعنی صوفی ایک (خدا) ہی کو دیکھتا ہے، ایک ہی کی بات کرتا ہے اور ایک ہی کو جانتا ہے اور یہی بات اس کے ایمان کی شاخ بھی ہے اور بنیاد بھی)

صوفی کی نظر میں ساری مخلوقات خدا کی ربوبیت کے دامن میں پل رہی ہیں سو وہ سب کے لیے اپنے دل میں محبت وشفقت کا جذبہ رکھتا ہے، یوں وہ خود ہر قسم کے نفسانی دباؤ اور انانیت کے فساد سے پاک ہوتا ہے۔ صوفی ظاہری شریعت کے حوالے

Marfat.com

سے نماز وروزہ کا پابند ہوتا ہے اور طریقت کے حوالے سے ہر وقت ذکر وفکر میں مصروف رہتا ہے، ''گویا دست بکار ودل بایار'' کا نمونہ ہوتا ہے، یوں ظاہر بھی پاک باطن بھی پاک، اس کا کردار دوسروں کے لیے باعث تقلید ہوتا ہے، وہ مرشد یا شیخ کی حیثیت سے بھٹکے ہوؤں کی رہبری کرتا ہے، دکھی انسانوں کو سکھ پہنچانے کی سعی کرتا ہے، رحمۃ للعالمین کی سُنت کے مطابق دوسروں کے لئے اور معاشرہ کے لئے باعثِ رحمت بنتا ہے اور یوں وہ انسان کامل کا نمونہ ہوتا ہے۔

اسلامی ادبیات میں موجود تصور انسان کامل سے شیخ یا مرشد یا پیر کا تصور بہت حد تک وابستہ ہے، شیخ یا مرشد یا پیر تقریباً ان تمام اوصاف حمیدہ کا حامل ہوتا ہے جو مسلم مفکرین کی نظر میں انسان کامل میں ہونی چاہییں۔ خود انسان کامل کا تصور بھی اسلامی عظمت انسانی کے نظریہ پر مبنی ہے۔

اسلام میں نظریۂ انسان کامل:

اگرچہ تاریخی طور پر قدیم تہذیبوں میں بھی انسان کامل کا تصور کسی نہ کسی رنگ میں پایا جاتا ہے اور اس کے ابتدائی نقوش قدیم ایرانی مذہبی پیشوا زرتشت کی تعلیمات میں موجود سوشیانت (یعنی منجی موعود یا نجات دہندہ) کے تصور میں یا شاہنامے کی اساطیری شخصیتوں کیومرث، رستم، فریدون اور کیخسرو وغیرہ میں جھلکتے ہیں؛ چینی مذہبی پیشوا کنفیوشس کی تعلیمات میں بھی انسان کامل کا تصور ''تشنتز'' یا ''چون تزؤ'' کے عنوان سے ہے[2] یونان میں ارسطو نے بھی اس پر اظہار خیال کیا ہے۔ لیکن اسلامی ادبیات میں یہ تصور قرآنی تعلیمات اور سنت رسول پاکؐ کے حوالے سے زیادہ واضح اور کامل طور پر موجود ہے اور اسلامی تصوف و فلسفہ نے بھی اس تصور کو مزید جلا بخشی ہے۔ صوفیہ میں ابن عربی، الجیلی، اور عزیز الدین نسفیؒ نے انسان کامل کا تصور پیش کیا ہے، اخوان الصفا بھی اس باب میں اپنے خیالات رکھتے ہیں، فارابی کا رئیس مدینۂ فاضلہ، ابن باجہ کا متوحد، ابن طفیل کا حی بن یقظان اور ابن مسکویہ کا مثل اعلیٰ، فلسفیانہ تصور انسان کامل کے عکاس ہیں۔ فارسی زبان کے شعرا میں دوسرے شعرا کے علاوہ خاص طور پر رومی، بیدل اور علامہ اقبالؒ نے شاعرانہ رنگ میں انسان کامل کے خدوخال

Marfat.com

پیش کئے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ عظمت انسانی کے مطالب کا سرچشمہ بہت حد تک اسلامی تعلیمات ہیں، قرآن کہتا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے انسان کو بہت خوبصورت سانچے میں ڈھالا ہے (لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْم) (سورہ۹۵، آیت۴)۔ حدیث قدسی ہے کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق یعنی میں چھپا ہوا خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں جانا جاؤں سو میں نے مخلوق کو پیدا کیا۔ ایک حدیث قدسی کے مطابق اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی صورت پر بنایا ہے (خلق اللہ آدم علی صورته) ایک آیت قرآنی ہے کہ میں نے اس میں اپنی روح پھونکی (وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ.. سورہ۱۵، آیت۲۹، سورہ۳۸، آیت۷۲) اور اسے اشرف المخلوقات، مسجود ملائک اور اپنا خلیفہ و امین بنایا ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ہے۔ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰئِکَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ (سورہ۲، آیت۳۴)۔ وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰئِکَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً (سورہ۲، آیت۳۴) اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ (سورہ۳۳، آیت۷۲)۔ اور انسان کو خداوند تعالیٰ نے وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ آدَمَ (سورہ۱۷، آیت۷۰)۔ اور اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ (سورہ۷، آیت۱۷۲)۔ کے خطاب سے بھی سرفراز فرمایا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ ہم تو انسان کی شہ رگ سے بھی قریب ہیں (نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْد.. سورہ۵۰، آیت۱۶) اور یہ کہ ہم نے ساری کائنات کو انسان کے لیے مسخر کیا ہے کہ آیت قرآنی ہے وَسَخَّرَ لَکُم مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعاً مِّنْهُ (سورہ۴۵، آیت۱۳)۔ کہا جاتا ہے کہ حدیث میں ہے کہ جس نے اپنی ذات کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا۔ (من عرف نفسه، فقد عرف ربه)، اور ایک یہ آیت قرآنی بھی ہے سَنُرِیْهِمْ آیَاتِنَا فِی الْآفَاقِ وَفِیْ اَنفُسِهِمْ (سورہ۴۱، آیت۵۳) (یعنی ہم ان کو عنقریب اپنی قدرت کی نشانیاں ان کے گردونواح میں بھی دکھلائیں گے اور خود ان کی ذات میں بھی۔ (یعنی انسان خدا کی عظیم ترین مخلوق ہے)۔ یوں اسلام نے عظمت انسان کو بڑے واضح اور کامل طور پر پیش کیا ہے، اسی عظمت انسان کے مسئلہ سے مثالی انسان یا انسان کامل کا تصور بھی

Marfat.com

وابستہ ہے__ اسلام میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک شخصیت انسان کامل یا مثالی انسان کا کامل ترین نمونہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے انا سید ولد آدم فرمانِ حق ہے وَمَا اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعَالَمِیۡنَ (سورہ۲۱، آیت۱۰۷) اور یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرۡسَلۡنٰکَ شَاھِدًاوَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیۡرًا وَدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذۡنِہٖ وَسِرَاجاً مُّنِیۡراً (سورہ۳۳، آیات ۴۵و۴۶)____ ادبیاتِ اسلامی میں موجود انسان کامل کا تصور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہی کا عکس ہے کہ آپؐ کی مقدس شخصیت انسان کامل کی کامل ترین اور حقیقی تصویر ہے، دوسروں کو یہ مرتبہ آپؐ کی پیروی اور آپؐ ہی کی محبت و برکت سے حاصل ہوتا ہے کہ آپؐ رحمۃ للعالمین، خاتم النبیین اور خاتم المرسلین ہیں____ اگرچہ قرآن پاک میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف بہت سے مقامات پر ہے اور مختلف پہلوؤں پر محیط ہے، لیکن قرآن کریم کی اس آیت وَیُزَکِّیۡھِمۡ وَیُعَلِّمُھُمُ الۡکِتَابَ وَالۡحِکۡمَۃَ (سورہ۳، آیت۱۶۴) میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت مقدسہ کے ان تین اہم پہلوؤں کی طرف اشارہ بھی ہے کہ آپ نے یزکیھم کے مطابق لوگوں کو روحانی طور پر پاک اور منزہ کیا اور یعلمھم الکتب و الحکمۃ کے مطابق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآنی علم یعنی دین و دانش سے ان کے ذہنوں کو منور کیا اور دین کے مطابق مسائل حیات کو سمجھنے اور سلجھانے کی دانائی اور حکمت بھی عطا فرمائی، یوں یہ آیت مبارکہ اس حقیقت کو پیش کرتی ہے کہ آپؐ کی ذات مکرم عرفان، علم اور حکمت و تدبر کا سرچشمہ تھی____ آیت مذکورہ میں عرفان و علم وحکمت کے تین درجے، آنحضرتؐ کے تین مراتب: ولایت، نبوت اور رسالت کے بھی عکاس ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم معلم اخلاق بھی تھے کہ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ (سورہ۶۸، آیت۴) آپؐ ہی کی شان میں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم روحانیت میں قاب قوسین کے مقام پر فائز تھے اور تدبر وحکمت کے حوالے سے آپؐ کی پوری حیات طیبہ، آپؐ کا اسوۂ حسنہ تمام انسانوں کے لیے قیامت تک ہدایت کا سرچشمہ اور نمونہ ہے۔ اسی اسوۂ حسنہ پر عمل کر کے ایک مومن انسان کامل کی حیثیت سے معلم، مرشد اور مدبّر کی صفات کا حامل بنتا ہے____ اگر ایک خاص نظر سے دیکھا جائے تو قرآن

Marfat.com

پاک تمام تر حمد، نعت اور مدح پر مشتمل ہے۔ قرآن پاک میں حمد حق ہے، نعت رسولؐ برحق ہے اور انسان برحق یا انسان مطلوب یا انسان کامل کی مدح ہے کہ اس میں اچھے انسانوں یا مومنوں کی تعریف یا مدح بھی ہے۔ نیز قرآن نے وہ ضابطۂ اخلاق بھی بیان کیا ہے کہ جس پر چل کر انسان قرآن کا انسان مطلوب یا انسان کامل بن سکتا ہے۔ سورۂ فاتحہ کی آیت "صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنعَمتَ عَلَيهِمْ" میں بھی غالباً اسی انسانِ مطلوب کی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے بہرہ ور ہے۔ اگر اس پس منظر کے ساتھ قرآن پاک کا مطالعہ کیا جائے تو انسان کامل کا نقش یوں ابھرتا ہے کہ قرآن پاک کا انسان مطلوب سارے انسانوں کے لیے بلکہ ساری مخلوق خدا کے لئے باعث رحمت ہوتا ہے کیونکہ وہ خدائے رحمٰن و رحیم کا بندہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین کا حلقہ بگوش ہوتا ہے اور قرآن پاک جو تمام تر رحمت و شفا ہے اسکے مطابق زندگی گذارتا ہے۔ وہ لوگوں سے نیک سلوک کرتا ہے، ان کی کوتاہیوں سے درگذر کرتا ہے، غصہ آتا ہے تو پی جاتا ہے، لوگوں کو اچھائی کی تلقین کرتا ہے اور جاہلوں سے منہ پھیر لیتا ہے (سورہ۳، آیت۱۳۴)_ (سورہ۷، آیت۱۹۹) وہ صاحب ایمان و یقین عبادت حق میں مخلص اور اطاعت رسولؐ میں کامل، تقویٰ و عدل، احسان و ایثار کی اعلیٰ صفات کا حامل اور دانش و حکمت اور فہم و فراست میں یگانۂ روزگار ہوتا ہے، نیک کام کرتا ہے، نیکی کی تبلیغ اور برے کام سے بچنے کی تبلیغ و تلقین کرتا ہے، اسکی تلقین و تبلیغ میں دانش و حکمت اور شفقت و محبت ہوتی ہے (سورہ۴۱، آیات۳۳ تا۳۵)_ (سورہ۱۶، آیت۱۲۵) وہ برائی کا جواب اچھائی سے دیتا ہے اور اس کے پاس جو ہوتا ہے، وہ راہ حق میں خرچ کر دیتا ہے۔ زمین پر اکڑ کر نہیں چلتا بلکہ عاجزی سے چلتا ہے، مال خرچ کرنے میں نہ فضول خرچی کرتا ہے نہ بخیلی بلکہ اعتدال کا طریقہ اپناتا ہے۔ وہ مردم آزاری، فواحش اور برائیوں سے خود کو دور رکھتا ہے۔ لغو بات سنتا ہے تو اس کا جواب سلام ہوتا ہے اور کہیں لغوبات دیکھتا ہے تو وہاں سے باوقار طریقے سے گذر جاتا ہے۔ (سورہ۲۸، آیات۵۴ تا ۵۵ و سورہ ۲۵، آیات۶۳ تا۷۲) ناکامی کی صورت میں مایوس نہیں ہوتا اور کامیابی پر اتراتا نہیں (سورہ۵۷، آیت۲۳) امانت میں سچا، وعدے میں پختہ اور شہادت پر قائم

Marfat.com

رہتا ہے۔ (سورہ ۷۰، آیات ۳۲ و ۳۳) کسی کی غیبت نہیں کرتا، کسی کا مذاق نہیں اڑاتا، کسی پر تہمت نہیں لگاتا، کسی کو بدنام نہیں کرتا (سورہ ۴۹، آیات ۱۱ و ۱۲)، مملکت کے معاملات اس کے سپرد ہوں تو مشورے سے انہیں طے کرتا ہے، عوام کے معاملات میں ذاتی خواہشات کی بجائے حق و انصاف کے مطابق فیصلہ دیتا ہے۔ (سورہ ۳۸، آیت ۲۶) مصیبت سر پر آن پڑے تو صبر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ہم اللہ کے ہیں اور اس کی طرف ہی ہمیں لوٹنا ہے، (سورہ ۲، آیت ۱۵۶) دوسروں کو بھی صبر کرنے اور حق پر چلنے اور نیک عمل کرنے کی تلقین کرتا ہے (سورہ ۱۰۳، آیت ۳) اور وہ جس بات کی دوسروں کو تلقین کرتا ہے اس پر خود بھی عمل کرتا ہے۔ (سورہ ۲، آیت ۴۴، سورہ ۶۱، آیات ۲ و ۳) ہر مسئلے میں وہ معقول، معتدل اور متوازن رویہ رکھتا ہے اور ہمیشہ صراط مستقیم پر گامزن رہتا ہے۔ (سورہ ۲۵، آیت ۶۷) اس کی دعا ہوتی ہے کہ اے اللہ مجھے پرہیز گاروں کا پیشوا بنا دے اور آنے والی نسلوں میں میرا ذکر جاری رکھ اور میرا نام سچے لوگوں میں شامل کردے (سورہ ۲۵، آیت ۷۴، سورہ ۲۶، آیات ۸۳ و ۸۴) وہ مرد حق پرست حق بات سوچتا ہے حق بات کہتا ہے، (سورہ ۳۳، آیت ۷۰) حق پر عمل کرتا ہے، حق کی تبلیغ کرتا ہے، حق کے لیے جہاد کرتا ہے، حق کے لیے جیتا ہے اور حق کے لیے جان تک دے دیتا ہے، اس کی زندگی اور اس کی موت، اس کی دوستی اور دشمنی حق کے لیے ہوتی ہے۔ (سورہ ۶، آیات ۱۶۲ و ۱۶۳ و ۱۶۴ و سورہ ۲۲، آیت ۷۷ و سورہ ۵، آیت ۳۵) اس کا ذہن ہر قسم کے تعصبات سے پاک ہوتا ہے، وہ باطل پرستوں کا دشمن اور حق پرستوں کا دوست ہوتا ہے (سورہ ۴۸، آیت ۲۹) اس کا ہر عمل اتنا سچا، اتنا اچھا، اتنا پیارا ہوتا ہے کہ وہ عمل دوسروں کے لیے نمونہ بن جاتا ہے، گویا اس کی زندگی قرآن پاک کی اس آیت شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ (سورہ ۲۲، آیت ۷۸) کی مکمل تفسیر و تصویر ہوتی ہے ___ سچ تو یہ ہے کہ حق و صداقت، جلال و جمال، محبت و شفقت، خیرو پاکیزگی کا حسین ترین اور کامل ترین تصور یا جسے قرآن مثل اعلیٰ کہتا ہے، (سورہ ۱۶، آیت ۶۰ و نیز سورہ ۳۰، آیت ۲۷) خدا کی ذات ہی سے منسوب ہے لیکن اس کا عکس اگر کہیں مل سکتا ہے تو وہ قرآنی انسان ہی میں مل سکتا ہے کہ اس کی شخصیت حضرت

Marfat.com

داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ اور حضرت یوسفؑ کے تدبر، حضرت عیسیٰؑ کے تقویٰ اور حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ اور حضرت موسیٰؑ کے راہ حق میں جہاد و ایثار کے اوصاف سے مزین اور مجموعی طور پر اسوۂ حسنۂ حضرت رسول ﷺ کی پیروی کا بہترین نمونہ ہوتی ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ کی ذات اقدس تمام انبیاء کے کمالات کا مجموعہ ہے اور خاص طور پر آپ ﷺ کی شخصیت قرآنی آیت **وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ** (سورہ۳، آیت۱۶۴) کے مطابق علاوہ اور بہت سی جہتوں کے معلم، مرشد اور مدبرؔ کے اوصاف کی جامع بھی ہے۔

انسان کامل صوفیہ کی نظر میں:

اِبن عربیؒ کی نظر میں انسان کامل کلمہ ہے اور اسما حق کا مظہر ہے، انسان عالم صغیر ہے کہ جہانِ مادی میں موجود تمام امکانات کا حامل ہے اور جہانِ مادی عالم کبیر ہے، یہ دونوں عالم یعنی عالم صغیر اور عالم کبیر آئینے کی طرح ہیں اور ایک دوسرے کے روبرو ہیں اور یوں یہ دونوں آئینے ایک دوسرے میں منعکس ہو رہے ہیں اور اپنے مشترک نقش کو جو انسان کامل ہے، منعکس کر رہے ہیں۔ انسان کامل تین بنیادی پہلو رکھتا ہے: (۱) جہان شناسی (۲) نبوت (۳) عرفان۔

جہان شناسی کے لحاظ سے انسان کامل آفرینش کا نمونہ ہے، نبوت کے لحاظ سے انسان کامل کلمہ اور فعل ابدی الٰہی ہے، جس کے مختلف پہلو ہیں اور ہر پہلو کسی ایک پیغمبر سے مشابہ ہے، یہی وجہ ہے کہ ابن عربیؒ کی کتاب فصوص الحکم کی ہر فصل کسی نہ کسی پیغمبر جو خود انسان کامل ہے، سے منسوب ہے، اس طرز تصور کے پس منظر میں حقیقت انسان کامل حقیقت محمدیہ ہے جس کا مادی ظہور حضرت رسول اکرم ﷺ کا وجود پاک ہے، آپؐ ان معنوں میں بھی خاتم پیغمبران ہیں۔ عرفان یا سیر و سلوک کے لحاظ سے انسان کامل حیات روحانی کا نمونہ ہے، ہر انسان بالقوہ انسان کامل ہے لیکن بالفعل صرف پیغمبروں اور اولیا کو اس نام سے پکارا جاسکتا ہے۔

ابن عربیؒ کی نظر میں تمام عالم یعنی عالم مادی انسان کبیر ہے، انسان جب تک پیدا نہیں ہوا تھا یہ عالم مادی جسم بے جان تھا، انسان پیدا ہوا تو گویا اس عالم مادی

Marfat.com

کے جسم میں جان آ گئی اور وہ مکمل انسان بن گیا۔ عالم میں انسان ایسا ہے جیسے انگوٹھی میں نگینہ، یہی وجہ ہے کہ انسان خلیفہ کہلاتا ہے، یہ آدم انسان کامل ہے جو شانِ الوہیت کا مظہرتام ہے۔ اسی کے مظاہر تمام دوسرے انسان ہیں، ہر زمانے میں مظہرتام صرف ایک ہی ہوتا ہے جسے غوث یا قطب زمان کہتے ہیں، یہی انسان کامل ہے۔ جس طرح انسان میں قوا ہیں، اسی طرح عالم یعنی انسان کبیر کے بھی قوا ہیں جو ملائکہ ہیں۔ انسان میں قوت علمی ہے اور اس کا مرکز دماغ ہے۔ انسان کبیر یعنی عالم میں بھی قوت علمی ہے اور اس کا مرکز جبرائیلؑ ہیں۔ انسان کی طرح عالم میں بھی قوت حیات ہے، جس کا مرکز میکائیلؑ ہیں۔ انسان کے ساتھ موت ہے، سو انسان کبیر کی موت کا مرجع عزرائیلؑ ہیں۔ انسان میں خیال ہے، انسان کبیر کا خیال عالم مثال ہے اور اس کا مرکز اسرافیل ہیں۔

شیخ ابن عربیؒ کہتے ہیں کہ انسان کتنا ہی صاحب کمالات اور مظہر اسما و صفات الٰہی ہو، اس میں اللہ تعالیٰ کی دو صفتیں نہیں پائی جاتیں: ایک وجوب ذاتی یعنی موجود بالذات ہونا کہ انسان ممکن الوجود ہے، واجب الوجود نہیں بن سکتا کیونکہ موجود بالذات ہونا اللہ تعالیٰ کی صفت خاصہ ہے، یعنی صرف ذات حق ہی کو بقا ہے۔ دوسری صفت استغنائے ذاتی ہے، یہ بھی اللہ تعالیٰ کی صفت خاصہ ہے یعنی بے نیاز صرف ذات الٰہی ہے۔

انسان کمالِ نفس اس وقت حاصل کر سکتا ہے جب اسے عرفان نفس حاصل ہو۔ شیخ ابن عربیؒ عرفان نفس پر بہت زور دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنسَاهُمْ اَنفُسَهُمْ (سورہ ۵۹ آیت ۱۹) (اے لوگو ان لوگوں کی مانند نہ ہو جاؤ جو خدا کو بھول گئے، تو خدا نے ان سے خود ان کے نفسوں کو بھلا دیا) یعنی وہ معرفت نفس سے محروم ہو گئے ____ مشہور قول ہے (بعض حضرات اسے حدیث بھی کہتے ہیں) کہ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ یعنی خود شناسی ہی میں خدا شناسی ہے۔ ہم اپنے عجز سے خدا کی قدرت کا، اپنے جہل سے اس کے علم کا، اپنی فناپذیری سے اس کی بقا کا اور اپنے عدم سے اس کے وجود کا عرفان حاصل کرتے ہیں۔[۳۲]

Marfat.com

عبدالکریم بن ابراہیم جیلانیؒ کا تصورِ انسانِ کامل:

عبدالکریم بن ابراہیم جیلانی یا الجیلیؒ (۷۶۷ھ-۸۱۱ھ) مؤلف کتاب "الانسان الکامل فی معرفۃ الاواخر والاوائل" کی نظر میں انسان کامل کے مقام کے حصول کے لیے تین مرحلوں کو طے کرنا لازمی ہے، جس طرح سیر نزولی میں وجودِ مطلق یعنی وجودِ حق ان تین مرحلوں سے گزرتا ہے: (۱)احدیت (ایک ہونا) (۲)ھویت (وہ ہونا) (۳)انیت (میں ہونا)، پہلے مرحلے یعنی احدیت میں وجودِ مطلق تعیّنات کی طرف قدم زن ہوتا ہے، ہویت میں تعیّن ہوتا ہے لیکن تجلّی نہیں ہوتی، انیت میں تعیّن خارج میں متجلّی ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر انسان حصول کمال کا ارادہ رکھتا ہے تو سیر وسلوک کے تین مراحل طے کرے جو سیرِ صعودی ہے۔ یعنی انسان جب ان تین مراحل کو طے کر لیتا ہے تو مقام انسان کامل پر فائز ہو جاتا ہے:

پہلا مرحلہ اسما الٰہی کے تعقل کا ہے یا جسے تجلّی اسما بھی کہتے ہیں، جب اسم اللہ کسی فرد پر متجلی ہوتا ہے تو وہ فرد اس اسم کے خیرہ کن جلال کے نور میں نابود ہو جاتا ہے۔

دوسرا مرحلہ تجلّی صفات کا ہے، اس تجلّی کے مقام میں انسان اپنی قابلیت کے مطابق صفات حق کو دریافت کرتا ہے، مثلاً جو لوگ اللہ تعالیٰ کی صفت حیات سے بہرہ ور ہوتے ہیں وہ اس کی برکت سے بہت سی کرامات کا سبب بنتے ہیں، وہ لوگ ہوا میں اڑتے ہیں، پانی پر چلتے ہیں__ الجیلیؒ نے اسما و صفات الٰہی کی طبقہ بندی کی ہے۔ (۱)اسما و صفات ذاتی مثلاً اللہ، احد، فرد، نور، حق، قدوس اور حی (۲)اسما و صفات جلالی مثلاً کبیر و متعال و قادر (۳)اسما و صفات کمالی مثلاً خالق، غنی، اول و آخر (۴)اسما و صفات جمالی مثلاً رحیم و کریم۔

تیسرا مرحلہ تجلّی ذات کا ہے اس مقام پر انسان وجود مطلق میں قدم رکھتا ہے، اس مرحلہ پر اخلاق روحانی کمال کو پہنچ جاتے ہیں اور انسان اس مقام کو پالیتا ہے جہاں انسانیت اور الوہیت اس کی ذات میں ایک ہو جاتی ہیں، اس کی آنکھ خدا کی آنکھ، اس کا کلام خدا کا کلام، اس کی زندگی خدا کی زندگی بن جاتی ہے۔ انسان بجائے خود ایک

Marfat.com

عالم ہے جو خدا اور عالم کبیر دونوں کا مظہر ہے۔ انسانی ہستی ذات باری کی خارجی شکل ہے، خدا اور کائنات میں واسطہ یا رابطہ کی کڑی ہے۔[۴]

اخوان الصفا اور تصور انسانِ کامل:

اخوان الصفا انسانی تعلیم و تربیت کا ایک نصب العین پیش کرتے ہیں جس کے خدوخال مختلف قوموں کی زندگی سے ماخوذ ہیں، ان کی نظر میں اخلاقی حیثیت سے مکمل انسان یا انسانِ کامل کو نسل کے لحاظ سے ایرانی، عقائد میں عربی مسلمان، تعلیم میں بابلی، تجربے میں عراقی، سیاحت میں عیسائی، زہد میں شامی (راہب)، علم میں یونانی، کشف اسرار میں ہندی اور اپنی ساری روحانی زندگی میں صوفی ہونا چاہیے۔[۵]

انسان کامل عزیز نسفیؒ کی نظر میں:

بقول عزیزالدین نسفیؒ (قرن ہفتم) انسان تمام موجودات کا کعبہ و مخدوم ہے، انسان کی اس تمام فضیلت کا سبب عقل ہے، موجودات میں سے کوئی چیز عقل نہیں رکھتی صرف انسان ہی عقل کا حامل ہے اس لئے انسان کو موجودات پر فضیلت حاصل ہے۔ وہ امانت جو تمام موجودات کو پیش کی گئی تھی اور انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کر دیا تھا وہ عقل ہے، اس امانت کو یعنی عقل کی امانت کو انسان ہی نے اٹھایا تھا یوں انسان امانت الٰہی اور خلافت الٰہی کا سزاوار بنا۔ البتہ عاقلوں یعنی انسانوں کی فضیلت ایک دوسرے پر علم اور اخلاق کی بنا پر ہے۔ نسفیؒ کی نظر میں انسان کامل وہ شخص ہے جو شریعت، طریقت اور حقیقت میں کامل ہو یعنی اس میں یہ چار اوصاف بہ تمام و کمال موجود ہوں: اقوال نیک، افعال نیک، اخلاق نیک اور معرفت۔

انسان کامل کو شیخ، پیر، پیشوا، ہادی، مہدی بھی کہتے ہیں، دانا، بالغ، کامل اور مکمل بھی، امام، خلیفہ، قطب اور صاحب زمان بھی، جام جہان نما، آئینۂ گیتی نما، تریاق بزرگ اور اکسیر اعظم بھی، اسے عیسیٰؑ بھی کہتے ہیں، (کہ عیسیٰؑ کی طرح مردہ روح کو زندہ کر دیتا ہے) اسے خضرؑ بھی کہا جاتا ہے (کہ حضرت خضرؑ کی طرح وہ معرفت کا آبِ حیات عطا کرتا ہے) اور اسے سلیمانؑ کا نام بھی دیا جاتا ہے (کہ وہ سلیمانؑ کی طرح پرندوں کی آواز جانتا ہے یعنی صاحب اسرار ہوتا ہے)۔

Marfat.com

عالم میں انسان کامل ہمیشہ موجود ہوتا ہے اور صرف ایک ہوتا ہے اس لیے کہ تمام موجودات ایک جسم کی طرح ہیں اور انسان کامل اس میں دل کی طرح سے ہے اور دل ایک سے زیادہ نہیں ہوتا۔ سارے انسان خلاصۂ کائنات اور میوۂ درخت موجودات ہیں اور انسان کامل سارے انسانوں کا خلاصہ ہے۔

انسان کامل کے لیے سب سے بڑی عبادت یہ ہے کہ وہ دنیا کو سنوارے اور سچائی کو اہلِ جہاں میں پھیلائے، بری عادات اور رسومات کی بیخ کنی کرے اور اچھے قواعد و قوانین کو لوگوں میں رائج کرے، لوگوں کو خدا کی طرف بلائے اور انہیں خدا کی وحدانیت کا درس دے، دنیا کی مذمت کرے اور آخرت کی تعریف و توصیف کرے۔ لوگوں کو ایک دوسرے کا مشفق و محبّ بنائے تا کہ وہ ایک دوسرے کی مدد کریں۔ حقیقت میں مسلمان وہی ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

اب انبیا کی دعوت و تبلیغ ختم ہوگئی، صرف اولیا کی تربیت باقی ہے، دعوت انبیا رحمت عام ہے اور تربیت اولیا خواص کے لیے ہے۔ رحمت حق عام ہے تمام موجودات کے لیے، اور رحمت انبیا عام ہے تمام انسانوں کے لیے اور رحمت اولیا عام ہے تمام طالبان حق کے لیے۔ انسان کامل اس بزرگی اور کمال کے باوجود صاحب قدرت نہیں ہوتا، وہ زندگی نامرادی میں گذارتا ہے، یوں وہ علم و اخلاق میں کامل ہوتا ہے لیکن قدرت و مراد کے لحاظ سے ناقص ہوتا ہے، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان کامل بظاہر صاحبِ قدرت ہوتا ہے یعنی بادشاہ یا حاکم ہوتا ہے لیکن ظاہر ہے کہ انسان کی قدرت بہت محدود ہے، غور سے دیکھا جائے تو اس کی نامرادی بیشتر ہے۔ انبیا اور سلاطین بہت سی چیزیں چاہتے تھے کہ وہ ہو جائیں لیکن نہیں ہوتی تھیں اور بہت سی چیزوں کو وہ پسند نہیں کرتے تھے کہ وہ وقوع پذیر ہوں لیکن وہ ہو جاتی تھیں، پس ثابت ہوا کہ انسان خواہ دانا ہو یا نادان، کامل ہو یا ناقص اس کا عجز اور اس کی بیچارگی ظاہر ہے۔ اسی لیے بعض کاملین نے جب اس حقیقت کا ادراک کیا تو انہوں نے ترکِ دنیا کرکے آزادی و فراغت حاصل کرلی، جیسا کہ پہلے بھی بیان کیا جاچکا ہے کہ انسان کامل وہ ہے جسے یہ چار چیزیں کامل طور پر حاصل ہوں۔

(۱)اقوال نیک (۲)افعال نیک (۳)اخلاق نیک (۴)معرفت

انسان کامل آزادوہ ہے کہ جسے یہ آٹھ چیزیں حاصل ہوں: (۱)اقوال نیک (۲)افعال نیک (۳)اخلاق نیک (۴)معرفت (۵)ترک دنیا (۶)گوشہ نشینی (۷)قناعت (۸)گمنامی ____ معرفت سے نسفیؒ کی مراد معرفت دنیا، معرفت آخرت، معرفت خوداور معرفت خدا ہے۔

جو شخص یہ مذکورہ آٹھ چیزیں حاصل کرلے وہی کامل و آزاد ہے اور بالغ وحر ہے اور جو شخص پہلی چار رکھتا ہے وہ صرف انسانِ کامل ہے اور جو فقط آخری چار یعنی ترک دنیا، گوشہ نشینی، قناعت، اور گمنامی، رکھتا ہے وہ صرف مردِ آزاد ہے۔ آزاد مردوں کو اگر مال و مرتبہ مل جائے تو شاد نہیں ہوتے اور اگر مال و مرتبہ چھن جائے تو غمناک نہیں ہوتے، اگر نیا لباس مل گیا تو وہ پہن لیا، اگر پرانا ملا تو وہ پہن لیا، غرض ہر حال میں خوش رہتے ہیں۔[۶]

آزادمردی، فتوت یا جوانمردی اور صوفیہ:

انسان کامل کے تصور ہی کا ایک پہلو آزاد مردی یا فتوت یا جوان مردی بھی ہے۔ آزادمردی اور فتوت تصوف اور اسلامی ادب میں تقریباً ہم معنی ہیں ____ آزاد مرد فارسی زبان میں مختلف معانی میں آیا ہے۔ آزاد مرد سے مراد وہ شخص ہے جو غلام نہ ہو۔

ز مادر همه مرگ را زاده ایم همه بنده ایم ارچه آزاده ایم (فردوسی)

آزاد مرد کے معنی مرد شریف اور نیک طینت کے بھی ہیں۔ فردوسی کہتے ہیں:

میازار کس را کہ آزاد مرد سر اندر نیارد بہ آزار مرد (فردوسی)

یعنی کسی شخص کو دکھ نہ دو کہ آزاد مرد کسی انسان کو بھی دکھ دینے کو پسند نہیں کرتا ____

آزاد مرد کے معنی قلندراور رند کے بھی ہیں:

قرار در کف آزادگان نگیرد مال نہ صبر در دل عاشق نہ آب در غربال (سعدی)

یعنی آزاد لوگوں کے ہاتھ میں پیسہ نہیں ٹکتا، نہ عاشق کے دل میں صبر اور نہ

Marfat.com

چھلنی میں پانی ٹھہرتا ہے۔

عزیز نسفیؒ کی نظر میں حریت یا آزادی کے تین درجے ہیں، پہلے درجہ میں حجاب ظلمانی یعنی حب جاہ و مال سے آزادی ہے، دوسرے درجہ میں حجاب نورانی یعنی علم و تقویٰ اور اطاعت سے آزادی ہے، تیسرے درجہ میں اپنی ذات کی قید سے آزادی ہے،صوفی خود کو بھی فراموش کر دیتا ہے۔ فرمان رسول ﷺ: موتوا قبل ان تموتوا. کا مفہوم یہی ہے ___ نسفیؒ کہتے ہیں کہ درویش کو چاہیے کہ مال و مرتبے کی محبت سے آزاد و فارغ ہو، اسے ہی مرد آزاد بھی کہا جاتا ہے۔ لیکن یہ بھی خیال رہے کہ مطلق آزادی اور فراغت کامل کا کوئی وجود نہیں اور نہ ایسا ہونا (دنیا میں) ممکن ہے ہاں البتہ انسان کو نسبتاً آزاد و فارغ ہونا چاہئے۔ کے اسرار التوحید میں ہے کہ شیخ ابو سعیدؒ سے کسی نے پوچھا کہ یا شیخ بندگی کیا ہے؟ فرمایا خدا نے تجھے آزاد پیدا کیا ہے، آزاد رہ، اس نے کہا یا شیخ میں نے تو بندگی کے بارے میں پوچھا تھا؟ فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ جب تک دونوں جہاں سے آزاد نہیں ہو گے تم بندۂ حق بھی نہیں بن سکتے ___ عین القضاۃؒ کہتے ہیں کہ جب تک خود پرستی کو ترک نہیں کرو گے تم خدا پرست نہیں بن سکتے اور جب تک بندۂ حق نہیں بنو گے آزاد نہیں ہو سکتے۔ [8]

آزادمردی اور بالخصوص فتوت یا جوان مردی اسلامی ادب میں اور خاص طور پر تصوف میں ایک مضبوط روایت کے طور پر موجود ہے۔ اسلامی ادب میں اسی سلسلے میں فتوت نامے وجود میں آئے جن میں خاص طور پر فتوت نامۂ عطار، فتوت نامۂ سہروردی، فتوت نامۂ نجم الدین زرکوب، رسالۂ فتوتیہ میر سید علی ہمدانی، فتوت نامۂ منظوم ناصر سیواسی، فتوت نامہ ہای عبدالرحمٰن سلمی، علی بن عبدالرسول، خواجہ عبداللہ انصاری، ابن المعمار حنبلی، عبدالرزاق کاشانی، علاء الدولہ سمنانی وغیرہ۔ رسالۂ فتوتیہ از شمس الدین محمد آملی اور حسین واعظ کاشفی کا فتوت نامۂ سلطانی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ فریدالدین عطارؒ نے اپنے منظوم فتوت نامہ میں بہتر صفات گنوائی ہیں جو ایک جوان مرد میں ہوتی ہیں، جن میں سے چند ایک یہ ہیں: مروت، سچائی، سخاوت، وفاداری، پاکدامنی، فروتنی، بردباری وغیرہ۔

Marfat.com

حضرت جنیدؒ کا قول ہے کہ شام فتوت کا، عراق فصاحت کا اور خراسان صدق کا مرکز ہے۔9۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اصحاب کہف کو جواں مرد کہا ہے، حضرت ابراہیمؑ، حضرت خضرؑ یا یوشعؑ بن نون اور حضرت یوسفؑ کو جوان مرد کہا ہے، حضرت رسول پاکؐ نے حضرت علیؓ کو جواں مرد کہا تھا، کہا جاتا ہے کہ ایک روز حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے کہ ایک سائل آیا اور اس نے سوال کیا، آپؐ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ اس کے ساتھ جوانمردی کرو، حضرت علیؓ اٹھے اور گھر گئے، واپس آ کر اس سائل کو ایک دینار، پانچ درہم اور ایک روٹی دی۔ رسول پاکؐ نے فرمایا کہ ایسا کیوں کیا؟ جواب دیا کہ جب سائل نے سوال کیا تو میرے دل میں آیا کہ میں اسے ایک روٹی دوں، پھر خیال آیا کہ اسے پانچ درہم دوں، پھر دل میں آیا کہ اسے ایک دینار دوں، سو میں نے یہ پسند نہ کیا کہ جو باتیں میرے دل میں آئی تھیں انہیں پورا نہ کروں۔ حضورؐ نے فرمایا لافتیٰ الاّعلی یعنی جوانمرد کوئی نہیں مگر علیؓ ہیں۔ فتوت نامۂ سلطانی میں حسین واعظ کاشفیؒ فرماتے ہیں کہ جنگ اُحد میں چند کافر حضرت رسول اکرمؐ پر حملہ آور ہوئے، آپؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ ان کو بزور شمشیر دفع کرو، چنانچہ حضرت علیؓ نے انہیں حملہ کر کے بھگا دیا، ایک بار پھر کفار کا ایک گروہ حضرت رسول اکرمؐ پر حملہ آور ہوا، آپؐ کے اشارے سے حضرت علیؓ نے حملہ کر کے بھگا دیا، اس وقت ہاتف غیبی سے آواز آئی لا فتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار۔ 10۔

عنصر المعالی کیکاؤس نے قابوس نامہ میں آئین جوان مردی کے باب میں لکھا ہے کہ جوان مردی کی اصل یا بنیاد تین چیزیں ہیں، ایک یہ کہ جو کہو وہ کرو، دوم یہ کہ صرف سچ بولو اور سوم یہ کہ صبر و تحمل اختیار کرو۔ سپاہیوں اور عیاروں کی جوان مردی اور ہے اور تاجروں کی جواں مردی اور ہے، صوفیہ کی جوان مردی بالکل مختلف ہے، اور سب سے بڑھ کر فتوت یا جوانمردی پیغمبروں کی ہے کہ حقیقی جوانمردی انہی کی ہے ــــ حضرت معروف کرخیؒ کا قول ہے کہ فتوت کی تین نشانیاں ہیں۔ (۱) وفائے بے خلاف (۲) تعریف بے عطا (۳) عطائے بے سوال۔ 11 ــــ احمد بن خضرویہؒ نے اپنی بیوی امِ علی سے کہا کہ میں ایک دعوت کرنا چاہتا ہوں، جس میں ایک جواں مرد کو جو

Marfat.com

اپنے شہر کے جوان مردوں کا سردار ہے، بلاؤں گا۔ بیوی نے کہا کہ تم جوان مرد کی دعوت نہیں کرسکو گے۔ احمد بن خضرویہؒ نے کہا کہ میں ضرور کروں گا۔ بیوی نے کہا اگر تم ایسا ہی کرنا چاہتے ہو تو بھیڑ بکریوں، گایوں اور گدھوں کو ذبح کر کے اپنے مہمان کے گھر کے دروازے سے لے کر اپنے گھر کے دروازے تک ڈال دو۔ (یہ سن کر) احمد بن خضرویہؒ نے کہا کہ بھیڑ بکریوں اور گایوں کے متعلق تو میں جانتا ہوں کہ انہیں کھانے کے لئے ذبح کیا جائے، مگر گدھوں کو کیوں ذبح کیا جائے؟ بیوی نے کہا تم ایک بافتوت انسان (جوان مرد) کو اپنے گھر بلا رہے ہو تو کم از کم محلّہ کے کتوں کو بھی کچھ نہ کچھ خیر ملنی چاہیے۔

ایک شخص نے ایک عورت سے شادی کی مگر زفاف سے پہلے اس عورت کو چیچک ہوگئی۔ خاوند نے کہا کہ میری آنکھوں میں تکلیف ہے، پھر کہا کہ آنکھیں اندھی ہوگئیں۔ اس کے بعد عورت اس کے گھر آئی اور بیس سال کے بعد مرگئی۔ بیوی کے مرنے کے بعد اس شخص نے اپنی دونوں آنکھیں کھول لیں اور کہا کہ میری بینائی بحال ہوگئی ہے۔ کسی نے اس کی وجہ پوچھی تو بتایا کہ میں اندھا نہیں ہوا تھا بلکہ اس خیال سے کہ بیوی کا چیچک زدہ چہرہ دیکھا تو وہ غم زدہ ہوگی، اس لیے میں نے اپنے آپ کو اندھا ظاہر کیا ہوا تھا تاکہ وہ سمجھے کہ میں نے اس کا چہرہ دیکھا ہی نہیں۔ لوگوں نے یہ سن کر کہا کہ تم تو اہلِ فتوت (جوان مردوں) کے سردار ہو ــــ حضرت حاتم اصمؒ کے پاس ایک عورت کوئی مسئلہ پوچھنے آئی، اتفاق سے اس کی ریح خارج ہوگئی جس کی وجہ سے وہ بہت نادم ہوئی، اس نے جب مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ زور سے بات کہو کہ میں بہرا ہوں، پھر اُس نے بلند آواز سے مسئلہ پوچھا تو آپ نے اس مسئلے کا جواب دیا، درحقیقت آپ بہرے نہیں تھے بلکہ عورت کی شرمندگی کو رفع کرنے کے لیے جان بوجھ کر بہرے بن گئے تھے اور اسی حوالے سے آپ کو اصم (بہرا) کہا جاتا ہے ــــ ارباب فتوت کی ایک جماعت ایک شخص کی زیارت کے لئے آئی جو فتوت کا دعویٰ کرتا تھا۔ اس آدمی نے نوکر سے دسترخوان لانے کو کہا۔ مگر وہ نہ لایا۔ اس آدمی نے دوبارہ، سہ بارہ کہا۔ وہ لوگ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے اور انہوں نے کہا یہ فتوت نہیں

Marfat.com

کہ انسان ایسے شخص سے خدمت لینا چاہے جو دستر خوان لانے میں اس قدر نافرمانی کرے۔ جب نوکر آیا تو اس شخص نے نوکر سے پوچھا کہ تم نے دستر خوان لانے میں اتنی دیر کیوں کی؟ نوکر نے کہا: دستر خوان پر چیونٹیاں تھیں لہٰذا یہ مناسب نہ تھا کہ چیونٹیوں والا دستر خوان لے آؤں اور یہ بھی فتوت نہ تھی کہ دستر خوان سے چیونٹیوں کو گرادوں۔ لہٰذا میں نے توقف کیا تاکہ چیونٹیاں رینگ کر چلی جائیں۔ یہ سن کر سب نے کہا اے لڑکے تو نے بڑی دقیق بات کہی ہے، ارباب فتوت کی خدمت کرنے والا تمہارے ایسا ہی جوان مرد ہونا چاہیے ___ ابو مرثد علی شرفائے عصر میں سے تھا، اس کی مدح ایک شاعر نے لکھی، ابو مرثد نے کہا کہ میرے پاس تمہیں انعام دینے کے لیے کچھ نہیں، البتہ تم ایسا کرو کہ مجھے قاضی کے سامنے لے جا کر پیش کردو اور دعویٰ کرو کہ اس کے ذمے میرے دس ہزار درہم ہیں، میں اقرار کرلوں گا، قاضی مجھے اس قرض کے بدلے قید میں ڈال دے گا، میرے قبیلہ والے مجھے قید میں نہیں رہنے دیں گے اور تمہیں پیسے دے کر مجھے چھڑا کر لے جائیں گے، اس نے ایسا ہی کیا، رات ہونے سے پہلے پہلے شاعر کو دس ہزار درہم دے کر ابو مرثد علی کو اس کے اہل قبیلہ قید سے چھڑا کر لے گئے __ ایک حاجی مدینہ میں آیا اور اسے خیال ہوا کہ اس کی تھیلی جس میں دینار تھے چوری ہوگئی ہے۔ اس نے حضرت جعفر صادقؓ کو دیکھا، ان سے لپٹ گیا اور کہتا رہا کہ تم نے ہی میری تھیلی لی ہے۔ حضرت جعفر صادقؓ نے فرمایا اس میں کیا تھا؟ اس نے کہا ایک ہزار دینار۔ آپ اسے اپنے گھر لے گئے اور ایک ہزار دینار گن کر دے دیئے۔ جب وہ شخص اپنے گھر گیا تو دیکھا کہ تھیلی گھر میں پڑی ہے اور اسے چوری کا وہم ہوا تھا۔ لہٰذا وہ عذر خواہی کے لئے حضرت جعفر صادقؓ کے پاس آیا اور دینار واپس کرنا چاہے۔ مگر انہوں نے واپس لینے سے انکار کردیا اور فرمایا جو چیز میں اپنے ہاتھ سے دے چکا ہوں اسے واپس نہیں لوں گا۔ اس نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ لوگوں نے کہا یہ حضرت امام جعفر صادقؓ ہیں۔

جوان مردوں کے بارے میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ جوان مردوں کو عیاّر بھی کہا جاتا تھا، شاطر اور کلو بھی کہتے تھے۔ جوان مردوں کی تنظیم ایک باقاعدہ

Marfat.com

جماعت کی شکل میں ہوتی تھی، ان کا ایک گرو یا لیڈر ہوتا تھا، یہ لوگ ایک خاص قسم کا کرتا پہنتے تھے۔ جب جوان مردوں کا گرو کسی کو اپنے مسلک میں شامل کرتا تھا تو جوانمردی کی رسم ادا کی جاتی تھی اور نو وارد کو وہ ایک خاص قسم کا لباس عطا کرتا تھا (جیسے صوفیہ خرقہ عطا کرتے ہیں) اور نمک ملا پانی پلاتا تھا۔ اس رسم میں پانی زندگی کی اور نمک وفاداری کی علامت ہے۔ خلیفہ عباسی الناصرلدین اللہ نے ۵۷۸ ہجری میں جوان مردوں کے سردار ابن یوسف ابن صالح سے جوان مردی کا لباس پہنا تھا اور خود اس نے جوانمردی کی ترویج میں کوشش کی تھی تاکہ ان جوانمردوں کی بہادری سے استفادہ کرے، صلیبی جنگجوؤں اور یورپی حملہ آوروں سے دنیائے اسلام کو بچائے اور خلافت کو مستحکم کرے، لیکن ۶۲۲ ہجری میں الناصرالدین اللہ کی وفات کی وجہ سے اس پروگرام پر عمل نہ ہوسکا۔

جوان مرد ڈاکو اور راہزن بھی ہوتے تھے۔ خاص طور پر عباسی دور میں معاشرے کے بدکردار لوگ بھی خود کو جوان مرد کہلاتے تھے۔ جوان مرد ڈاکوؤں کے عجیب وغریب واقعات ہیں، کہتے ہیں کہ ایک ایسے ہی جوان مرد ڈاکو نے ایک دیہاتی کو پکڑ لیا اور حکم دیا "سب کچھ میرے حوالے کردو اور لباس بھی اتار کردے دو" اس نے کہا پاس ہی میرا باغ ہے مجھے وہاں تک جانے دو، وہاں پہنچ کر میں تمہیں اپنے کپڑے اتار کر دیدوں گا اور دوسرے کپڑے پہن لوں گا۔ ڈاکو نے کہا نہیں میں ایسا نہیں کرسکتا کہ تم وہاں مجھے اپنے نوکروں سے مل کر پکڑلو گے۔ اس شخص نے کہا کہ میں خدا کی قسم کھاتا ہوں ایسا نہیں کروں گا۔ ڈاکو نے کہا حضرت امام مالک بن انسؒ سے روایت کی جاتی ہے کہ ڈاکوؤں سے بچنے کے لئے جو قسم کھائی جائے اس کو پورا کرنا لازم نہیں ہوتا، اس لئے میں تیری قسم پر اعتبار نہیں کرسکتا۔ اس شخص نے کہا کہ میں تجھے خدا اور رسولؐ کا واسطہ دیتا ہوں تو مجھے جانے دے میں باغ میں جا کر اپنا سارا لباس تجھے دیدوں گا۔ ڈاکو کچھ دیر سوچتا رہا پھر بولا تجھے معلوم ہے کہ میں کیا سوچ رہا تھا؟ میں یہ سوچ رہا تھا کہ رسول خداؐ کے زمانے سے لے کر اب تک تمام ڈاکوؤں کی ڈاکہ زنی کے واقعات میری نظر میں ہیں، مجھے کوئی ایسی نظیر نہیں ملی کہ کسی ڈاکو نے ڈاکہ زنی میں ادھار کیا ہو۔

میں اسے مکروہ سمجھتا ہوں کہ دین اسلام میں بدعت پیدا کروں، اگر میں یہ بدعت اختیار کرتا ہوں کہ تیرے وعدے پر یقین کرلوں تو اس ڈاکے کا گناہ بھی اور قیامت تک جتنے ڈاکو ایسا کریں گے ان کا گناہ بھی میری گردن پر ہوگا۔ بس تو لباس اتار کر مجھے دے دے۔ اس شخص نے کہا کیا تمہیں شرم نہیں آتی کہ مجھے ننگا کردو گے۔ ڈاکو نے کہا کوئی بات نہیں حضرت مالک بن انسؒ سے روایت کی جاتی ہے کہ اگر آدمی ننگا ہو کر غسل کرے تو کوئی گناہ نہیں۔ یوں ننگا ہونا گناہ کی بات نہیں۔ آخر ڈاکو نے اس شخص کے کپڑے اتروائے جنہیں وہ لے اڑا۔۱۲

حضرت فضیل عیاضؒ جنہیں فرید الدین عطارؒ نے مُقدِمِ تائبان (یعنی توبہ کرنے والوں کا سردار) اور عیار طریقت کہا ہے ابتدا میں ڈاکوؤں کے سردار تھے۔ ایک روز ایک قافلے کو لوٹنے کے لئے حضرت فضیلؒ کے ساتھیوں نے حملہ کیا، قافلے والوں میں ایک شخص جس کے پاس سونے کی اشرفیوں کی تھیلی تھی اپنی تھیلی لے کر چپکے سے وہاں سے سٹک گیا، تاکہ اسے کہیں چھپا دے اور جب ڈاکو چلے جائیں گے تو اس تھیلی کو نکال کر اپنے کام میں لے آئے گا۔ جب وہ قافلے سے باہر نکلا تو اسے ایک خیمہ نظر آیا۔ اس میں جا کر دیکھا کہ ایک صاحب بزرگ صورت بیٹھے ہیں، یہ حضرت فضیل عیاضؒ تھے، اپنی تھیلی ان کے سپرد کردی، انہوں نے فرمایا جاؤ اور خیمے کے گوشے میں یہ تھیلی رکھ دو۔ جب ڈاکو لوٹ مار کر کے چلے گئے، تو وہ خیمے میں آیا تاکہ اپنی تھیلی لے لے، اس نے دیکھا کہ ڈاکو خیمے میں بیٹھے ہیں اور لوٹ کا مال تقسیم کررہے ہیں۔ اس آدمی نے جب یہ دیکھا تو سمجھ گیا کہ اس نے تھیلی ڈاکو بلکہ ڈاکوؤں کے سردار کے حوالے کی تھی، وہ تھیلی کے ملنے سے مایوس ہوگیا۔ حضرت فضیلؒ نے اسے دور سے دیکھ لیا، پاس بلایا اور وہ تھیلی اس کے حوالے کردی۔ ساتھیوں نے کہا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ فرمایا کہ اس شخص نے مجھ پر نیک گمان کیا، میں بھی خدا سے نیک گمان (یعنی امید) رکھتا ہوں کہ مجھے توبہ کی توفیق عطا فرمائے گا۔ میں نے اس کے گمان کو سچ کردیا، ان شاء اللہ خداوند تعالیٰ میرا گمان بھی سچ کردے گا۔ آخر انہیں توبہ کی توفیق ملی، وہ عظیم صوفیہ میں شمار ہوتے ہیں۔۱۳ ایسا ہی ایک جوان مرد ڈاکو سلطانہ ڈاکو کے نام سے

Marfat.com

برصغیر میں میرٹھ (یوپی ہندوستان) کے علاقے میں بھی ہوا تھا، جو بہت مشہور ہے۔

حضرت ابوسعید ابوالخیرؒ ایک حمام میں گئے، وہاں ایک ملازم نے آپ کے بدن کی مالش کی، ساتھ ہی جسم کا میل اتار کر آپ کے ہاتھ پر رکھ دیا اور پوچھا جناب فتوت (جوان مردی) کسے کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ لوگوں کے میل اور ان کی گندگی کو ان کے سامنے نہ رکھنا فتوت ہے۔ ملازم کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور وہ فوراً آپ کے پاؤں پڑ گیا، معافی مانگی اور آپ کا مرید ہوگیا۔۱۴؎ ___ مشہور صوفی حضرت حمدون قصارؒ نے ایک شخص، جسکا نام نوح تھا اور جو اپنے زمانے کا مشہور عیار یا صاحب فتوت تھا، سے پوچھا کہ جوانمردی کیا ہے؟۔ اس نے پوچھا کہ میری جوانمردی یا آپ کی جوانمردی؟ حمدون قصارؒ نے کہا کہ دونوں ہی کی جوانمردی کے بارے میں بتاؤ ___ اس نوجوان نے کہا کہ میری جوانمردی یہ ہے کہ قبا اتاردوں اور مرقع (گڈری) پہن لوں تاکہ صوفی بن جاؤں اور مخلوق کی شرم سے گناہوں سے بچوں اور تمہاری جوانمردی یہ ہے کہ تم مرقع اتار دو تاکہ تم سے مخلوق دھوکا نہ کھائے اور مخلوق سے تم دھوکا نہ کھاؤ۔۱۵؎ ___ جب حضرت شاہ شجاع کرمانیؒ نیشاپور پہنچے تو حضرت ابوحفص حدادؒ نے اپنی عظمت و برتری کے باوجود حضرت شاہ شجاع کرمانیؒ کی جوانمردی کا احترام کرتے ہوئے فرمایا جس کو میں عبا میں تلاش کرتا تھا، اس کو میں نے قبا میں پایا "وجدت فی القبا ما طلبت فی العبا"۱۶؎ ___ حضرت ابوالحسن بوشنجیؒ کا قول ہے کہ جوانمردی یہ ہے کہ انسان دوسروں کے ساتھ اچھا سلوک کرے، دوستی کو قائم رکھے اور ظاہر و باطن کو ایک رکھے۔۱۷؎ ___ لوگوں نے محمد علی ترمذیؒ سے تقویٰ اور جوانمردی کے بارے میں پوچھا، آپ نے فرمایا کہ تقویٰ یہ ہے کہ قیامت میں کوئی شخص تمہارا دامن نہ پکڑے اور جوانمردی یہ ہے کہ تم کسی کا دامن نہ پکڑو۔ حضرت محمد علی ترمذیؒ کا قول ہے کہ مرد عزیز وہ ہے جسے گناہ ذلیل نہ کرے، مرد آزاد وہ ہے جسے لالچ غلام نہ بنائے، سردار وہ ہے جسے شیطان غلام نہ بنائے اور عاقل و دانا وہ ہے جو خدا کے لیے پرہیزگاری کرتا ہے اور اپنے نفس کا احتساب کرتا ہے۔۱۸؎ ___ حضرت شبلیؒ کا قول ہے کہ جوانمردی یہ ہے کہ مخلوق کو اپنی طرح چاہو بلکہ اپنے سے بہتر چاہو۔۱۹؎ ___

Marfat.com

حضرت ابوعلی دقاقؒ کا قول ہے کہ فتوت سے مراد ہے دوسروں کی بھلائی کے لئے کام کرنا، قیامت کے دن سب لوگ نفسی نفسی کہیں گے اور رسول پاک ﷺ فرمائیں گے امتی امتی۔۲۰؎___ فتوت نامہ سلطانی میں واعظ کاشفی کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کا قول ہے کہ فتوت یہ ہے کہ کوئی ایسا کام پوشیدہ طور پر نہ کرو کہ اگر ظاہر ہو جائے تو تم شرمندہ ہو___ حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کا قول ہے کہ کچھ لوگ کعبے کا طواف کرتے ہیں، کچھ آسمان پر بیت المعمور کا طواف کرتے ہیں اور کچھ عرش کا طواف کرتے ہیں لیکن جوانمرد خداتعالیٰ کی یکتائیت کا طواف کرتے ہیں۔ حضرت ابوالحسن خرقانیؒ ہی کا قول ہے کہ جوانمردی ایک سمندر ہے جس کے تین چشمے ہیں: ایک سخاوت، ایک شفقت، ایک مخلوق سے بے نیازی اور حق سے نیازمندی۔ انہی کا قول ہے کہ دانا حضرات خدا کو نورِ دل سے دیکھتے ہیں اور دوست نور یقین سے اور جوانمرد نور معاینہ (نور عین) سے۲۱؎___ حضرت امام تقیؒ کا قول ہے کہ فتوت کے تین درجے ہیں: (۱) سخا یعنی جو کچھ پاس ہے اسے کسی سے دریغ نہ رکھے (۲) صفا یعنی اپنے سینہ کو کبر اور کینہ سے پاک رکھے۔ (۳) وفا یعنی خدا کے حقوق اور خلق خدا کے حقوق پوری طرح ادا کرے___ حضرت امام تقیؒ ہی کا قول ہے کہ فتوت کے مختصراً یہ معنی ہیں کہ انسان اپنے باطن کو خدا کے ساتھ اور ظاہر کو مخلوق کے ساتھ سچا رکھے___ طاؤس یمانی نے حضرت امام زین العابدینؑ سے پوچھا کہ فتوت کیا ہے؟ فرمایا عبادت رحمٰن اور مخالفت شیطان___ صوفی نامہ میں ہے کہ خلق خدا کی مدد مال سے کرنا سخاوت ہے، جان سے کرنا فتوت ہے، اپنے اعمال کو شریعت کے مطابق رکھنا مروت ہے۔ فتوت صلاح صحبت ہے، سخاوت گو ہر انسانیت ہے اور مروت فتوت ہی کی ایک صورت ہے___ حضرت جعفر خلدیؒ کا قول ہے کہ فتوت یا جوانمردی یہ ہے کہ انسان خود کو حقیر جانے اور مسلمانوں کی حرمت کو عظیم سمجھے۔۲۲؎___ حضرت ابوحفص حدادؒ (قرن سوم ھ) کے مطابق فتوت یہ ہے کہ خود تو دوسروں کے ساتھ انصاف کرو لیکن دوسروں سے اپنے لیے انصاف نہ طلب کرو۔ مناہج الطالبین میں ہے کہ ایک بزرگ کا قول ہے کہ چالیس سال درویشوں کی صحبت میں رہا ہوں اور اس چالیس سال کے عرصے میں کوئی شخص مجھ سے آزردہ خاطر نہیں ہوا اور

Marfat.com

میرے اور کسی کے درمیان کوئی جھگڑا نہیں ہوا۔ لوگوں نے پوچھا یہ کیسے ممکن ہے؟۔ انہوں نے فرمایا کہ میں ہمیشہ اپنے نفس کا دشمن رہا ہوں اور ہمیشہ درویشوں کا دوست رہا ہوں۔ میں درویشوں کی عزت کرتا تھا اور خود کو ان سے کمتر سمجھتا تھا۔ حضرت سیدی احمدؒ کا قول ہے کہ جو عاجزی کا اظہار کرتا ہے خدا تعالیٰ اس کی قدر و منزلت بلند کر دیتے ہیں اور جو غرور کرتا ہے حق تعالیٰ اسے لوگوں کی نظر میں ذلیل کر دیتے ہیں۔ ۲۳

صوفیہ شریعت کی پیروی صدق و اخلاص سے کرتے ہیں یوں صوفیہ صدق و اخلاص کا پیکر ہوتے ہیں، قرآنِ پاک میں ہے یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوْا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ (سورہ۹، آیت۱۱۹) وَالَّذِیْ جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِہٖ اُوْلٰئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ (سورہ۳۹، آیت۳۳) اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ (سورہ۳۹، آیت۳)____ صوفیہ کا قول ہے "خود را چناں کہ باشی نمائی یا چناں کہ نمائی باشی" یعنی صدق یہ ہے کہ تم اپنے آپ کو ایسا ظاہر کرو جیسا کہ تم ہو یا جیسا تم ظاہر کرتے ہو ایسے تم بن جاؤ____ بزرگانِ دین کا قول ہے کہ اخلاص یہ ہے کہ اپنے معاملات کو مخلوق کی نظر سے محفوظ رکھو اور صدق یہ ہے کہ اپنے اعمال کو نفس کی آلائش سے پاک رکھو۔ صدق کے معنی ہیں (عمل) سچا ہونا اور اخلاص کے معنی ہیں (عمل) خدا تعالیٰ کے لئے ہونا۔ صدق و اخلاص کے حوالے ہی سے صوفیہ کی حق گوئی کے محیر العقول واقعات ہیں____ فقرائے خانقاہ نشین نے شاہانِ مسند نشین کے سامنے بڑی بے باکی اور بے خوفی سے کلمۂ حق کہا ہے اور انہیں دینداری کی تبلیغ کی ہے، ظلم و ستم سے باز رہنے اور عدل و انصاف کرنے کی تلقین کی ہے۔ صوفیائے کرام نے ظالم اور جابر بادشاہوں کے سامنے ہمیشہ حق بات کہی ہے، انہوں نے اپنا سر کٹا دیا لیکن کبھی اپنا سر نہیں جھکایا، تاریخ اسلام ایسے واقعات سے پر ہے۔ یوں صوفیہ نے اسلامی معاشرے میں ایک طرح سے حزب اختلاف کا رول ادا کیا ہے۔

حضرت سفیان ثوریؒ کا قول ہے کہ بہترین حکمران وہ ہے جو اہلِ علم کی مجلس میں بیٹھے اور ان سے علم سیکھے اور بدترین عالم وہ ہے جو حکمرانوں کی مجالس میں جائے۔ حضرت ابوسلیمان دارانیؒ کا قول ہے کہ میں خلیفۂ وقت کو برا سمجھتے ہوئے بھی

Marfat.com

کبھی لوگوں کے سامنے اس کی برائی اس ڈر سے نہیں کرتا کہیں لوگ مجھے مخلص اور حق گو نہ سمجھ بیٹھیں ___ شیخ عبداللہ نیازیؒ سلیم شاہ سوری کے طلب کرنے پر جب لشکر شاہی میں پہنچے تو بے باکانہ گردن اٹھائے سلیم شاہ کے سامنے جا کھڑے ہوئے اور السلام علیکم کہا۔ ایک مرید نے جو انہیں شاہی غضب سے بچانا چاہتا تھا ان کی گردن جھکا دی اور کہا بادشاہوں کو یوں سلام نہیں کرتے بلکہ گردن جھکا کر کرتے ہیں۔ اس پر شیخ نے گرج کر کہا سلام کا وہ طریقہ جو سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور صحابہ کرامؓ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا کرتے تھے، وہ یہی ہے، میں اس کے سوا کوئی اور سلام نہیں جانتا، سلیم شاہ نے غضبناک ہو کر اشارہ کیا اور شیخ عبداللہ نیازیؒ کے جسم کے ٹکڑے کر دئے گئے[۲۴] ___ حضرت امام احمد بن حنبلؒ قرآنِ پاک کو مخلوق نہیں مانتے تھے اور بغداد میں معتزلہ کا غلبہ تھا، معتزلہ کے کہنے پر حضرت امام احمد بن حنبلؒ کو گرفتار کر لیا گیا۔ خلیفہ کے محل کے دروازے پر ایک سپاہی تھا، اس نے کہا اے امام خبردار مردوں کی طرح بات کرنا اور اپنی بات پر قائم رہنا میں نے بھی ایک چوری کی تھی، مجھے ہزار دُرّے مارے گئے لیکن میں نے اقرار نہیں کیا، آخر کار مجھے رہائی مل گئی۔ میں نے باطل پر اس طرح صبر کیا تم تو حق پر ہو۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے سخت مظالم سہے، کوڑے کھائے لیکن اس پیکر حق نے قرآن کو اللہ کا کلام ہی کہا، قرآن پاک کو مخلوق نہیں مانا ___ غلام خلیل نے صوفیہ سے دشمنی کی وجہ سے خلیفۂ وقت کے پاس شکائت کی کہ یہ لوگ رقص و سرود کرتے ہیں اور کلمات کفر بولتے ہیں اور تہہ خانوں میں بیٹھتے ہیں اور وہاں چھپ کر باتیں کرتے ہیں، یہ لوگ زندیق ہیں ان کے قتل کرنے سے زندیقیت ختم ہو جائے گی اور خلیفہ کو بڑا ثواب ملے گا۔ خلیفہ نے فوراً حکم دیا کہ ان سب کو ہمارے حضور میں پیش کیا جائے چنانچہ ابوحمزہ، حضرت ارقامؒ، شبلیؒ، ابوالحسن نوریؒ اور جنید بغدادیؒ کو پیش کیا گیا، خلیفہ نے ان کے قتل کرنے کا حکم دے دیا۔ جلاد نے ارقامؒ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا، حضرت ابوالحسن نوریؒ فوراً اپنی جگہ سے اٹھے حضرت ارقامؒ کی جگہ پر جا بیٹھے اور مسکراتے ہوئے بولے کہ سب سے پہلے مجھے قتل کرو، جلاد نے کہا اے جوانمرد! ابھی تیری باری نہیں آئی، حضرت ابوالحسن نوریؒ نے کہا کہ میرے

Marfat.com

طریقے کی بنیاد ایثار پر ہے، دنیا میں سب سے عزیز ترین چیز مجھے زندگی ہے، میں چاہتا ہوں کہ اپنی زندگی کا ایک لمحہ اپنے بھائیوں اور دوستوں کے لیے قربان کردوں، حالانکہ میرے نزدیک دنیا کی زندگی کا ایک لمحہ آخرت کے ہزار سال سے بہتر ہے کیونکہ دنیا خدمت کی جگہ ہے اور آخرت قربت کا مقام ہے اور قربت خدمت سے حاصل ہوتی ہے، جب یہ باتیں خلیفہ نے سنیں تو وہ ان کے خلوص اور ایثار سے بہت متاثر و متعجب ہوا، اس نے حکم دیا کہ ابھی کسی کو قتل نہ کیا جائے اور ان کا معاملہ قاضی کے سپرد کردیا۔ قاضی نے کہا کہ بغیر دلیل کے ان کو کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ قاضی کو معلوم تھا کہ حضرت جنید بغدادیؒ ایک بہت بڑے عالم ہیں اور نوری کی باتیں بھی سن چکے تھے، اس نے دل میں خیال کیا کہ اس دیوانہ مزاج شبلیؒ سے کوئی فقہ کا سوال پوچھا جائے تاکہ وہ جواب نہ دے سکے، قاضی نے حضرت شبلیؒ سے پوچھا بیس دینار پر کتنی زکوۃ دینی چاہیے؟ حضرت شبلیؒ نے فرمایا ساڑھے بیس دینار، قاضی نے پوچھا اس طرح کی زکوۃ کا کس نے فتویٰ دیا؟ حضرت شبلیؒ نے فرمایا حضرت صدیق اکبرؓ نے کہ چالیس ہزار دینار رکھتے تھے اور ایک کوڑی اپنے پاس نہ رکھی سب راہِ حق میں دے دیے۔ قاضی نے پوچھا کہ اس آدھے دینار کا کیا معاملہ ہے؟ شبلیؒ نے کہا کہ یہ جرمانہ ہے کہ بیس دینار کیوں جمع کیے؟ پھر قاضی نے حضرت نوریؒ سے ایک مسئلہ پوچھا، حضرت ابوالحسن نوریؒ نے فوراً جواب دے دیا، قاضی شرمندہ ہوگیا اور پھر ابوالحسن نوریؒ نے کہا اے قاضی تم نے ساری باتیں پوچھیں لیکن اس کے بارے میں بالکل نہ پوچھا کہ ایسے مردانِ خدا بھی ہیں جن کا اٹھنا بیٹھنا، حرکت و سکون خدا سے ہے، اسی کے ساتھ ہے، یہ لوگ اسی سے زندہ و پائندہ ہیں، اگر ایک لمحہ اس کے مشاہدے سے محروم ہوجائیں تو ان کی جان نکل جائے، یہ لوگ خدا کے حکم ہی سے یعنی خدا کے حکم کے مطابق سوتے ہیں، کھاتے ہیں، چلتے ہیں، دیکھتے ہیں، سنتے ہیں ___ قاضی نے خلیفہ سے کہا کہ اگر یہ ملحد ہیں تو پھر میری نظر میں ساری دنیا میں کوئی بھی موحد نہیں، خلیفہ نے ان حضرات کو اپنے دربار میں بلایا اور کہا کوئی حاجت ہو تو بتایئے؟ ان لوگوں نے کہا کہ ہماری حاجت یہ ہے آپ ہمیں فراموش کردیں ___ حضرت خواجہ خوردؒ (جو حضرت باقی باللہؒ کے بیٹے تھے) کی مجلس

میں ایک امیر بہمن یار خان عام لباس میں آ گیا اور عوام کی صف میں نیچے ہی بیٹھ گیا، کسی نے امیر کو پہچان لیا اور حضرت خواجہ خوردؒ کے کان میں کہا کہ فلاں شخص امیر بہمن یار ہے اور اس کی تعظیم واجب ہے۔ آپ نے بلند آواز سے فرمایا کہ اگر یار ہے تو اسے تعظیم کی ضرورت نہیں، اگر اغیار میں سے ہے تو وہ لائق تعظیم نہیں، بہمن یار نے جب یہ سنا تو بہت محظوظ ہوا___ عالمگیر دکن کے بزرگ صوفی حضرت عبداللطیف برھانپوریؒ کی خدمت میں گئے اور کچھ گاؤں بطور نذر پیش کئے مگر انہوں نے یہ گاؤں قبول کرنے سے انکار کیا اور یہ شعر پڑھا:

شاہ ما را دہ دھد، منت نہد
رازقِ ما رزق بے منت دھد

یعنی بادشاہ ہمیں گاؤں دیتا ہے اور احسان دھرتا ہے، ہمارا رازق ہمیں رزق بغیر احسان جتائے عطا کرتا ہے۔

بادشاہ اورنگ زیب اس شعر کو سن کر متاثر ہوئے مگر انہوں نے کہا کہ ہم فقرا تو اہل اللہ کی خدمت دنیا کی بھلائی اور آخرت کی برکت کے لیے کرتے ہیں، احسان کرنا مقصود نہیں۔ حضرت عبداللطیفؒ نے فرمایا اگر خیر و برکت حاصل کرنا ہے تو متوکلین کے وظیفے مقرر کرو، مظلوموں کو ظالموں سے بچاؤ، کمزوروں کو ان کے حقوق دو۔ ۲۵___ کہتے ہیں کہ سلطان محمود غزنوی شیخ ابوالحسن خرقانیؒ کی زیارت کے لیے خرقان آئے اور خیال تھا کہ شیخ استقبال کے لیے آئیں گے۔ شیخ نے پروا نہیں کی، امیر ایاز شیخ کے پاس آئے کہ سلطان جو غازی اور مجاہد ہے اور مسلمانوں کا بادشاہ ہے، آپ اس سے ملاقات کے لیے نہیں آئے حالانکہ وہ صرف آپ کی زیارت کے لیے یہاں آیا ہے۔ شیخ نے فرمایا کہ ہم فقیر ہیں اور وہ سلطان ہے، ہماری فقیری اور ان کی عظمت سلطنت میں کیا مناسبت، ایاز نے کہا آپ نے یہ آیت تو سنی ہوگی:

اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ. (یعنی اللہ اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور حاکم وقت کی اطاعت کرو) (سورہ ۴، آیت ۵۹) شیخ نے جواب دیا جو آیت تم نے پڑھی ہے وہ واجب الاطاعت اور لازم الاتباع ہے لیکن میں تو

Marfat.com

اطیعوا اللہ میں اتنا غرق ہوں کہ ابھی اطیعوا الرسول تک نہیں پہنچا، اولی الامر کی تو بات ہی کیا۔ آخر سلطان محمود شیخ کی زیارت کرنے خود گیا۔

ایک دفعہ امام محمد غزالیؒ کو مشہور بادشاہ ایران سنجر نے دربار میں بلایا۔ دربار کی شان دیکھ کر آپ پر رعشہ طاری ہو گیا۔ آپ کے ساتھ ایک حافظ قرآن تھا۔ آپ نے اس کو کہا کہ کوئی آیت پڑھو۔ اس نے یہ آیت پڑھی اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ. (سورہ ۳۹، آیت ۳۶) (کیا اللہ تعالیٰ بندوں کے لیے کافی نہیں ہے) حضرت امام غزالیؒ سنبھل گئے اور دربار میں بڑی بے باکی سے تقریر کی اور سنجر کو خطاب کر کے کہا کہ طوس کے لوگ ظلم اور بدانتظامی سے تباہ حال تھے، اس سردی اور قحط سے اور بھی برباد ہو گئے، ان پر رحم کر، خدا تجھ پر رحم کرے گا، افسوس مسلمانوں کی گردنیں مصیبت اور تکلیف سے ٹوٹی جاتی ہیں اور تیرے گھوڑوں کی گردنیں طوقہائے زریں کے زور سے جھکی جاتی ہیں ____ حضرت شاہ عبدالرحیمؒ کو عالمگیر نے کچھ زمین دینی چاہی لیکن انہوں نے اس پیش کش کو قبول کرنے سے انکار کر دیا، ایک روز عالمگیر نے شوق ملاقات کا پیغام بھیجا، انہوں نے اس کاغذ پر جس میں ان کا جوتا لپٹا ہوا تھا، یوں انکار لکھا کہ "اہل اللہ کا اس پر اجماع ہے کہ وہ فقیر بہت برا ہے جو امیر کے آستانے پر جائے۔ چشت کے بعض ملفوظات میں درج ہے کہ جس کا نام بادشاہ کے دفتر میں لکھ دیا جاتا ہے، حق تعالیٰ کے دفتر سے اس کا نام خارج کر دیا جاتا ہے"۔ عالمگیر کو یہ رقعہ ملا تو اس نے اپنی جیب میں رکھ لیا، فرصت کے وقت اس کو پڑھ کر روتا تھا_ کہتے ہیں کہ اورنگ زیب حضرت عبداللطیف برہانپوریؒ کی خدمت میں حاضر ہوا، شیخ برہان پوری بادشاہ اور امرا سے ملنا اپنے مسلک کے خلاف سمجھتے تھے اس لیے اورنگ زیب بھیس بدل کر ان کی مجلس میں شریک ہوا۔ ایک نووارد کو دیکھ کر شیخ برہانؒ نے نام پوچھا۔ اورنگ زیب نے جب اپنا نام بتایا تو وہ اس کی طرف مخاطب نہیں ہوئے اور نہ اور لوگوں کی طرح اس کو کوئی تبرک دیا۔ اورنگ زیب دوسرے دن پھر ان کی خدمت میں پہنچا، شیخ نے کہا عالمگیر یہ مقام تم کو پسند ہے، تو لے لو، ہم کسی اور جگہ چلے جائیں گے۔ مگر تیسرے دن اورنگزیب پھر ان کے پاس گیا، وہ نماز کے لئے خانقاہ سے باہر نکل

Marfat.com

رہے تھے کہ اورنگزیب مودبانہ ان کے سامنے کھڑا ہوگیا اور عرض کی کہ داراشکوہ نے شریعت کونظر انداز کر رکھا ہے، اگر مجھے حکومت ملی تو دین نبوی کے احکام کے ساتھ رعایا پروری کروں گا اور درخواست کی کہ آپ باطنی توجہ فرمایئے۔ شیخ برہانؒ نے فوراً کہا کہ ہمارے جیسے کم اعتبار فقیروں کی دعا سے کیا ہوتا ہے، تم بادشاہ ہو نیکی، عدل پروری، رعیت نوازی کی نیت کے ساتھ دعا کرو، ہم بھی دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے ہیں۔ اسی وقت اورنگ زیب کے ساتھی شیخ نظام نے اورنگ زیب سے کہا بادشاہت مبارک ہو۔

۲۶۔ حضرت بوعلی قلندر پانی پتیؒ کا ایک خادم بازار میں جا رہا تھا، اس وقت عامل یعنی حاکم شہر کی سواری وہاں سے گذر رہی تھی۔ چوبدار نے اس درویش کو سخت سست الفاظ کہے اور کوڑے مارے۔ وہ درویش خادم حضرت بوعلیؒ کے حضور میں روتا پیٹتا آیا اور حاکم شہر کی شکایت کی۔ یہ سن کر حضرت کو سخت غصہ آیا۔ آپ نے اپنے منشی کو بلایا اور حکم دیا کہ سلطان دہلی کو ہماری جانب سے فرمان لکھو کہ تمہارے عامل کے اہل کار نے ہمارے خادم کو بلاوجہ مارا پیٹا ہے، اس بدذات عامل کو معزول کردو ورنہ ہم سلطنت ہند کسی اور کو بخش دیں گے:

بازگیر این عامل بدگوہری
ورنہ بخشم ملک تو با دیگری

سلطان دہلی یہ خط پڑھ کر لرزہ براندام ہوگیا۔ اس نے فوراً حاکم شہر کو معزول کر دیا اور حضرت بوعلی قلندرؒ سے معافی کا خواستگار ہوا۔

سچ تو یہ ہے کہ یہی وہ ہستیاں ہیں جن کے بارے میں علامہ محمد اقبالؒ نے فرمایا ہے اور کیا خوب فرمایا ہے:

زشاہ باج ستانند و خرقہ می پوشند

تصورِ انسان کامل، آزاد مردی اور جوانمردی کے تصور سے انسانیت یا انسان دوستی کے تصورات وابستہ ہیں، تصوف درحقیقت انسان دوستی ہی کی ایک اسلامی شکل ہے، صوفیائے صاف دل کے اقوال اور ان کی زندگی کے واقعات سچی انسان دوستی کے عکاس ہیں ــــ عزیزالدین نسفیؒ کتاب الانسان الکامل میں درویشوں کو نصیحت کرتے

Marfat.com

ہیں کہ ریاضت و عبادت نام و نمود کے لئے نہیں کرنی چاہیے۔ درویش کو چاہیے کہ بقدر ضرورت عبادت کرے اور خداشناسی کے بعد طہارت نفس حاصل کرے اور دوسروں کے لئے آزارِ جان نہ بنے بلکہ راحت رساں بنے کہ انسان کی نجات اسی میں ہے، انسانوں کو راحت پہچانا سب سے بڑی عبادت ہے اور حقیقت میں تصوف تمام تر انسانیت، انسان دوستی اور حسن خلق ہے۔ جب انسان اخلاق میں کمال حاصل کر لیتا ہے تو وہ خلیفۂ خدا بن جاتا ہے، اس کا کہنا خدا کا کہنا اور اس کا کرنا خدا کا کرنا بن جاتا ہے۔ ۲۷

حضرت ابوبکر وراقؒ کا قول ہے کہ خدا تعالیٰ بندے سے آٹھ چیزیں چاہتا ہے، انسان کے دل سے دو چیزوں کا طالب ہے: فرمانِ حق کی تعظیم اور خلقِ خدا پر شفقت اور زبان سے دو چیزیں چاہتا ہے: توحید کا اقرار اور مخلوق کے ساتھ نرمی اور جسم سے دو چیزیں چاہتا ہے: خدا کی اطاعت کرنا اور مسلمانوں کی مدد کرنا اور اخلاق سے دو چیزیں چاہتا ہے: خدا کے حکم پر صبر کرنا اور مخلوقِ خدا کے ساتھ حلم و بردباری سے پیش آنا ــــ حضرت بایزید بسطامیؒ کا قول ہے کہ جب میں عرش خداوندی کے نزدیک پہنچا اور دریافت کیا کہ اللہ کہاں ہے؟ جواب ملا کہ اللہ میاں کو اہلِ زمین کے شکستہ قلوب میں تلاش کرو ــــ حضرت سری سقطیؒ کا قول ہے کہ حسنِ خلق یہ ہے کہ مخلوقِ خدا کو آزار نہ پہنچاؤ اور لوگوں کی دی ہوئی تکالیف کو برداشت کرو ــــ ایک روز حضرت ابراہیم بن ادہمؒ نے حضرت جبرائیلؑ کو خواب میں دیکھا کہ آسمان سے زمین پر اترے ہیں اور ان کے ہاتھ میں ایک کتاب ہے۔ حضرت ابراہیم بن ادہمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے سوال کیا کہ آپ کتاب میں کیا لکھ رہے ہیں؟ فرمایا میں اللہ کے دوستوں کے نام لکھ رہا ہوں۔ میں نے کہا میرا نام بھی لکھ دو۔ حضرت جبرائیلؑ نے کہا تم ان میں سے نہیں ہو۔ میں نے کہا کہ میں اللہ کے دوستوں کا دوست ہوں۔ حضرت جبرائیلؑ نے کچھ دیر سوچا اور پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان آیا ہے کہ سب سے پہلے ابراہیم ادہمؒ کا نام لکھو ۲۸ ــــ حضرت ابراہیم بن ادہمؒ نے ایک مست کو دیکھا کہ زمین پر گرا ہوا ہے اور اس کے منہ پر گندگی لگی ہوئی ہے۔ آپ پانی لائے اور اس مست کے منہ کو دھویا اور

Marfat.com

فرمایا کہ وہ منہ جس سے ذکرِ حق ادا کیا جاتا ہو وہ آلودہ نہیں رہنا چاہیے، جب وہ آدمی ہوش میں آیا اور اسے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم بن ادہمؒ نے اس کا منہ دھویا تھا، اس نے اپنے گناہوں سے توبہ کر لی۔حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کو خواب میں بشارت ہوئی کہ اے ابراہیم تو نے ہمارے لئے منہ دھویا ہم نے تیرا دل دھودیا یعنی پاک کر دیا۲۹؎ حضرت بایزیدؒ ہمدان سے بسطام گئے۔ جب کپڑوں کی گٹھڑی کھولی تو دیکھا کہ اس میں ایک چیونٹی موجود ہے۔اس خیال سے کہ یہ چیونٹی اپنے قبیلے سے بچھڑ گئی ہے واپس ہمدان گئے اور اسے وہاں چھوڑ کر آئے____ ابراہیم خواصؒ ایک درویش کے ساتھ سفر پہ نکلے، انہوں نے اس درویش سے کہا کہ تم امیر بننا پسند کرو گے یا ماتحت، اس نے کہا ماتحت۔ تمام راستے حضرت ابراہیم خواصؒ اس کی خدمت کرتے رہے اور اس کا سامان اپنے سر پر اٹھا کر چلتے رہے۔ بارش ہوئی تو رات بھر اس کے سر پر کمبل کا سایہ کیے رکھا۔ مکے تک حضرت خواصؒ نے اس کی اسی طرح خدمت کی____ ایک مرتبہ حضرت معروف کرخیؒ قرآن اور مصلیٰ مسجد میں چھوڑ کر دریا پر وضو کرنے کے لئے تشریف لے گئے۔ درین اثنا ایک بڑھیا آپ کا قرآن اور مصلیٰ اٹھا کر چلتی بنی، جب راستے میں آپ کی اس سے ملاقات ہوئی تو آپ نے پوچھا کیا آپ کا کوئی بچہ قرآن پڑھتا ہے؟ بڑھیا نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا میرا قرآن پاک مجھے واپس کر دو البتہ مصلیٰ میں نے تمہیں بخشا۔ بڑھیا نے جب یہ سنا شرمندہ ہوئی اور توبہ کی۳۰؎____ حضرت معروف کرخیؒ کچھ لوگوں کے ہمراہ جا رہے تھے راستے میں ایک مجمع رقص وسرود اور مے نوشی میں مسرور مل گیا۔ ہمراہیوں نے ان کے حق میں بد دعا کرنے کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا اے اللہ جس طرح تو نے انھیں دنیا میں عیش عطا فرمائی ہے آخرت میں بھی انھیں عیش عطا فرما۔ جونہی آپ نے یہ فرمایا سارا مجمع شراب و کباب پھینک کر آپ کے ہاتھ پر تائب ہو گیا____ شیخ ابوسعیدؒ ایک روز نیشاپور کے قبرستان میں بزرگوں کی قبروں پر فاتحہ پڑھنے گئے، دیکھا کہ وہاں اوباشوں کی ایک جماعت شراب پی رہی ہے اور گانے بجانے میں مصروف ہے۔ آپ کے ساتھی سخت برہم ہوئے اور انہیں مارنے پیٹنے کا ارادہ کیا، شیخ نے انہیں روک دیا اور ان اوباشوں

Marfat.com

کے پاس جا کر فرمایا ''اے خدا جس طرح اس جہان میں انہیں شادمانی دی ہے آخرت میں بھی انہیں شادمانی عطا فرما'' سب اوباش شیخ کا یہ سلوک دیکھ کر تائب ہو گئے ـــــ حضرت بایزیدؒ ایک قبرستان سے گذر رہے تھے ایک بسطامی نوجوان بربط بجا رہا تھا۔ آپ نے اس کو دیکھ کر لاحول پڑھی، اس نوجوان نے اپنا بربط اتنی زور سے آپ کے سر پر دے مارا کہ بایزیدؒ کا سر پھٹ گیا اور بربط بھی ٹوٹ گیا۔ آپ نے گھر واپس آ کر اس نوجوان کو بربط کی قیمت اور تھوڑا سا حلوہ بھیجتے ہوئے پیغام دیا کہ اس رقم سے دوسرا بربط خرید لو اور حلوہ کھاؤ تا کہ ٹوٹے ہوئے بربط کا غم دور ہو جائے۔ نوجوان کو جب یہ پیغام پہنچا تو بہت شرمندہ ہوا۔ شیخ کے پاس آیا اور اس نے گناہ کی زندگی سے توبہ کی ـــــ ایک جوان بربط ہاتھ میں لئے شراب میں مست جا رہا تھا، اس نے اچانک حضرت عثمان حیریؒ کو دیکھا فوراً بربط کو چھپالیا اور ٹوپی اوڑھ لی، آپ نے اس سے کہا کہ مجھ سے ڈرومت ہم دونوں بھائی ایک جیسے ہیں ـــــ حضرت عثمان حیریؒ کا یہ سلوک دیکھا تو اس نے توبہ کر لی، آپ اس کو اپنے ہمراہ گھر لے آئے اور غسل کروا کر اپنا خرقہ پہناتے ہوئے دعا فرمائی کہ اے اللہ میرے جو اختیار میں تھا وہ تو میں نے کر دیا، اب جو تیرے اختیار میں ہے تو اس کی تکمیل فرما۔ اس دعا کے ساتھ ہی اس شرابی میں ایسا روحانی کمال پیدا ہو گیا کہ خود حضرت عثمان حیریؒ بھی حیرت میں آ گئے[۱۳]

ـــــ ایک مرتبہ چور نے حضرت جنید بغدادیؒ کا کرتا چرا لیا۔ دوسرے دن جب بازار میں آپ نے اس کو فروخت کرتے دیکھا تو خریدنے والا چور سے کہہ رہا تھا کہ اگر کوئی یہ گواہی دے دے کہ یہ مال تیرا ہی ہے تو میں خرید سکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ میں یہ بات جانتا ہوں یہ سن کر خریدار نے کرتا خرید لیا ـــــ ایک چور حضرت احمد خضرویہؒ کے گھر میں آیا، اس نے بہت کچھ ڈھونڈا۔ کچھ نہ ملا جب ناامید ہو کر واپس جانے لگا تو حضرت احمدؒ نے فرمایا اے نوجوان وضو کر اور آج رات ہمارے ساتھ نماز پڑھ، صبح کو جو ہمیں ملے گا ہم تمہیں دے دیں گے تا کہ تو ہمارے گھر سے خالی ہاتھ نہ جائے۔ نوجوان نے یہی کیا، جب صبح ہوئی ایک امیر نے حضرت احمد خضرویہؒ کو سو دینار پیش کیے، آپ نے یہ تمام رقم اس نوجوان کو دے دی اور فرمایا تیری ایک رات کی نماز کی یہ جزا ہے،

Marfat.com

نوجوان چور بہت شرمندہ ہوا اور اس نے اپنے گناہوں سے توبہ کی۔

حضرت سری سقطیؒ فرماتے ہیں کہ ایک روز عید کے دن میں نے حضرت معروف کرخیؒ کو دیکھا کہ کھجوروں کی گٹھلیاں چن رہے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ آپ یہ کیا کر رہے ہیں؟ فرمایا کہ میں نے ایک بچے کو دیکھا کہ وہ رو رہا ہے۔ میں نے پوچھا کیوں رو رہے ہو؟ بچہ بولا! میں یتیم ہوں، نہ میری ماں ہے نہ باپ ہے، دوسرے بچوں کے پاس نئے کپڑے ہیں میرے پاس نہیں۔ دوسروں کے پاس کھلونے ہیں میرے پاس نہیں۔ میں اس بچے کے لئے گٹھلیاں چن رہا ہوں تاکہ ان کو بیچ کر اس کے لئے کھلونے خریدوں۔ سری سقطیؒ نے کہا آپ رہنے دیجئے، یہ کام میرے حوالے کیجئے۔ میں نے بچے کو ساتھ لیا، اسے نئے کپڑے دیئے، کھلونے دیئے۔ اس بات سے میرے دل میں ایک عجیب مسرت اور نور پیدا ہوا اور بہت سے مقاماتِ بلند حاصل ہوئے۔[۳۲]

حضرت مولانائے رومؒ ایک محلے سے گذر رہے تھے بچے کھیل رہے تھے جب بچوں نے مولانا کو دور سے دیکھا تو ایک دم دیوانہ وار ان سے لپٹ گئے اور سلام کیا، حضرت مولانائے رومؒ نے بھی انھیں سلام کیا۔ دور سے ایک بچہ چلّایا کہ میں بھی آرہا ہوں، وہ بچہ پیشاب کر رہا تھا فراغت پا کر جب تک وہ نہیں آ گیا مولانا وہیں ٹھہرے رہے__ دو بزرگ آپس میں دشمنی رکھتے تھے۔ ایک روز ایک دوسرے سے لڑ رہے تھے۔ ایک نے قرآن کی قسم کھا کر کہا کہ تو جھوٹ بولتا ہے، خدا تجھے پکڑے۔ دوسرے نے کہا نہیں نہیں تو جھوٹ بولتا ہے خدا تجھے پکڑے۔ مولانا رومیؒ اتفاق سے اس وقت وہاں سے گذر رہے تھے، انہوں نے فرمایا نہیں نہیں خدا نہ تجھے پکڑے نہ اسے پکڑے بلکہ ہمیں پکڑے کہ ہم اس کی گرفت کے لائق ہیں، دونوں نے سر جھکا دیا اور آپ کے ہاتھ پر توبہ کی____ دو دوستوں میں کدورت پیدا ہوگئی اور کسی طرح سے صلح صفائی نہ ہوسکی۔ ایک دن مولانا رومیؒ نے دوران وعظ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دو قسم کے انسان پیدا کئے ہیں: ایک مٹی کی طرح جامد و بے حرکت، دوسرے پانی کی طرح ہر دم تازہ اور رواں۔ جب یہ آبِ رواں مٹی پر پہنچتا ہے تو دونوں کی ہم نشینی کی برکت سے اس سے ہزاروں گلزار نمودار ہوتے ہیں اور اشجار و اثمار پیدا ہوتے ہیں جو ابدان (بدن

کی جمع)وارواح کی غذا بنتے ہیں۔اب یہ دونوں دوست جو آپس میں لڑ رہے ہیں ایک خاک کی طرح ہے اور ایک پانی کی طرح عجز وانکسار کے ساتھ ہے۔ جب یہ دونوں ایک دوسرے سے ملیں گے تو حق تعالیٰ ان کے اتحاد و اجتماع کی برکت سے سینکڑوں گلہائے شادی اور گلستانِ وفاو صفا پیدا کرے گا اور پھران میں سے ایک سے فرمایا اے نورالدین تیرا بھائی مٹی کا بنا ہوا ہے، اپنی جگہ سے نہیں حرکت کرتا اور صلح کے لئے نہیں اٹھتا تو پانی کی طرح کرم کر اور قدم رنجہ فرما اور اس کی طرف رواں ہو یعنی اس کی طرف جا تا کہ اس کی روح پر اثر ہو، فوراً دونوں نے سر جھکا دیا اور صلحِ صالحانہ کرلی۔۳۳

حضرت حسن بصریؒ نے دیکھا کہ ایک شخص مستی کے عالم میں کیچڑ کے اندر لڑکھڑاتا ہوا جا رہا ہے، انہوں نے کہا قدم سنبھال کر رکھو کہیں گر نہ پڑنا۔اس مست نے جواب میں کہا کہ آپ اپنے قدم مضبوط رکھیں کیونکہ اگر میں گر گیا تو تنہا گروں گا لیکن آپ کے ساتھ پوری قوم گرے گی کہ آپ امام وقت ہیں ___ ایک مرتبہ ایک لڑکا چراغ ہاتھ میں لئے جا رہا تھا حضرت حسن بصریؒ نے پوچھا کہ روشنی کہاں سے لے کر آیا؟ اس نے چراغ گل کرتے ہوئے کہا، پہلے آپ یہ بتائیں کہ روشنی کہاں چلی گئی، اس کے بعد میں آپ کی بات کا جواب دوں گا کہ روشنی کہاں سے آتی ہے___ حضرت حسن بصریؒ ہفتے میں ایک بار مجلس میں وعظ کیا کرتے تھے اور اگر حضرت رابعہ بصریؒ مجلس میں نہیں ہوتی تھیں تو وعظ نہیں فرماتے تھے۔لوگوں نے کہا کہ آپ کے وعظ میں بڑے بڑے بزرگ حاضر ہوتے ہیں اور آپ پھر بھی ایک چادر پوش بوڑھی عورت کے نہ ہونے سے وعظ کیوں ترک کر دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ شربت جو ہاتھی کے لئے تیار کیا گیا ہو، چیونٹی کے سینے میں کیسے سما سکتا ہے___ کسی شخص نے آپ سے سوال کیا تھا کہ مسلمانی کیا ہے اور مسلمان کون ہے؟ آپ نے فرمایا کہ مسلمانی کتابوں میں ہے اور مسلمان قبروں میں ہیں۔آپ ہی کا قول ہے کہ خوابیدہ دلوں کو بیدار کیا جا سکتا ہے لیکن مردہ دلوں کو بیدار کرنا ممکن نہیں___ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے خلیفہ بننے کے بعد حضرت حسن بصریؒ کو خط لکھا کہ مجھے مختصر سی نصیحت کیجئے تا کہ میں یاد رکھ سکوں،

Marfat.com

حضرت حسن بصریؒ نے خط کی پشت پر لکھ دیا کہ اے امیر المومنین اگر خدا آپ کے ساتھ ہے تو پھر خوف کس سے اور اگر خدا آپ کے ساتھ نہیں تو امید کس سے؟___
حضرت حسن بصریؒ نے حضرت رابعہ بصریؒ سے پوچھا کہ تم ذاتِ حق کو کیسے جانتی ہو (ادراچون دانی) فرمایا"(یا حسن چون تو دانی، ما بیچون دانیم) یعنی تم اسے (حق کو) مثال (چون) سے جانتے ہو اور میں اسے بے مثل (بیچون) جانتی ہوں___
حضرت مالک بن دینارؒ کا قول ہے کہ خداوند تعالیٰ نے امتِ محمدؐیہ کو دو ایسی نعمتیں عطا فرمائی ہیں جو جبرائیلؑ اور میکائیلؑ کو بھی عطا نہیں ہوئیں: ایک فَاذْكُرُونِي اَذْكُرْكُمْ (تم مجھے یاد کرو کہ میں تمہیں یاد کرونگا) (سورہ۲، آیت۱۵۲)، دوسری اُدْعُونِي اَسْتَجِبْ لَكُمْ (تم مجھے پکارو میں تمہاری پکار کو قبول کروں گا) (سورہ۴۰، آیت۶۰)

ایک یہودی کے مکان کے قریب حضرت مالک بن دینارؒ نے کرائے پر مکان لے لیا، اور آپ کا حجرہ یہودی کے دروازے سے متصل تھا چنانچہ دشمنی میں ایک ایسا پرنالہ بنوایا جس کے ذریعے پوری گندگی آپ کے مکان میں ڈالتا رہتا تھا اور آپ کی نماز کی جگہ گندی ہوجایا کرتی تھی، وہ بہت عرصہ تک یہی عمل کرتا رہا لیکن آپ نے کبھی شکایت نہیں کی، ایک دن اس یہودی نے خود ہی آپ سے کہا کہ میرے پرنالے کی وجہ سے آپ کو کوئی تکلیف تو نہیں؟ آپ نے فرمایا کہ پرنالے سے جو غلاظت گرتی ہے اس کو جھاڑو لے کر روزانہ دھو ڈالتا ہوں، اس لئے مجھے کوئی تکلیف نہیں۔ یہودی نے کہا کہ آپ کو اتنی اذیت برداشت کرنے کے بعد بھی کبھی غصہ نہیں آیا؟ فرمایا خدا تعالیٰ کا حکم ہے کہ جو غصے پر قابو پالیتے ہیں نہ صرف ان کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں بلکہ انہیں ثواب بھی حاصل ہوتا ہے۔ یہ سن کر یہودی بہت متاثر ہوا اور مسلمان ہو گیا۔ حضرت بایزیدؒ کے پڑوس میں ایک آتش پرست رہتا تھا، افلاس کی وجہ سے چراغ تک روشن نہیں کر سکتا تھا اور تاریکی کی وجہ سے اس آتش پرست کا بچہ تمام رات روتا رہتا تھا۔ ایک رات بایزید خود چراغ جلا کر اس کے ہاں رکھ آئے اور بچہ خاموش ہوگیا۔ بچے کے والدین نے کہا کہ جب بایزیدؒ کی روشنی آ گئی تو ہم پر افسوس ہے اگر ہم اپنی تاریکی میں زندگی گذاریں، فوراً مسلمان ہوگئے، حضرت بایزیدؒ کے زمانے میں لوگوں

Marfat.com

نے ایک آتش پرست سے، جو ان کا بہت معتقد تھا اور انکی عظمت کا معترف تھا، مسلمان ہونے کو کہا، اس نے کہا "اگر اسلام اس مذہب کا نام ہے جو حضرت بایزیدؒ کا ہے تو اس کے قبول کرنے کی مجھ میں طاقت نہیں اور جس طرح کے تم لوگ مسلمان ہو یہ اسلام مجھے پسند نہیں" ___ ایک روز شیخ ابو علی ثقفیؒ قرآنِ پاک پڑھ رہے تھے، ان کے ہمسائے میں ایک کبوتر باز رہتا تھا وہ اپنے کبوتروں کو اڑانے کے لئے ڈھیلے مارتا تھا جس سے حضرت شیخ ابو علی ثقفیؒ بہت تنگ تھے۔ اس روز ایک ڈھیلا ان کے سر پر لگا اور سر پھٹ گیا۔ آپ کے مریدین نے کہا ہم کوتوال کے ہاں جا کر اس کی رپٹ درج کرائیں گے۔ شیخ ابو علیؒ نے اپنے ایک خدمتگار کو بلایا اور کہا کہ فلاں جنگل سے ایک لکڑی کاٹ کر لاؤ جب وہ لے آیا تو آپ نے وہ لکڑی اپنے ہمسائے کو بھجوائی کہ اس سے کبوتروں کو اڑایا کرو، ڈھیلوں سے نہ اڑایا کرو۔ ۳۴

صوفیہ کا ہر عمل اللہ کے لیے ہوتا ہے، ان کی نظر میں تمام بنی نوع انسان بلکہ تمام جاندار، چرند، پرند، درند تک خدا کی دامن ربوبیت میں پل رہے ہیں، سو صوفی سب کے لیے باعثِ رحمت بننے کی کوشش کرتا ہے کہ اس کا رب رحمٰن و رحیم ہے، اس کا نبیؐ آخرالزمان رحمۃ للعالمین ہے اور اس کا قرآن تمام تر رحمت کا پیغام ہے، حدیث پاک ہے لا یرحم اللہ من لا یرحم الناس یعنی جو انسانوں پر رحم نہیں کرتا اللہ تعالیٰ بھی اس پر رحم نہیں کرتے۔ اس لیے سچے صوفی کی زندگی انسان دوستی کا اعلیٰ ترین نمونہ ہوتی ہے۔ حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کا قول ہے کہ اگر ترکستان سے شام تک کسی کے پاؤ ں میں کانٹا چبھتا ہے، تو وہ ہمارے پاؤں ہی میں چبھتا ہے اور اگر کسی کے پاؤں میں چوٹ لگتی ہے یا دل کو دکھ پہنچتا ہے تو وہ غم اور صدمہ ہمیں بھی ہوتا ہے ___ حضرت ابوالحسن خرقانیؒ ہی کا قول ہے کہ جب سے میں نے مخلوقِ خدا کے ساتھ صلح کی ہے پھر کبھی مخلوق خدا سے جنگ نہیں کی اور جب سے نفس کے ساتھ جنگ کی ہے پھر اس سے کبھی صلح نہیں کی ___ ابوسعید ابوالخیرؒ کا قول ہے کہ "ہر چہ خلق را نشاید خدا را نشاید" یعنی خلق خدا کی جس مین بھلائی نہیں وہ کام خدا کو بھی پسند نہیں۔ ۳۵ ___ حضرت نظام الدین اولیاؒ فرمایا کرتے تھے کہ قیامت کے دن سب سے بڑا انعام اس کو ملے گا جس

Marfat.com

نے مسلمانوں اور عام انسانوں کی خوشی کے لئے کام کیا___ سچ تو یہ ہے کہ سچّے صوفیہ ہی خداپرستی اور انسان دوستی کا اعلیٰ ترین نمونہ ہوتے ہیں۔

Marfat.com

حواشی

۱۔ حضرت علیؓ' دیوان' ص ۲۳۔ بحوالہ نقد اقبال' از میکش اکبر آبادی لاہور۔ ۱۹۷۰ء ص ۱۶۶' سمنانی' علاؤالدولہ: چہل مجلس' ص ص ۱۳۴۔۱۶' ر۔ک۔ ابونجیب سہروردیؒ آداب المریدین

۲۔ جان' بی ناس: تاریخ جامع ادیان ص ص ۳۸۴ و ۴۷۶' نیز مہرداد مہرین' فلسفہ شرق' ص ۱۶۰

۳۔ سید حسین نصر' سہ حکیم مسلمان' ترجمہ فارسی احمد آرام' تہران ۱۳۶۱ھ ش' ص ص ۱۳۳۔۱۳۱

۴۔ ر۔ک۔ علامہ محمد اقبال' سیر فلسفہ در ایران' ترجمہ فارسی آریان پور' تہران ۱۳۴۹ھ ش' ص ص ۱۱۸۔۱۰۷

۵۔ دو بوئر۔ تاریخ فلسفہ اسلام ترجمہ سید عابد علی۔ دہلی ۱۹۳۴ء ص ص ۱۱۳ و ۱۱۲

۶۔ نسفی' عزیز الدین: کتاب الانسان الکامل' تہران ۱۳۶۲ھ ش ص ص ۴ تا ۹۔۲۵۶۔۲۵۰

۷۔ ایضاً الانسان الکامل ص ص ۸۱۔۸۲' کشف الحقایق' ص ص ۱۴۰۔۱۳۰

۸۔ شیخ ابو سعیدؒ 'اسرار التوحید' ص ۳۲۸' عین القضاۃ ہمدانی' تمہیدات' تصحیح عفیف عسیران' کتابخانۂ منوچہری' تہران' ۱۹۶۲، ۱۳۸۲ھ ق۔ ص ۲۵

۹۔ عطارؒ ' تذکرۃ الاولیا' حصہ دوم ص ۲۰

۱۰۔ میبدی' ابوالفضل رشید الدین: کشف الاسرار وعدۃ الابرار' معروف بہ تفسیر خواجہ عبداللہ انصاریؒ' بکوشش علی اصغر حکمت' انتشارات امیر کبیر' ۱۳۶۱ھ ش'

جلد پنجم ص ص ۶۶۹۔۶۶۸ کاشفی ملا حسین واعظ: فتوت نامۂ سلطانی مقدمہ از جعفر محجوب' تہران ۱۳۵۰ اص چہاردہ۔

۱۱۔ کاشفی ملا حسین واعظ: فتوت نامۂ سلطانی' ص ۲۰' ر۔ک۔ عنصر المعالی کیکاؤس' قابوس نامہ' ہجویری' کشف المحجوب تصحیح تسبیحی (ص ۱۶۱)

۱۲۔ ابو القاسم عبدالکریم' رسالۂ قشیریہ ص ص ۳۶۵۔۳۵۵' کاشفی ملا حسین واعظ: فتوت نامۂ سلطانی' مقدمہ از جعفر محجوب' ص بیست و چہار بیست و پنج' نیز عطار' تذکرۃ الاولیا' حصہ اول' ص ص ۲۲۱،۲۲۲' کشف المحجوب تصحیح تسبیحی ص ۱۷۱' محسن کیانی' تاریخِ خانقاہ در ایران' ص ۴۷۷

۱۳۔ عطارؒ' تذکرۃ الاولیا' حصہ اول ص ص ۷۸۔۷۷

۱۴۔ کاشفی ملا حسین واعظ: فتوت نامہ سلطانی' محمد بن منور' و اسرار التوحید فی مقامات الشیخ ابی سعید' با تصحیح ڈاکٹر رضا شفیعی کدکنی' ۱۳۷۶ھ ش' ص ۲۸۰

۱۵۔ عطار' تذکرۃ الاولیا' حصہ اول ص ۲۹۴' و کشف المحجوب مرتبۂ تسبیحی ص ۲۶۸

۱۶۔ ایضاً حصہ اول ص ۲۷۷

۱۷۔ ایضاً حصہ دوم ص ۷۶

۱۸۔ ایضاً ص ۸۳ شمیم محمود زیدی' احوال و آثار شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی و خلاصۃ العارفین ص ۴۱

۱۹۔ ایضاً ص ۱۵۱

۲۰۔ ایضاً ص ۱۶۶

۲۱۔ ایضاً ص ۱۹۳ تا ۲۰۰ نیز کاشفی واعظ: فتوت نامۂ سلطانی ص ۱۰

۲۲۔ ایضاً ص ۲۳۸ نیز کاشفی ملا حسین واعظ: فتوت نامۂ سلطانی' مقدمہ ۱۳۔۱۱۔ ر۔ک۔ اردشیر العبادیؒ صوفی نامہ

۲۳۔ مناھج الطالبین' ص ۱۷۴۔۱۷۳ نیز ر۔ک۔ کشف المحجوب' ابو العلا عفیفی' رسالۂ ملامتیہ صوفیہ و فتوت' ترجمہ نصر اللہ فروھر' تہران ۱۳۷۶' ص ۶۴

۲۴۔ سید صباح الدین' بزم تیموریہ' ص ۲۵۳

Marfat.com

۲۵۔ صباح الدین' بزم تیموریہ' ص ص ۲۵۳ و۲۵۴۔ سید سعید اشرف' مقدمہ' رقعات عالمگیری

۲۶۔ عطار' تذکرۃ الاولیا' ص ص ۱۷۵و۱۷۷۔ ھمائی' غزالی نامہ۔ شاہ ولی اللہ' انفاس العارفین۔ صباح الدین' بزم تیموریہ' ص ص ۴۶ و۲۵۴

۲۷۔ نسفی' عزیز الدین' الانسان الکامل' ص ص ۸۲' ۸۳' ۱۸۲

۲۸۔ عطار' تذکرۃ الاولیا' ص ص ۱۳۸ تا ۲۴۲ (اول)' دوم' ۵۰-۴۹

۲۹۔ تذکرۃ الاولیا' حصہ اول' ذکر بایزید بسطامی' ص ۱۰۲' حصہ دوم' ص ص ۸۸' ۱۶۹' ۱۸۷

۳۰۔ عطار' تذکرۃ الاولیا' حصہ اول' ص ص ۱۳۷' ۱۳۸' ۲۴۲ تا ۲۴۵' حصہ دوم' ص ص ۵۰-۴۹۔ اسرار التوحید' ص ۳۵۰

۳۱۔ عطار' تذکرۃ الاولیا' حصہ اول' ص ص ۱۳۷' ۱۳۸' ۲۴۲ تا ۲۵۹' حصہ دوم' ص ص ۱۶' ۴۹' ۵۰۔ اسرار التوحید' ص ۲۵۰۔ معصوم علی شاہ' طرایق الحقایق' ص ۳۹۶

۳۲۔ عطار' تذکرۃ الاولیا' حصہ اول' ص ص ۲۴۶ تا ۲۵۳ و ۲۵۹' حصہ دوم' ص ۱۶۔ نیز معصوم علی شاہ' طرایق الحقایق' ص ۳۹۶

۳۳۔ الافلاکی' مناقب العارفین' ص ص ۱۵۴' ۴۵۳' ۴۶۴' ۴۶۵

۳۴۔ عطار' تذکرۃ الاولیا' حصہ اول' ص ۵۱' حصہ دوم' ص ۲۳۶

۳۵۔ عطار' تذکرۃ الاولیا' حصہ دوم' ص ص ۱۸۰' ۱۸۱۔ اسرار التوحید' ص ۳۱۹

Marfat.com

حضرت امام خمینیؒ کی شخصیت
عہدِ جدید میں اسلامی تصوف کی حقیقی تصویر

حضرت امام خمینی بیسویں صدی کے ایک عظیم رہنما تھے' انہوں نے ایران میں اسلامی انقلاب کے ذریعے اسلامی اُصولوں پر مبنی حکومت قائم کی اور دنیائے اسلام کے سامنے اسلامی حکومت کا ایک نمونہ پیش کیا.......... دنیا میں بہت سے انقلاب آئے اور خاص طور پر انقلاب روس اور انقلابِ فرانس' تاریخ کے بہت بڑے واقعات سمجھے جاتے ہیں' لیکن ایران کا اسلامی انقلاب اس لیے بے مثال ہے کہ اس میں ایک درویشِ وقت نے اس عہد کے ایک جابر حکمران کو تن تنہا للکارا اور ایک بوریا نشین نے ایک تخت نشین کو ایسا در بدر کیا کہ مرنے کے بعد اسے قبر کے لئے بھی ڈھائی گز زمین کوئی ملک دینے کو تیار نہیں تھا۔ اس کے ساتھ ہی امام خمینی نے ڈھائی ہزار سالہ بادشاہت کی روایت کو بھی ایران سے حرفِ غلط کی طرح مٹا دیا' اگرچہ یہ خیال کیا جاتا تھا کہ ایران میں کبھی شخصی حکومت (بادشاہت) کی روایت ختم نہیں ہوسکتی' کیونکہ وہاں بادشاہت ہزاروں سال سے قائم ہے' جو ایرانیوں کی ذہنی ساخت کا حصہ بن چکی ہے ....لیکن اس خیال کے برعکس حضرت امام خمینی نے ایران میں اسلامی جمہوری نظام قائم کیا جو حیرت انگیز کامیابی کے ساتھ کام کر رہا ہے اور دنیا کو حیران کر رہا ہے۔

ایران کے اسلامی انقلاب کی کامیابی کی بنیادی وجہ اگرچہ امام خمینیؒ کے مقصد کی صداقت اور ان کی آہنی قوت ارادی تھی لیکن اس تحریک کی اصل طاقت اُن کی روحانی بصیرت یا صوفیانہ روحانیت تھی۔ امام خمینی ایک حیرت انگیز فولادی شخصیت کے

Marfat.com

مالک تھے۔ اس فولادی شخصیت کی تعمیر میں تصوف ایک بہت بڑا عامل تھا............ سچا صوفی صرف خدا سے ڈرتا ہے' صرف خدا سے امید رکھتا ہے اور صرف خدا ہی پر بھروسہ کرتا ہے' ناکامی پر نا امید نہیں ہوتا اور کامیابی پر فخر نہیں کرتا............ حق گوئی و بے باکی صوفیان صاف دل کی روش رہی ہے' انہوں نے حکمرانوں کے سامنے کبھی سر نہیں جھکایا ہمیشہ بڑی بے باکی اور بے خوفی سے حق بات کہی ہے اور انہیں دین داری کی تبلیغ اور ظلم وستم سے باز رہنے اور عدل وانصاف کرنے کی تلقین کی ہے۔ شیخ عبداللہ نیازی نے سلیم شاہ سوری کو بھرے دربار میں بے باکانہ السلام علیکم کہا اور دربار کے آداب کا خیال نہیں کیا۔ ایک مرید نے جو انہیں شاہی غضب سے بچانا چاہتا تھا اُن کی گردن جھکا دی اور کہا کہ بادشاہوں کو یوں سلام کرتے ہیں یعنی سر جھکا کر سلام کرتے ہیں۔ اس پر اُس صوفی صاف دل نے گرج کر کہا ''سلام کا وہ طریقہ جو سنت رسول ﷺ ہے اور صحابہ کرام حضرت رسول ﷺ کے سامنے کیا کرتے تھے وہ یہی ہے میں اُس کے سوا کوئی اور سلام نہیں جانتا'' سلیم شاہ نے غضب ناک ہو کر اشارہ کیا اور شیخ عبداللہ نیازی کے جسم کے ٹکڑے ہو گئے۔ شیخ نے سر کٹا دیا لیکن سر نہیں جھکایا............ حضرت ابو الفضل طاؤس بن کیسان ہشام کے دربار میں آئے تو تخت شاہی کے پاس ہی جوتے اتارے 'اور کہا اے ہشام السلام علیکم' کیا حال ہے؟ ہشام کو سخت غصہ آیا اور بولا تم نے چار بدتمیزیاں کیں' ایک یہ کہ میرے دربار میں مسند کے پاس جوتے اُتارے' دوسرے یہ کہ مجھے میرے نام سے پکارا' تیسرے یہ کہ مجھے امیر المومنین نہیں کہا' چوتھے یہ کہ میرے ہاتھ کو بوسہ نہیں دیا۔ حضرت طاؤس نے جواب دیا کہ تم کہتے ہو کہ تمہاری مسند کے سامنے جوتے اُتارے میں تو ہر روز پانچ بار نماز سے پہلے خدائے رب العزت کے سامنے اس کے گھر یعنی مسجد میں جوتے اتارتا ہوں' وہ جو سب کا بادشاہ ہے اُسے تو اس بات پر کبھی غصہ نہیں آتا اور یہ کہ میں نے تمہیں امیر المومنین نہیں کہا تو میں نے اس لیے نہیں کہا کہ تمہیں سب لوگ امیر المومنین نہیں مانتے اور یہ بات کہ میں نے تمہیں نام سے پکارا کنیت سے نہیں تو خداوند تعالیٰ نے اپنے دوستوں کو نام سے پکارا ہے اور کہا ہے یا داؤد' یا یحییٰ اور یا عیسیٰ اور اپنے دشمن کو کنیت سے بلایا ہے اور کہا کہ ''تبت یدا ابی

لھب'' اور یہ کہ میں نے تمہارے ہاتھ کو بوسہ نہیں دیا تو میں نے حضرت علی علیہ السلام سے سنا ہے کہ کسی کے ہاتھ کو بوسہ دینا جائز نہیں سوائے اپنے چھوٹے بچوں کے ہاتھ کو شفقت سے بوسہ دینے کے' ہشام یہ جواب سن کر لاجواب بھی ہوگیا اور شرمندہ بھی .... امام غزالی نے ایران کے جلیل القدر حکمران سنجر کو سر دربار کہا تھا کہ اے سنجر! تیرے گھوڑوں کی گردنیں طوقہائے زرین سے جھکی جاتی ہیں جبکہ مسلمانوں کی گردنیں مصائب و آلام سے ٹوٹی جارہی ہیں' تو عوام پر رحم کر اور عدل و انصاف سے کام لے ورنہ آخرت میں تجھے حساب بھی دینا ہوگا اور عذاب بھی سہنا ہوگا۔[1] امام خمینیؒ کی زندگی بھی حقیقی تصوف کی' ایک سچی تصویر تھی' وہ نہایت بیباک اور نڈر شخصیت کے مالک تھے کسی سپر طاقت سے کبھی مرعوب نہیں ہوئے۔ وہ صرف خدا کو سپر طاقت سمجھتے تھے' اسی سے امید رکھتے تھے' اور اسی پر ان کا بھروسہ تھا۔ روس کی اس دھمکی کے جواب میں کہ اگر ایران مسلم ریاستوں میں مسلمانوں کی پشت پناہی سے باز نہ آیا تو روس اپنی چار لاکھ فوج آٹھ گھنٹے میں ایران کی سرحد پر پہنچا دے گا' امام خمینی نے روس کو یہ دندان شکن جواب دیا تھا '' اگر تم ایسا کرو گے تو ہم ایران کے چار کروڑ عوام چار گھنٹے میں تمہاری سرحد پر پہنچا دیں گے''۔ روس کے لئے امام خمینی کا جواب غیر متوقع بھی تھا اور حیران کن بھی' اس نے اپنی خفت مٹاتے ہوئے یہ کہا '' ہمارے کہنے کا یہ مطلب نہیں تھا'' امام خمینی نے ایک سچے اور بے باک مسلم صوفی کیطرح یوں جواب دیا'' آپ کے کہنے کا کیا مطلب ہے آپ جانیں' بہر حال ہمارے کہنے کا وہی مطلب ہے جو ہم نے کہا ہے''۔[2] یہ تھی حضرت امام کی صوفیانہ حق گوئی و بے باکی۔

انقلاب کے فوراً بعد ایران بہت سے نامساعد حالات سے دوچار ہوا' نہ صرف عراق و ایران کی ہولناک جنگ شروع ہوگئی بلکہ ایران کی بہتر (72) اہم شخصیات ایک دھماکے میں شہید ہوگئیں[3]' ان کڑے حالات میں بھی حضرت امام خمینی کے قدم نہیں ڈگمگائے' وہ مضبوطی سے اپنے مشن پر عمل پیرا رہے اور چند ساتھیوں کی مایوسی کو دیکھ کر انہوں نے یہ تصوف اور توکل پر مبنی پُر معنی جملہ فرمایا تھا '' اگر شرق و غرب آپ کے ساتھ نہیں ہیں تو کیا خدا بھی آپ کے ساتھ نہیں''؟[4]......... امام خمینی کے

صاحبزادے کی شہادت پر حضرت امام کے سب ساتھی سخت غم زدہ تھے اور آہ و بکا کر رہے تھے لیکن حضرت امام خمینی نے اس جانکاہ حادثہ پر نہایت استقلال و ثابت قدمی سے " انّا للہ و انّا الیہ راجعون" کہا وضو کی اور وہ قرآن پاک کی تلاوت میں مصروف ہو گئے۔۵ .... اسی طرح جب انقلاب کی کامیابی کی خبر سنی تو ان کے ساتھیوں کا بیان ہے کہ ہم سب خوشی سے جذباتی ہو رہے تھے لیکن امام نے جذباتیت کا قطعاً اظہار نہیں کیا بلکہ جب ایک نامہ نگار نے پوچھا کہ اس وقت آپ کیسا محسوس کرتے ہیں؟ تو فرمایا "ھیچ" یعنی کچھ محسوس نہیں کر رہا ہوں۔۶ .... گویا امام کی زندگی صوفیہ کی طرح قرآنی آیت لکیلا تأسوا علی ما فاتکم ولا تفرحوا بما آتاکم (سورہ 57' آیت 23) (یعنی جو تم سے لے لیا گیا ہے اُس کا غم نہ کرو اور جو تمہیں اللہ تعالیٰ نے عطا کیا ہے اس پر فخر نہ کرو) کی تفسیر تھی' وہ استقلال و استقامت کا کوہ گران تھے اور یہ حقائق امام کی شخصیت کے صوفیانہ پہلو کو بھی پیش کرتے ہیں۔

لیکن یہ بات بھی ہے کہ عام صوفیائے کرام اور امام خمینی میں ایک واضح فرق ہے' صوفیائے کرام نے جابر حکمرانوں کے سامنے کلمۂ حق کہنے ہی پر اکتفا کیا' عوامی معاملات اور سیاسی مسائل سے اعتنا نہیں کیا۔ صوفیہ حکومت داری اور حکومت سازی سے بالعموم کنارہ کش ہی رہے جبکہ امام خمینی نے خود کو مسجد و محراب اور مدرسہ ہی تک محدود نہیں رکھا بلکہ میدانِ سیاست میں قدم رکھ کر اسلامی سیاست و حکومت کا ایک بے مثال نمونہ بھی قائم کیا۔ انہوں نے ایک فرعون وقت کے سامنے صرف کلمہ حق ہی نہیں کہا بلکہ اُس کا ڈٹ کر مقابلہ بھی کیا اور اس کی جابرانہ حکومت کو مٹا بھی دیا۔

امام خمینی ایک عظیم عالم دین بھی تھے' ایک سیاسی مدبر بھی اور ایک صوفی صاف دل بھی' اُن کی شخصیت کا عارفانہ اور متصوفانہ پہلو اُن کی زندگی کے تمام معمولات میں کامل طور پر موجود تھا' باوجود اس کے کہ خداوند تعالیٰ نے ایک بہت بڑی سلطنت کے تمام خزانے اُن کے قدموں میں ڈال دیے تھے لیکن انہوں نے اپنی صوفیانہ روش کو نہیں چھوڑا' امام خمینی ایک عظیم مملکت کے حکمران ہونے کے باوجود ایک چھوٹے سے مکان میں درویشانہ زندگی گزارتے تھے' انہوں نے اپنی ساری زندگی قرآن و سنت کے

Marfat.com

مطابق اور بندگی حق میں گزاری ہے.......... انہوں نے مستکبرین (مغرور حکمرانوں) کا سرنگوں کیا اور مستضعفین (کمزور عوام) کی مدد کی' ان کو حوصلہ دیا اور انہیں اپنا حق حاصل کرنے کے لئے جدوجہد کرنے کا سبق دیا۔ ویسے بھی اسلام ایک دین کامل ہے' اسلام دین کو سیاست سے جدا نہیں سمجھتا اور تصوف دین اسلام کا وہ پہلو ہے جس میں ہر عمل اخلاص پر مبنی ہو یعنی شریعت کے ساتھ طریقت بھی ہو۔ حضرت امام خمینی کی زندگی شریعت وطریقت کا بہترین اور کامل ترین امتزاج تھی۔ یہ تھی عملی طور پر تصوف کے حوالے سے امام خمینی کے بے مثال کردار کی ایک جھلک اور یہ تھا اس عظیم عارفِ حق کا ایک منفرد اندازِ درویشانہ .... امام خمینی کی عملی زندگی کے علاوہ ان کا کلام بلاغت نظام بھی ان کے متصوفانہ افکار کا آئینہ دار ہے۔ تصوف کے گہرے رچاؤ کے ساتھ لطیف ذوق شعر گوئی بھی امام کی شخصیت کا ایک اہم پہلو ہے۔ اُن کی غزلیں اُن کے شاعرانہ مہارت اور صوفیانہ مسلک کی عکاس ہیں۔ ان کے کلام میں صوفیانہ مطالب شاعرانہ فن کے ساتھ موجود ہیں اور صوفیانہ شاعری میں ساقی' شراب' میخانہ' جام' بت' بت خانہ' زلف' ابرو' خرابات وغیرہ اپنے اصلی معنوں کے ساتھ ساتھ صوفیانہ اصطلاحی معنی کے حامل بھی سمجھے جاتے ہیں۔ حضرت امام کے کلام میں عارفانہ مطالب شاعرانہ فن پر غالب ہیں اس لیے اُن کے کلام میں ایک قسم کی سادگی کے ساتھ متصوفانہ مطالب کا اظہار ہے۔

تصوف بنیادی طور پر تزکیۂ نفس' تصفیۂ قلب' تجلیۂ روح اور تخلیۂ سِر کا نام ہے یعنی نفس اور قلب تمام صفات ذمیمہ سے پاک وصاف ہو' روح تمام اوصافِ حسنہ سے آراستہ اور قلب ماسوااللہ سے خالی ہوجائے اور انسانی زندگی اس آیت مبارکہ کی آئینہ دار بن جائے کہ میری نماز' میری قربانی' میری زندگی اور میری موت صرف اور صرف اللہ کے لیے ہے (6-162) اور انسان اس آیت .... الی ربک المنتھی ۸ کو یعنی تیرا منتہائے مقصود خدا تک پہنچنا ہے اپنا مقصدِ حیات بنالے تو گویا وہ صوفی کامل ہے۔ خدا تک پہنچنے کے مقصد نے عشق کے تصور کو جنم دیا' عشق صوفیہ کی نظر میں کائنات کی حقیقتِ اولیٰ بھی ہے اور سبب تخلیق موجودات بھی۔ عشق غزل کا بنیادی

مضمون بھی ہے بلکہ یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ اگر جذبۂ عشق نہ ہوتا تو شاید صنفِ غزل وجود ہی میں نہ آتی۔

گر عشق نبودی و غم عشق نبودی چندان سخن نغز کہ گفتی کہ شنودی

اسی لحاظ سے صوفیانہ غزل میں عشق کی عظمت وابدیت کے مضامین عام ہیں امام خمینیؒ فرماتے ہیں:

وہ چہ افراشتہ شد در دو جہان پرچم عشق
آدم و جن وملک ماندہ بہ پیچ وخم عشق

☆☆☆☆

جز عشق تو ہیچ نیست اندر دل ما
عشق تو سرشتہ گشتہ اندر گل ما ۹

تصوف میں علم کو حجاب اکبر کہا جاتا ہے یعنی علم ظاہری کے ذریعے سے عرفانِ حق حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ علم ظاہری عرفانِ حق کے حصول میں ایک حجاب ہے کیونکہ تصوف حال ہے قال نہیں، یہ علم سینہ ہے علم سفینہ نہیں۔ امام خمینی فرماتے ہیں:

از قیل وقال مدرسہ ام حاصلی نہ شد
جز حرف دل خراش، پس ازان ہمہ خروش

☆☆☆☆

درمدرسہ ازدوست نخواندیم کتابی
درمأذنہ ازیارندیدیم صدائی
درجمع کتب ہیچ حجابی ندریدیم
دردرس صحف راہ نبردیم بجائی ۱۰

تصوف میں عبادت کی روح اخلاص ہے، صوفیہ کی نظر میں نیاز نماز سے برتر ہے۔ ایک روز مشہور صوفی شبلیؒ ہاتھ میں ایک لکڑی لیے ہوئے تھے جس کے دونوں سروں پر آگ روشن تھی لوگوں نے پوچھا کہ کہاں کا ارادہ ہے؟ حضرت شبلی نے فرمایا کہ میں جا رہا ہوں تاکہ اس لکڑی کے ایک سرے سے دوزخ کو جلا دوں اور دوسرے

Marfat.com

سرے سے جنت کو تاکہ مخلوق خدا کی طرف راغب ہو جائے یعنی مخلوق دوزخ سے بچنے اور جنت کے حصول کے لیے عبادت نہ کرے بلکہ رضائے حق کے لیے عبادت کرے۔

اا۔ امام خمینیؒ فرماتے ہیں کہ

با موبدان بگو رہ ما و شما جدا است
ما با ایاز خویش و شما با نماز خویش ۱۲؎

(یعنی عبادت گزار لوگوں سے کہو کہ ہمارا اور تمہارا راستہ جدا ہے، ہم اپنے ایاز (محبوب) یعنی حق تعالیٰ کے ساتھ ہیں اور تم اپنی نماز کے ساتھ ہو)

تصوف میں عبادت کا مقصود حور و قصور نہیں بلکہ دیدار حق ہے۔

امام خمینیؒ فرماتے ہیں:

زاہد از روضۂ رضوان و رخ حور مگو
خم زلفش نہ بہ صد روضۂ رضوان بدھم ۱۳؎

(یعنی اے زاہد جنت اور حوروں کا ذکر نہ کر، میں تو اپنے محبوب کی زلف کے ایک پیچ کو سو جنتوں کے بدلے بھی نہیں دیتا)

صوفی کی نظر میں دنیا اور دنیا کا مقام و مرتبہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔

امام خمینی فرماتے ہیں:

مستان مقام را بہ پشیزی نمی خرند
گو خسرو زمانہ ویا کیقباد باش ۱۴؎

(یعنی صوفیانِ مست مقام و مرتبہ کو بے قیمت سمجھتے ہیں، تم زمانے کے خسرو ہو یا کیقباد ہو (ہمیں کیا))

صوفی کی نظر میں کائنات عالم صغیر اور انسان عالم کبیر ہے اور یوں تصوف عظمت انسانی کا علمبردار ہے

امام خمینیؒ فرماتے ہیں:

قدسیان را نرسد تا کہ بما فخر کنند
قصۂ علّم اسما بزبان است ہنوز ۱۵؎

Marfat.com

(یعنی فرشتوں کے لائق نہیں کہ وہ ہم پر برتری کا اظہار کریں، ابھی تک "علم الاسما" یعنی فرشتوں کو علم اسما سکھانے کا قصہ سب کی زبان پر ہے)

امام کے کلام میں ایک نئے سنہری دور کی پیش گوئی ہے۔ اگرچہ فارسی شاعری میں حافظ کے کلام میں سب سے زیادہ امید پرستی یا آنے والے اچھے دور کی خوشخبری کے مطالب موجود ہیں۔ مثلاً حافظ فرماتے ہیں:

یوسف گم گشتہ باز آید بہ کنعان غم مخور
کلبہ احزان شود رشک گلستان غم مخور
نفس باد صبا مشک فشان خواہد شد
عالم پیر دگر بارہ جوان خواہد شد [16]

اچھے دور کی خوشخبری کے باب میں جو کچھ حافظ کہتے ہیں وہ امید پرستی کا صرف ایک پہلو ہے مگر امام خمینیؒ آنے والے دور کی جو خبر دیتے ہیں وہ پیش گوئی کے طور پر ہے جو سچ ثابت ہوتی ہے چونکہ یہ ایک صوفی صاف دل اور عارفِ کامل کی پیش گوئی تھی، انقلاب اسلامی کامیاب ہوتا ہے اور ایران میں استبدادی بادشاہت ختم ہو جاتی ہے، گویا امام خمینیؒ اپنی عارفانہ بصیرت سے آنے والے دور کو دیکھ لیتے ہیں اور جو کچھ فرماتے ہیں وہ عین الیقین ہے، روایتی شعر گوئی کا حصہ نہیں۔ امام خمینیؒ فرماتے ہیں:

نو بہار آید و گلزار شکوفا گردد
بی گمان کو تہی عمر خزان خواہی دید
مرغ افسردہ کہ در کنج قفس محبوس است
برفراز فلک از شوق پران خواہی دید
غم مخور ایام ہجران رو بپایان می رود
این خماری از سر ما می گساران می رود
وعدۂ دیدار نزدیک است یاران مژدہ باد
روز وصلش می رسد ایام ہجران می رود

Marfat.com

مژدۂ وصل بہ رندان خرابات رسید
ناگہان غلغلہ و رقص و طرب برپا شد
بہار آمد و گلزار نور باران شد
چمن ز عشق رخ یار لالہ افشان شد
آمادۂ امر و نہی و فرمان باش
ھشدار! کہ منجی جہان آمد ۱۷ے

یعنی رندان خرابات کو مژدۂ وصل پہنچ گیا' مرغ افسردہ قفس سے آزاد ہوگیا' ہرطرف رقص وطرب کی محفلیں برپا ہوگئیں۔یوں بہار آئی کہ نور کی بارش ہونے لگی اور چمن یعنی ایران رخ یار کی محبت یعنی حق یا اسلام کی محبت سے لالہ فشان یعنی روشن ہوگیا۔منجی جہان یعنی سارے اہل جہان کو باطل قوتوں سے آزادی عطا کرنے والا آ گیا۔اب شریعت اسلامی پر عمل کرنے کے لیے تیار ہوجاؤ .... یہ پیش گوئی پوری ہوئی اور امام خمینی انقلابِ اسلامی کے بعد ایران میں تشریف لائے اور وہاں شریعت اسلامی کے مطابق نظامِ حکومت قائم کیا .... اور ہاں آج سے ستر اسّی سال پہلے لاہور کے ایک درویش نے بھی ایسی ہی ایک پیش گوئی کی تھی جو حرف بحرف امام خمینی اور انقلابِ اسلامی کی صورت میں پوری ہوئی۔علامہ اقبال نے فرمایا تھا۔

میرسد مردی کہ زنجیر غلامان بشکند
دیدہ ام از روزن دیوارِ زندان شما
ای جوانان عجم جان من وجان شما ۱۸ے

(یعنی اے ایرانی نوجوانو! تمہارے قید خانے کی دیوار کے روزن سے میں نے دیکھا ہے کہ ایک عظیم انسان آنے والا ہے جو غلامی کی زنجیر کو توڑ ڈالے گا (تمہیں آزادی کی نعمت عطا فرمائے گا))

Marfat.com

حواشی

۱۔ جلال ھمائی، غزالی نامہ
۲۔ مجموعۂ مقالات کانفرنس ونظریات حضرت امام خمینی، خانۂ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران، لاہور1994 ص 191
۳۔ غلام علی رجائی، برداشتہای از سیرۃ امام خمینی (ویژگی ہای فردی)، جلد دوم، تہران 1377 ھ ش ص 273
۴۔ مجموعۂ مقالات کانفرنس ونظریات حضرت امام خمینی، خانۂ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران، لاہور1994 ص 188
۵۔ غلام علی رجائی، برداشتہای از سیرۃ امام خمینی (ویژگی ہای فردی)، جلد دوم، تہران 1377 ھ ش ص 249
۶۔ ایضاً ص ص 256-258
۷۔ ایضاً ص 2-4
۸۔ ایضاً ص 42-53
۹۔ دیوان امام، مجموعہ اشعار امام خمینی، چاپ دوم تہران 1372 ص ص 44, 134
۱۰۔ ایضاً ص ص 131, 187
۱۱۔ فریدالدین عطار، تذکرۃ الاولیا، مرتبہ قزوینی جلد اول ص 67
۱۲۔ دیوان امام، ایضاً، ص 132
۱۳۔ ایضاً ص ص 133, 162
۱۴۔ ایضاً ص 129

Marfat.com

۱۵۔ ایضاً ص 127

۱۶۔ دیوان حافظ' ازروی نسخۂ قدسی' ص ص 207، 337

۱۷۔ دیوان امام' ایضاً' ص ص 88، 90، 96، 111، 118

۱۸۔ علامہ اقبال' زبورِ عجم' کلیاتِ اقبال (فارسی)' شیخ غلام علی اینڈ سنز' ۱۹۷۸ء' ص 517

کتابیات

۱۔ دیوان امام، مجموعہ اشعار امام خمینی، چاپ دوم 1372
۲۔ سید حسن اسلامی، امام خمینی اور اخلاق و سیاست تہران، 2003
۳۔ غلام علی رجائی، برد اشہتای از سیرۃ امام خمینی (ویژگی ہای فردی)، جلد دوم، تہران 1377 ھ ش
۴۔ مجموعۂ مقالات کانفرنس و نظریات حضرت امام خمینی، خانۂ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران، لاہور، 1994
۵۔ اسلام ناب، در کلام و پیام امام خمینی، دفتر پنجم، تہران 1378
۶۔ امام خمینی، شرح حدیث جنود عقل و جہل، تہران، 2003
۷۔ آخری پیغام، (حضرت امام خمینی کا الٰہی سیاسی وصیت نامہ)، تہران، ایران
۸۔ امام خمینی، آئین انقلاب اسلامی، تہران، 1996
۹۔ مجلہ ایران شناسی، سال چہارم، شمارہ ۱، ۲
۱۰۔ امام خمینی اور احیاء تفکر اسلامی، سفارت خانۂ اسلامی جمہوریہ ایران، اسلام آباد، پاکستان، 2003
۱۱۔ دیوان حافظ از روی نسخۂ قدسی، چاپ تہران 1312
۱۲۔ عطار، تذکرۃ الاولیا، با تصحیح قزوینی، چاپ سوم، تہران سال 1336 ھ ش

Marfat.com

تصورِ ابلیس اور صوفیہ

ابلیس یا شیطان کا تصور ادیان میں بھی ہے' ادبیات میں بھی اور تصوف میں بھی' البتہ صوفیہ نے اس تصور میں جو رنگ بھرا ہے وہ بہت حیرت افزا' فکر انگیز اور دلچسپ ہے۔ ادبیات میں یہ تصور بہت حد تک صوفیہ کے تصور ابلیس ہی کے زیرِ اثر وجود میں آیا ہے اور یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ تمام ادیان اور مذاہب کے مقابلے میں ابلیس یا شیطان کی شخصیت کا تصور اسلام میں سب سے زیادہ واضح طور پر موجود ہے اور صوفیہ میں حسین بن منصور حلاجؒ نے سب سے پہلے ابلیس کے تصور کو بالکل نئے اور تیکھے انداز میں پیش کیا تھا' اس کے بعد ادبیات میں ملٹن' گوئٹے' علامہ اقبال اور اکثر صوفیہ نے ابلیس کی شخصیت کے نقش کو جس رنگ میں پیش کیا ہے وہ بہت حد تک حلاجؒ ہی کے تصورات کا عکس یا اثر لئے ہوئے ہے۔

لفظِ ابلیس ''بلس'' یا ''ابلاس''[1] سے مشتق ہے جس کے معنی ''یاس'' یا ''نا امیدی'' کے ہیں۔ قرآن پاک میں ابلیس سے مراد ایک زندہ' باشعور' مکلف' نامرئی (نظر نہ آنے والا) اور فریب کار شخص یا وجود ہے جس نے حکمِ خداوندی سے سرتابی کی' آدمؑ کو سجدہ نہیں کیا اور جس کے نتیجہ میں راندۂ درگاہِ حق ہوا اور لعنت و عذابِ ابدی کا مستحق بنا ___ حضرت امام رضاؑ سے منقول ہے کہ ابلیس کا اصلی نام حارث تھا' ابلیس کے نام سے مشہور ہوا کیونکہ وہ رحمتِ حق سے مایوس ہوگیا تھا۔ ابلیس کو ''شیطان'' بھی کہا جاتا ہے' شیطان کا لفظ شطن''[2] سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں خیر و صلاح سے دور ہونا۔ بعض کا خیال ہے کہ شیطان کا لفظ '' شاط'' سے مشتق ہے۔ اور حرفِ ''ن'' زائد

ہے اور شاط کے معنی جھوٹ کے ہیں' سو شیطان کے معنی باطل کے ہوئے' بعض محققین کہتے ہیں شاط کے معنی ہلاکت یا شدتِ غضب کے ہیں۔ کچھ محققین کا خیال ہے کہ ابلیس و شیطان دونوں ہی لفظ عربی الاصل نہیں بلکہ عجمی ہیں۔ بعض مستشرقین نے لفظِ ابلیس کو یونانی لفظ ''دیابولوس'' DIABOLOS کا معرّب کہا ہے' جس کے معنی فتنہ پرور یا غیبت کرنے والے کے ہیں۔ [۳]

تصور ابلیس یا نظریۂ قوتِ شر اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب میں بھی موجود ہے' ہندو مذہب میں ''راون'' کو اور زرتشتی مذہب میں ''اہرمن'' کو شر مطلق کا مظہر سمجھا جاتا ہے' گویا اہرمن قدیم ایران کا ابلیس یا شیطان ہے' فردوسی نے بھی شاہنامہ کے مندرجہ ذیل شعر میں اہرمن کے لئے ابلیس کا لفظ استعمال کیا ہے:

شنیدی ھمانا کہ کاؤس شاہ　　　بہ فرمان ابلیس گم کرد راہ [۴]

ایران کے مانی اور زروانی مذاہب میں بھی ''اہرمن'' ایک شر کی قوت کے طور پر موجود ہے جو گویا ابلیس یا شیطان ہے۔ زروانی مذہب جو ایران میں رائج رہا ہے اس میں خدا صرف ایک ہے اور وہ زمانہ ہے جسے وہ زروان اکران یعنی زمان بیکران کہتے ہیں جو ازل و ابد پر محیط ہے۔ زروان اور اہرمن (شیطان) کے بارے میں ایک دلچسپ اسطورہ (داستان) ہے جو یوں ہے:

کائنات کے آغاز میں کوئی چیز نہیں تھی' نہ آسمان تھا' نہ زمین تھی' صرف زروان نامی ایک وجود تھا۔ زروان چاہتا تھا کہ اس کے بیٹا پیدا ہو' اس کے بعد وہ آسمان و زمین اور جو کچھ کائنات میں ہے پیدا کرے۔ اس نے بہت سا صدقہ دیا' ایک ہزار سال تک وہ صدقات دیتا رہا' جب اس کے بچہ پیدا نہ ہوا تو اسے اپنی قربانیوں یا صدقات کے موثر ہونے میں شک لاحق ہوگیا۔ جب وہ اس خیال میں محو تھا تو اس کے پیٹ میں ہرمزد اور اہرمن پیدا ہوگئے۔ ہرمزد اس کے صدقات کے نتیجہ میں اور اہرمن اس کے شک کے نتیجہ میں پیدا ہوا۔ جب زروان کو اپنے حمل سے آگاہی ہوئی تو اس نے دل میں کہا کہ ان دونوں بیٹوں میں سے جو پہلے آئے گا میں اس کو دنیا کی بادشاہی دوں گا۔ ہرمزد جسے ہر چیز کا علم تھا گویا وہ علیم تھا اس نے اپنے بھائی اہرمن کو اپنے باپ

Marfat.com

کے خیال سے آگاہ کر دیا۔ اہرمن مکار اور بد طینت تھا وہ پیش دستی کر کے باپ کے پیٹ کو چیر کر باہر آ گیا۔ زروان نے جب اسے دیکھا تو پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا کہ میں تیرا بیٹا اہرمن ہوں۔ زروان نے کہا میرا بیٹا تو چاند جیسا چمکدار چہرہ اور گلاب کے پھول کی طرح خوشبو رکھتا ہے تو کالا کلوٹا اور بد بو والا ہے۔ اسی اثنا میں ہرمزد نے بھی اپنے نورانی پیکر اور دلپذیر خوشبو کے ساتھ ولادت پالی اور باپ کے سامنے پیش ہوگیا' جونہی زروان نے اسے دیکھا تو وہ فوراً پہچان گیا کہ یہ وہی بیٹا ہے جس کے لیے اس نے صدقات دیئے تھے۔ اس نے پیار کیا' اس کی تعریف و تعظیم کی۔ اسی وقت اہرمن بھی زروان کے پاس پہنچ گیا اور اس سے کہا کہ ابا جان آپ نے وعدہ کیا تھا کہ ہم میں سے جو سب سے پہلے پیدا ہوگا اور آپ کے حضور میں آئے گا اسے دنیا کی بادشاہی ملے گی۔ اپنا وعدہ پورا کیجئے۔ زروان یہ سن کر لاجواب ہوگیا اور بولا اچھا اے پلید میں تجھے نو ہزار سال کے لئے دنیا کی بادشاہی عطا کرتا ہوں' اس کے بعد ہرمزد سارے جہان پر اور تجھ پر ہمیشہ حکمرانی کرے گا۔

یونانی اساطیر میں پرومیتھیس (Prometheus) جو آگ کا دیوتا ہے اور انسانی ذہانت کا مظہر ہے' اسے شیطان بھی خیال کیا جاتا ہے۔ اس کے بارے میں یہ اسطورہ یا داستان ہے:

پرومیتھیس نے گائے کے گوشت کی بجائے گائے کی ہڈیاں زیوس (Zeus) دیوتا کو پیش کیں' آسمان سے آگ کو چرا کر انسان کو دیدی تو زیوس (Zeus) دیوتا اس کا دشمن ہو گیا۔ زیوس نے پینڈورا کو مصائب و آلام سے بھرے صندوقچے کے ساتھ اس کے پاس بھیجا لیکن وہ ذہانت وفراست سے زیوس کی مکاری کو سمجھ گیا۔ لیکن کچھ مدت کے بعد زیوس نے پرومیتھیس کو ہفستوس کے توسط سے قفقاز پہاڑ کی ایک چٹان پر قید کر کے اسے یوں ابدی اذیت میں مبتلا کر دیا کہ ایک کرگس (گدھ) اس کے جگر کو اپنی چونچ سے کاٹتا اور ٹکڑے ٹکڑے کرتا اور اسے مار ڈالتا پھر وہ دوبارہ زندہ ہوتا' دوبارہ اسی تکلیف و اذیت میں مبتلا ہو جاتا۔ آخر کار ہرکولیس کے ہاتھوں گدھ مارا جاتا ہے اور پرومیتھیس آزاد ہوتا ہے اور زیوس دیوتا بھی پرومیتھیس کو معافی دے دیتا ہے۔ وہ

Marfat.com

آگ جو پرومیتھیس نے انسان کو عطا کی تھی دراصل اس سے مراد دانش و عقل ہے۔۵

یہودی اور عیسائی مذاہب میں شیطان یا ابلیس کا تصور:

تورات کی کتاب (Job) میں ایک مکالمہ ہے جو خداوندِ تعالیٰ اور شیطان کے درمیان ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے شیطان دنیا میں کسی کو ایوبؑ کی طرح خدا ترس اور فرمانبردار دیکھا ہے؟ شیطان نے جواب میں کہا ایوبؑ کیوں نہ اطاعت گزار ہو کہ تو نے اسے مال دولت اور بیوی بچے دیئے ہیں' یہ چیزیں اس سے لے لے پھر دیکھ کہ وہ تیری اطاعت کرتا ہے یا نہیں۔ اس کے بعد ان مصائب و آلام کا ذکر ہے جو ایوبؑ پر آئیں اور ان مصائب میں ان کے صبر و استقامت کا ذکر ہے۔

''عہدنامہ جدید'' کی کتاب ''متی'' باب چہارم میں بھی شیطان کا ذکر ہے' شیطان کوشش کرتا ہے کہ حضرت مسیحؑ کو جنہوں نے روزہ رکھا ہوا تھا' فریب دے لیکن وہ ناکام رہتا ہے۔ انجیل ''لوقا'' میں بھی شیطان کا ذکر ہے جسے برقِ آسمانی سے تشبیہ دی گئی۔ (انجیل لوقا' باب دھم آیت ۱۸)

تصورِ ابلیس قرآن میں:

قرآن پاک میں ابلیس کی سرکشی اور نافرمانی کا ذکر ان آیات میں ہے۔ سورہ ۲' آیت ۳۴' سورہ ۱۵' آیات ۳۰ تا ۴۲' سورہ ۱۷' آیات ۶۱ تا ۶۳' سورہ ۱۸' آیت ۵۰' سورہ ۲۰' آیت ۱۱۶' سورہ ۳۸' آیت ۷۴ ___ لیکن سورہ ۷ (الاعراف) آیات ۱۱ تا ۲۵ میں تفصیلاً یہ واقعہ درج ہے جو یوں ہے:

''اور ہم نے تمہاری تخلیق کی' تمہاری صورت بنائی' پھر ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو' سو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے' وہ سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا۔ (حق تعالیٰ نے) فرمایا تو جو سجدہ نہیں کرتا' تجھے کس چیز نے اس سے (یعنی سجدہ کرنے سے) باز رکھا؟ جبکہ میں تجھ کو حکم دے چکا ہوں۔ ابلیس نے کہا کہ میں اس سے (آدمؑ سے) بہتر ہوں۔ آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو (آدمؑ کو) آپ نے خاک سے پیدا کیا ہے۔ (حق تعالیٰ نے) فرمایا تو اُتر جا' تجھے کوئی حق حاصل نہیں کہ تو یہاں تکبر کرے' تو نکل جا کہ درحقیقت تو ان لوگوں میں سے ہے جو

Marfat.com

خود اپنی ذلت چاہتے ہیں۔ وہ کہنے لگا کہ مجھ کو مہلت دیجئے قیامت کے دن تک (حق تعالیٰ نے) فرمایا کہ تجھ کو مہلت دی گئی۔ (ابلیس) کہنے لگا بسبب اس کے کہ آپ نے مجھ کو گمراہ کیا ہے میں ان کے لیے (یعنی انسانوں کے لیے) آپ کی سیدھی راہ پر (گھات) میں بیٹھوں گا' پھر ان پر حملہ کروں گا ان کے آگے سے بھی اور ان کے پیچھے سے بھی اور ان کی دائیں جانب سے بھی اور ان کی بائیں جانب سے بھی اور آپ ان میں (یعنی انسانوں میں) اکثر کو احسان ماننے والا نہیں پائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہاں سے ذلیل و خوار ہو کر نکل' جو شخص ان میں سے تیرا کہنا مانے گا میں تجھ سمیت ان سب سے جہنم کو بھر دوں گا ___ اور (ہم نے حکم دیا کہ) اے آدم! تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو اور جس جگہ سے چاہو تم دونوں کھاؤ اور اس درخت کے پاس مت جاؤ ورنہ ظالموں میں سے ہو جاؤ گے' پھر شیطان نے ان دونوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالا تا کہ ان کے پردے کا بدن جو ایک دوسرے سے پوشیدہ تھا دونوں کے روبرو بے پردہ کردے اور کہنے لگا کہ تمہارے رب نے تم دونوں کو اس درخت سے کسی اور سبب سے منع نہیں فرمایا مگر محض اس وجہ سے کہ تم دونوں کہیں فرشتے نہ بن جاؤ یا کہیں ہمیشہ زندہ رہنے والوں میں سے نہ ہو جاؤ اور ان سے قسم کھا کر کہا کہ میں آپ دونوں کا خیر خواہ ہوں' سو ان دونوں کو رفتہ رفتہ اپنے ڈھب پر لے آیا' پس ان دونوں نے جب درخت کو چکھا تو دونوں کے ستر ایک دوسرے کے سامنے کھل گئے اور دونوں اپنے جسموں کو جنت کے پتوں سے ڈھانکنے لگے اور ان کے رب نے ان کو پکارا'' کیا میں نے تم دونوں کو اس درخت سے منع نہیں کیا تھا اور یہ نہ کہا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے؟'' دونوں کہنے لگے کہ اے ہمارے رب ہم نے اپنے اوپر ظلم کیا' اب اگر آپ ہمیں معاف نہ کریں گے اور ہم پر رحم نہ کریں گے تو یقیناً ہم تباہ ہو جائیں گے۔ (حق تعالیٰ نے) فرمایا کہ'' نیچے ایسی حالت میں جاؤ کہ تم باہم ایک دوسرے کے دشمن رہو گے اور تمہارے لیے ایک خاص مدت تک زمین ہی میں جائے سکونت اور سامان زیست ہے'' اور فرمایا کہ ''تمہیں وہیں جینا ہے اور وہیں مرنا ہے اور اسی میں سے پھر تم کو نکالا جائے گا۔''

مندرجہ بالا واقعہ جو قرآن پاک میں ابلیس و آدمؑ کے سلسلے میں بیان ہوا ہے' اس کے حوالے سے مندرجہ ذیل نکات ایسے ہیں جو شعراء اور متصوفین کی توجہ کا مرکز بنے اور انہوں نے ان کے بارے میں نکتہ آفرینیاں کی ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو حکم دیا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو اس نے انکار کیا۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے انکار کرنے کا سبب پوچھا' ابلیس نے کہا کہ میں آدمؑ سے برتر ہوں کہ آگ سے پیدا ہوا ہوں آدمؑ مٹی سے بنا ہے اور آگ مٹی سے برتر ہے۔

(۳) اس نافرمانی کے نتیجہ میں ابلیس راندۂ درگاہِ حق ہوا لیکن وہ شرمسار نہیں ہوا بلکہ اس نے تکبر کرتے ہوئے کہا کہ مجھے مہلت دے تا کہ میں بھی تیرے بندوں کو گمراہ کروں جس طرح تو نے مجھے گمراہ کیا ہے کہ تو نے پہلے ہی فیصلہ کیا ہوا تھا کہ میں سجدہ نہ کروں۔

(۴) شیطان (ابلیس) نے آدمؑ و حواؑ کو فریب دیا اور شجرِ ممنوعہ کھانے پر آمادہ کیا۔

(۵) آدمؑ و حواؑ نے شجرِ ممنوعہ کھایا' پشیمان ہوئے اور توبہ کی۔

اس واقعۂ ابلیس و آدمؑ میں اس بارے میں کہ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو حکم دیا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو حالانکہ غیر اللہ کو سجدہ کرنا شرک و کفر ہے' مفسرین نے تین توجیہات کی ہیں:

(۱) یہ سجدہ اللہ کے لیے تھا اور آدمؑ محض قبلہ تھے' جیسا کہ مسلمان قبلہ کی طرف رخ کر کے سجدہ کرتے ہیں لیکن حقیقت میں خدا تعالیٰ کو سجدہ کرتے ہیں۔

(۲) سجدہ سے مراد انقیاد' انکسار و اطاعت ہے نہ کہ عام سجدہ کرنا یعنی سجدہ استعاری معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

(۳) یہ سجدہ تعظیم و تکریم آدمؑ تھا' یہ بھی عباداتِ الٰہی کا ہی حصہ تھا کہ حکمِ الٰہی کی اطاعت بھی عبادت ہے۔

قرآنی آیات کی روشنی میں ابلیس اور شیطان میں ایک فرق بھی ہے' ابلیس ذاتی نام ہے اور ابلیس سے مراد ایک شخص ہے جو جنات میں سے تھا جس نے حکمِ حق

سے سرتابی کی اور آدمؑ کو سجدہ نہیں کیا اور شیطان صفاتی نام ہے جو ایک قوتِ شر ہے جو انسان کے دل میں وسوسہ اندازی کرتی ہے اور انسان کو برے کاموں پر اکساتی ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ہے فوسوس الیہ الشیطان (سورہ ۲۰' آیت ۱۲۰) کہ شیطان نے اس کے دل میں وسوسہ پیدا کیا۔ گویا ابلیس کی شخصیت کے دو پہلو ہیں: ایک تکبر کرنے والی اور ایک وسوسہ ڈالنے والی اور گمراہ کرنے والی۔ قرآن پاک میں ہے کہ قیامت کے روز شیطان لوگوں سے کہے گا کہ میں تم پر تسلط نہیں رکھتا تھا میں تو صرف تمہیں برے کاموں کی ترغیب دیتا تھا' تم اسے قبول کر لیتے تھے' تم مجھے ملامت نہ کرو اپنے نفس کو ملامت کرو۔ (سورہ ۱۴' آیت ۲۲) ___ ابلیس یا شیطان کو طاغوت بھی کہتے ہیں' طاغوت کے بارے میں حضرت امام باقرؒ فرماتے ہیں کہ ہر وہ چیز طاغوت ہے جو تجھے یادِ الٰہی سے غافل کر دے (کُل من شغلک عن مطالعة الحق فهو طاغوت)' ابلیس کو عزازیل' خناس اور اہرمن بھی کہا جاتا ہے' اسے شیخ نجدی بھی کہتے ہیں یعنی نجدی بوڑھا بھی کہا جاتا ہے' ایسا تلمیحاً کہتے ہیں۔ ابن سعد نے ایک روایت نقل کی ہے کہ حضر هم ابلیس فی صورة شیخ کبیر من اهل نجد یعنی ان کے ہاں ابلیس ایک نجدی بوڑھے کی شکل میں حاضر ہوا۔ شیطان یا ابلیس کو قوت وھمیہ بھی کہا جاتا ہے' سر سید احمد خان اسی خیال کے حامی تھے ___ مفسّرین کا خیال ہے کہ ابلیس کا مکالمہ جو قرآن پاک میں کئی جگہ موجود ہے دراصل یہ مکالمہ نہیں تھا کیونکہ وہ تو مردودِ بارگاہ تھا بلکہ صرف ایک حقیقت اور حالت کے اظہار کو استعارتاً مکالمے کا رنگ دے دیا گیا ___ اسی طرح یہ بات کہ ابلیس تو جنت سے مردود ہو کر نکال دیا گیا تھا وہ آدمؑ و حوّاؑ کو کیسے بہکا سکتا تھا؟ اس اشکال کو رفع کرنے کے لئے مفسرین نے متعدد جواب دیئے ہیں۔

(۱) سجدے سے انکار کرنے والا ابلیس تھا اور آدمؑ اور حوّاؑ کو ورغلانے والا شیطان تھا۔

(۲) اگر ورغلانے والا ابلیس ہی تھا تو یہ ورغلانا بذریعہ وسوسہ اندازی تھا۔ جیسا کہ قرآن میں ہے (فوسوس لهما الشیطن) (سورہ ۷' آیت ۲۰) وسوسہ ڈالنے

Marfat.com

کے لئے ابلیس یا شیطان کا جنت میں جانا ضروری نہیں تھا۔

(۳) آدمؑ کی جنت تو جنتِ ارضی تھی جہاں ابلیس یا شیطان کا گزر ہو سکتا تھا' یہ جنت ماویٰ نہیں تھی جہاں شیطان کا داخلہ ممنوع تھا۔

یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ شیطان کا لفظ سانپ کے معنی میں بھی قرآن کریم میں آیا ہے جیسا کہ سورہ ۳۷' آیت ۶۵ میں ہے۔ ٥ کانه رؤس الشیاطین٥ ___ یعنی گویا وہ سانپوں کے سر ہیں اور یہ بھی ہے کہ ''عہد نامۂ قدیم'' کی کتابِ پیدائش کے تیسرے باب میں حضرت حوّاؑ کو سانپ بہکاتا ہے کہ ممنوعہ درخت کا پھل کھائیں' جبکہ قرآن میں ابلیس یا شیطان ہے جو حضرت آدمؑ اور حضرت حوّاؑ کو ممنوعہ درخت کا پھل کھانے کے لیے بہکاتا ہے۔ قرآنی تعلیمات کے مطابق:

۱۔ ابلیس یا شیطان خدا تعالیٰ کے فرمان کا مخالف ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ہے۔ اِنَّ الشیطان کان للرحمٰن عصیًا (سورہ۱۹' آیت۴۴)

۲۔ شیطان انسان کا دشمن ہے اور اس حوالہ سے انسان کو بھی چاہیے کہ وہ بھی شیطان سے دشمنی رکھے ٥ان الشیطان لکم عدو فاتخذوہ عدوا٥ (سورہ۳۵' آیت۶)

۳۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ شیطان کی پیروی نہ کریں۔ چونکہ شیطان کے پیروکار بُرے اعمال کی پیروی کرتے ہیں جیسا کہ قرآن میں ہے۔

٥ یاایھاالذین امنوالاتتبعوا•••••• بالفحشاء والمنکر ٥ (سورہ۲۴' آیت۲۱)

صوفیہ کی نظر میں ابلیس نفس کی جہت جلالی وگمراہی کا مظہر ہے اور اسے انسان پر نفس ہی کے وسیلے سے کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ لیکن گمراہ کرنے میں ابلیس کسی خاص روش کا پابند نہیں' اس کی ہر ممکن کوشش ہوتی ہے کہ انسان معصیت میں مبتلا ہو جائے' اس کے برعکس نفس جو نہایت ضدی اور ہٹی ہے' جس لذت کی اسے چاٹ پڑ جاتی ہے وہ اس پر اڑا رہتا ہے اور انسان کو ہر طرف سے گھیر گھار کر اس برائی میں ملوث کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن یہ بات بھی ہے کہ اس کی اصل خراب نہیں' اس لیے ہدایت کی

ذرا سی تحریک اور ناکامیوں کی مسلسل ٹھوکروں سے اس کی اصلاح بھی ہو جاتی ہے' یہ وہ بات ہے جو ابلیس کو نصیب نہیں۔ اسی سلسلے میں ابوسعید ابوالخیر" کا قول ہے کہ تمام برائیاں نفس کی وجہ سے ہیں' اگر تم اُسے قتل نہیں کرو گے تو وہ تمہیں قتل کر دے گا' اگر تم اسے مغلوب نہیں کرو گے تو وہ تمہیں مغلوب کر لے گا۔

عزیز نسفی" کی نظر میں فطرت سے مرتبہ اول میں تین چیزیں وجود میں آئیں:

(۱) تعمیر و ترقی اور حکم برداری

(۲) فساد و خرابی اور نافرمانی

(۳) تکبر و خود بینی اور حکم عدولی

ان تینوں میں سے پہلے کو فرشتہ' دوسرے کو شیطان اور تیسرے کو ابلیس کہا جاتا ہے اور اہل علم یہ بھی کہتے ہیں کہ ہر آدمی کے ساتھ ایک شیطان ہے جو اس کے ساتھ زندگی بھر رہتا ہے' رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ "اسلم شیطانی علی یدی" یعنی میں نے شیطان کو مسلمان کر لیا___ عزیز نسفی" کہتے ہیں کہ عقل مسلمان ہے اور فرشتہ اور ابلیس ایک ہی قوت کے دو مظہر ہیں۔ اگر یہ قوت مسلمان عقل کی تابع ہو جائے تو اسے فرشتہ کہتے ہیں اور اگر یہ قوت مسلمان عقل کی فرمان بردار نہ ہو تو اس کا نام ابلیس ہے۔ شیطان و ابلیس میں یہ فرق ہے کہ شیطان طبیعت (جبلت) ہے اور ابلیس وہم ہے۔ ۶___ مفسرین قرآن اور صوفیہ نے ابلیس کے بہکانے اور گمراہ کرنے کے حوالے سے کچھ واقعات بیان کیے ہیں جو یوں ہیں:

بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا جو جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر روزی کماتا تھا' ایک دن وہ جنگل میں لکڑیاں کاٹنے جا رہا تھا کہ اسے ابلیس ایک بوڑھے کی شکل میں ملا اور بولا کہ میاں تم عبادت کرو' لکڑیاں کاٹنا تمہارا کام نہیں یہ تو پیغمبروں کا کام ہے' عابد کو سخت غصہ آیا' ابلیس کو زمین پر گرا دیا اور اس کے سینہ پر بیٹھ گیا' ابلیس نے کہا تم مجھے چھوڑ دو میں تمہیں ایک اچھی بات بتاؤں گا۔ زاہد نے ابلیس کو چھوڑ دیا' ابلیس نے کہا تم درویش ہو تمہارا خرچہ برداشت کرنا لوگوں کا کام ہے' میں تمہیں ہر روز دو دینار دے دیا کروں گا' ایک دینار سے اپنا خرچہ چلاؤ' ایک دینار راہِ حق میں دو۔ عابد نے سوچا یہ سچ ہی

Marfat.com

کہتا ہے مجھے خدا سے لکڑیاں کاٹنے کا حکم تو نہیں ملا' میں پیغمبر بھی نہیں ہوں' پھر یہ ہے کہ ہر روز ایک دینار صدقہ بھی دے دیا کرونگا' چنانچہ عابد مان گیا۔ ہر روز دو دینار ملنے لگے' کچھ دنوں کے بعد ایک دن دینار نہیں ملے' عابد لکڑیاں کاٹنے جا رہا تھا' سامنے سے ابلیس مل گیا۔ ابلیس نے کہا کہ لکڑیاں کاٹنا تمہارا کام نہیں' عابد کو سخت غصہ آیا' ابلیس سے لڑ پڑا' ابلیس نے عابد کو زمین پر دے مارا اور اس کے سینہ پر بیٹھ گیا۔ عابد نے پوچھا کہ پہلے میں نے تمہیں ہرا دیا تھا اب کی باز میں تم سے ہار گیا' کیوں؟ ابلیس نے کہا پہلے تم خدا کے لئے لڑتے تھے اب دینار کے لئے لڑتے ہو۔ پہلے تم میں خلوص تھا اب طمع ہے۔

حضرت سلیمانؑ کی انگوٹھی (طلسماتی انگوٹھی) جس سے وہ حکومت کرتے تھے ایک شیطان نے چرالی اور تخت سلیمان پر بیٹھ کر بادشاہت کرنے لگا' اسرائیلیوں نے جنگ کر کے شیطان کو بھگا دیا' شیطان نے چپکے سے انگوٹھی کو سمندر میں پھینک دیا۔ اتفاق سے حضرت سلیمانؑ کو مچھلی کے پیٹ سے وہ انگوٹھی مل گئی اور انہوں نے انگوٹھی کے ساتھ ہی تخت حکومت بھی پالیا۔

برصیصا ایک یہودی زاہد تھا جسے ایک شیطان نے ورغلایا اور اسے دیوانوں اور جنات کے سایہ والوں کا علاج سکھایا' ایک خوبصورت عورت کو جس پر جنوں کا سایہ تھا علاج کے لئے یہودی زاہد کے پاس بھیجا' زاہد اس پر عاشق ہوگیا' شیطان نے ورغلایا کہ اس عورت کے ساتھ گناہ کرلو بعد میں توبہ کر لینا کہ توبہ کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے۔ زاہد نے اس عورت سے گناہ کیا اور وہ عورت حاملہ ہوگئی' زاہد نے گناہ چھپانے کے لئے شیطان کے مشورے سے اس عورت کو قتل کر دیا اور زاہد قتل کے مقدمہ میں پکڑا گیا اور پھانسی پائی۔

ابلیس نے حضرت ایوبؑ کی بیوی سے حضرت ایوبؑ کو بیماری سے شفا دینے کا وعدہ کیا تھا بشرطیکہ وہ یہ کہہ دیں کہ شفا تو نے (ابلیس نے) دی ہے۔ حضرت ایوبؑ کو جب اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے قسم کھائی تھی کہ صحت یاب ہو کر اپنی بیوی کو شیطان سے بات کرنے کی بنا پر سو تازیانے ماروں گا۔ صحت یاب ہو کر قسم پوری کرنا

Marfat.com

چاہی تو حضرت ایوبؑ کو خداوند تعالیٰ سے حکم ملا کہ اپنی بیوی کو پھولوں کا گلدستہ مارو جو سو تازیانوں کے برابر ہوگا' یوں تمہاری قسم پوری ہو جائے گی ___ ابلیس کا تصور صوفیانہ ادب میں بہت زیادہ معنویت اور نکتہ آفرینی کے ساتھ موجود ہے۔

ابلیس کا تصور قدیم صوفیہ کی نظر میں:

سہل تُستریؒ کے مرشد ذوالنونؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابلیس کو دیکھا کہ سجدہ میں گریہ وزاری کر رہا ہے' میں نے پوچھا کہ سجدہ سے انکار اور خدا کی طرف سے پھٹکار کے بعد پھر یہ خدا کو سجدہ کرنا یا عبادت کرنا کیوں؟ اس نے کہا کہ اگر میں بندگی سے معزول ہوگیا ہوں' خداوند تعالیٰ تو خدائی سے معزول نہیں ہوا۔

سہل تستریؒ (وفات ۲۸۳ھ) فرماتے ہیں کہ میں نے ابلیس کو دیکھا تو پوچھا کہ تو نے آدمؑ کو سجدہ کیوں نہیں کیا تھا؟ اس نے کہا اے سہلؒ یہ بیہودہ باتیں چھوڑو! اگر تم اللہ میاں کے حضور میں کبھی پہنچو تو پوچھنا کہ اس بے چارے ابلیس کو اے خدا تو خود پسند نہیں کرتا تھا نافرمانی کا بہانہ اس کے سر پر کیوں تھوپا؟ یعنی فیصلہ تیرا اپنا تھا مجرم اس بیچارے کو ٹھہرا دیا۔

ابوبکر واسطیؒ (وفات ۳۰۸ھ) نے فرمایا کہ ''ابلیس سے مذہب سیکھنا چاہیے کہ اُس نے باطل کا راستہ اختیار کیا اور ساری دُنیا کی ملامت قبول کی پھر بھی اپنی راہ پر قائم رہا''

بایزیدؒ فرماتے ہیں کہ میری ابلیس سے حرم کعبہ میں ملاقات ہوگئی' بڑی دانشورانہ باتیں کر رہا تھا' میں نے کہا کہ اس دانشوری کے باوجود خدا کے حکم سے سرتابی کیوں کی؟ اس نے کہا وہ ابتلا تھی' ارادہ نہیں تھا' میں نے کہا کہ تو مخالفتِ حق کر کے یہ روزِ بد دیکھ رہا ہے! اس نے کہا کہ مخالفت ضد کی ضد کے ساتھ ہوتی ہے یعنی دو مخالف (متقابل) چیزوں میں ہوتی ہے اور خداوند تعالیٰ اپنی ضد یا مقابل نہیں رکھتا اور موافقت مثل کی مثل سے ہوتی یعنی دونوں ایک جیسی چیزوں میں ہوتی ہے اور خداوند تعالیٰ اپنی مثل نہیں رکھتا' (لیس کمثلہ شئیٌ) یہ کہا اور وہاں سے غائب ہوگیا۔ ؎

ابوالقاسم گرگانیؒ (وفات ۴۵۰ھ) نے ابلیس کو خواجۂ خواجگان (یعنی سرداروں

Marfat.com

کا سردار) وسرورِ مہجوران (اہل فراق کا سردار) کہا ہے۸۔ اور احمد غزالیؒ (وفات ۵۲۰ھ) ابلیس کی عاشقانہ بلند ہمتی کی تعریف کرتے ہوئے اپنی کتاب ''سوانح'' میں فرماتے ہیں کہ عشق بلند ہمت ہوتا ہے' وہ بلند ہمت معشوق ہی کو پسند کرتا ہے پس وہ محبوب جو دامِ وصال میں آ سکتا ہو وہ محبوب بننے کا مستحق نہیں۔اسی موقع کے مطابق تھا کہ جب ابلیس سے کہا گیا ؂و ان علیک لعنتی ؂ (سورہ ۳۸' آیت ۷۸)' تو ابلیس نے کہا' ؂فبعزتک؂ (سورہ ۳۸' آیت ۸۲) پس تیری عزت کی قسم یعنی میں تجھ سے اپنے لیے یہ عزت افزائی پسند کرتا ہوں۔۹

ابوالمعالی عبداللہ بن ابی بکر المیانجی ملقب بہ عین القضاۃ ہمدانیؒ (ولادت ۴۹۲ھ) اپنی کتاب ''تمہیدات'' میں ابلیس کے بارے میں یوں فرماتے ہیں کہ خدا نے اپنی صفتِ رحمانیت سے احمد رسول پاکؐ کو اور اپنی صفتِ جباریت سے ابلیسِ ملعون کو پیدا کیا۔ محمدﷺ کی سعادت اور ابلیس کی شقاوت ایک دوسرے کے ساتھ لازم وملزوم ہیں۔ سفیدی سیاہی کے بغیر پہچانی نہیں جاسکتی' آسمان کا وجود زمین کے بغیر ممکن نہیں۔ صفتِ رحمت حضرت احمدﷺ کی غذا ہے اور صفتِ قہر وغضب ابلیس کی غذا ہے۔حضرت محمدﷺ کے نور سے ایمان پیدا ہوتا ہے اور ابلیس کے نور (نار) سے گمراہی وجود میں آتی ہے''۔ عین القضاۃ ہمدانیؒ نے منصور حلاجؒ کی طرح ابلیس کی جوانمردی کی بڑی تعریف کی ہے۔۱۰

تذکرۃ الاولیا میں شیخ جنید بغدادیؒ (وفات ۲۹۷ھ) سے یوں نقل کیا گیا ہے کہ جنیدؒ نے ابلیس سے کہا ''اے ملعون ! کس چیز نے تجھے سجدۂ آدمؑ سے روکا' اُس نے کہا' اے جنیدؒ کیا تمہاری عقل درست ہے' کیا میں غیرِ حق کو سجدہ کروں؟ جنیدؒ نے کہا' میں یہ سُن کر حیرت زدہ رہ گیا'' ___ ھاتف غیبی نے میرے دل میں ڈالا کہ اس سے کہو تو جھوٹ بکتا ہے' اگر تیرے دل میں فرماں برادری کا جذبہ ہوتا تو رب العزت کے فرمان سے تو سرتابی نہ کرتا اور اس طرح خدا کا قرب اور اس کی رضا تو حاصل کر لیتا' تو نے ایسا کیوں نہیں کیا؟ ابلیس نے اس ندائے غیب کو سن لیا اور چلایا ''جنیدؒ تو نے مجھے جلا ڈالا''۱۱

تصورِ ابلیس حسین بن منصور حلاجؒ کی نظر میں:

حسین بن منصور حلاجؒ (مقتول ۳۰۹ھ) ادبیاتِ اسلامی میں پہلا شخص ہے جس نے ابلیس کی شخصیت کو ایک خاص اہمیت اور مقام و مرتبہ عطا کیا اور نہ صرف آدمؑ کو سجدہ کرنے سے ابلیس کے انکار کا دفاع کیا ہے بلکہ ابلیس یا شیطان کو عاشقِ صادق اور موحدِ کامل بلکہ مظلوم کی حیثیت سے پیش کیا ہے اور اپنی معروف تالیف ''کتاب الطّواسین'' میں اسے موحدِ یکتا قرار دیا ہے۔ اس کتاب کے چھٹے باب میں جس کا عنوان ''طاسین الازل والالتباس'' ہے حلاجؒ ابلیس کے بارے میں کہتا ہے کہ آسمان والوں میں ابلیس جیسا کوئی عابد اور موحد نہیں ہوا۔ (ماکان فی اھل السماء موحدمثل ابلیس)___ جب وہ تفرید کے مقام پر پہنچا تو اُس پر لعنت بھیجی گئی اور جب اُس نے زیادہ (بڑے مقام) کی طلب کی یعنی فردانیت طلب کی تو اُسے راندۂ درگاہ کر دیا گیا۔ جب خداوند تعالیٰ نے فرمایا کہ سجدہ کرو، تو اُس نے کہا کہ میں غیر کو سجدہ نہیں کروں گا، حکمِ حق ہوا کہ قیامت تک تجھ پر لعنت رہے گی، ابلیس نے جواب میں کہا ''لا غیر'' ابلیس نے کہا:

جحودی فیک تقدیس و عقلی فیک تھویس
وما آدم الاک ومن فی البین ابلیس

یعنی میرا انکار (سجدۂ آدمؑ سے) درحقیقت تیری تقدیس ہے اور میری عقل تیرے بارے میں ایک دیوانگی ہے، تیرے سوا آدمؑ کہاں ہے؟ اور ابلیس کون ہے کہ جو درمیان میں آئے؟

خداوند تعالیٰ نے ابلیس سے فرمایا کہ تو تکبّر کرتا ہے! ابلیس نے کہا، چونکہ کچھ دیر میں تیرے ساتھ رہا ہوں اس لیے مجھے تکبّر اور اپنی عظمت کا اظہار کرنا بجتا ہے۔ میں وہ ہوں جس نے تجھے ازل میں پہچانا۔ میں اُس (آدمؑ) سے بہتر ہوں، چونکہ میں خدمت میں اُس (آدمؑ) سے قدیم تر ہوں۔ دونوں جہان میں مجھ سے بڑا تیرا عارف کوئی نہیں۔ میں کس طرح تیرے غیر کو سجدہ کروں، جب سجدہ نہ کروں تو اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں کہ میں اپنی اصل کی طرف لوٹ جاؤں کہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا

Marfat.com

ہے اور آگ آگ کی طرف لوٹ جاتی ہے' بہرحال تقدیر اور اختیار تیرے ہی پاس ہے'' ''اس کے بعد کہ میں تجھ سے دور ہوگیا' کوئی دوری یا فراق میرے لیے وجود نہیں رکھتا۔ اب میں یہ بات یقین کے ساتھ جان گیا ہوں کہ قربت اور دوری دونوں ایک ہیں۔ اگر مجھے تجھ سے جُدا کردیا گیا ہے تو تیری جُدائی میری رفیق بن گئی ہے۔ یہ بات کیسے درست ہوگی کہ فراق اور محبت دونوں ایک ہیں؟ اس توفیق پر کہ جو تو نے مجھے عطا کی ہے (کہ مجھ میں فراق و محبت ایک ہوگئے) اے خدا میں خلوصِ دل سے تیری حمد و ثنا کرتا ہوں' میں بندۂ مُخلص ہوں' میرے لیے یہ ممکن نہیں کہ تیرے سوا کسی اور کو سجدہ کروں''۔

ایک روز کوہ طور کے پیچھے حضرت موسیٰ اور ابلیس کی باہم ملاقات ہوئی۔ موسیٰ نے کہا کہ کس چیز نے تجھے سجدۂ آدمؑ سے روکا تھا؟ اُس نے کہا کہ میرا یہ دعوی کہ میں معبودِ واحد کی پرستش کرتا ہوں' اگر میں آدمؑ کو سجدہ کرلیتا تو میں تجھ ایسا ہوتا چونکہ تجھے ایک بار کہا گیا انظر الی الجبل (پہاڑ کی طرف دیکھ) (سورہ۷' آیت ۱۴۳) اور تو نے (فوراً) اُس پہاڑ کی طرف دیکھا اور مجھے ہزار بار حکم دیا گیا کہ سجدہ کر' میں نے اپنے دعوی کے مطابق سجدہ نہیں کیا ___ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ تو نے امرِ خداوندی کو چھوڑ دیا' اُس نے کہا کہ وہ آزمائش تھی حکم نہیں تھا۔ موسیٰؑ نے فرمایا کہ آخرکار تیری صورت بگڑ گئی' ابلیس نے کہا' اے موسیٰؑ! یہ تلبیس ہے یعنی پردۂ اسرار ہے اور حال قابلِ اعتماد نہیں' کیونکہ وہ اُستوار نہیں رہتا کہ حال بدلتا رہتا ہے لیکن معرفت ہمیشہ قائم رہتی ہے جیسی کہ تھی ویسی ہی رہتی ہے' اگرچہ شخص بدل جاتا ہے ___ حضرت موسیٰؑ نے کہا' کیا تو اب بھی اُسے یعنی خدا کو یاد کرتا ہے؟ ابلیس نے کہا کہ اے موسیٰؑ! یہ مقامِ فکر ہے مقامِ ذکر نہیں۔ میں اور وہ دونوں مذکور ہیں' اُس کا ذکر میرا ذکر ہے اور میرا ذکر اُس کا ذکر ہے اور ذاکرین باہم ایک ہوتے ہیں ___ میری خدمت اب زیادہ پاکیزہ اور میرا وقت اب زیادہ اچھا ہے اور میرا ذکر اب زیادہ عظمت والا ہے چونکہ میں نے اُس کی خدمت ازل میں اپنے لیے کی تھی' اب میں اُس کی خدمت اُس کے لیے کرتا ہوں۔ میں نے اُس کے حق میں اپنی تدبیر میں غلطی نہیں کی' میں نے تقدیر کو رد نہیں کیا'

Marfat.com

تغیرِ حالات کے بارے میں میں نے سوچا ہی نہیں' اُس کی تقدیر اِسی طور کی ہے' اگر ابد تک بھی مجھے آگ سے عذاب دیا جائے پھر بھی میں اُس کے غیر کو سجدہ نہیں کروں گا' میں سوائے اُس کے کسی کے سامنے سر نہیں جھکاؤں گا۔ میں کسی کو اس کا مقابل نہیں جانتا' میں کسی کو اس کا فرزند نہیں مانتا' میرا دعوی صادقین کا دعوی ہے اور میں محبانِ صادق میں سے ہوں ___ اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا اے ''مھین'' (ذلیل و خوار) تو سجدہ نہیں کرے گا؟ اس نے کہا کہ میں محبّ (محبت کرنے والا) ہوں اور محبت کرنے والا ''مھین'' یعنی ذلیل و خوار ہوتا ہے۔ اور میں نے کتاب مبین یعنی قرآن مجید میں بھی لفظ مھین (ذلیل و خوار) پڑھا ہے۔ اے ذو القوۃ المتین (یعنی زبردست قوت والے) میں کس لئے اس کے سامنے ذلیل و خوار بنوں یعنی آدم کو سجدہ کروں جبکہ مجھے تو نے نار (آگ) سے اور اسے طین (مٹی) سے پیدا کیا ہے اور یہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں' یہ دونوں چیزیں کبھی جمع نہیں ہوسکتیں۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ (ہم دونوں یعنی ابلیس و آدم میں موازنے اور مقابلے کے لحاظ سے) میں آدمؑ سے خدمت میں قدیم تر ہوں اور فضل و کمال میں اس سے عظیم تر ہوں اور علم و دانش میں اس سے برتر ہوں اور عمر میں اس سے بزرگ تر ہوں ___ حق تعالیٰ نے فرمایا ''اختیار میرے لیے ہے تیرے لیے نہیں ہے''۔ ابلیس نے کہا ''تمام اختیارات بلکہ میرا اختیار بھی تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ اگر تو نے مجھے آدمؑ کو سجدہ کرنے سے منع کیا' اے خدا تو منیع ہے یعنی تیری ذات بلند و برتر ہے اور اگر میں نے بات کہنے میں غلطی کی ہے تو مجھے اپنی بارگاہ سے مت نکال کہ تو سمیع ہے (تو سب کچھ سننے والا ہے) اور اگر اے خدا تو یہ چاہتا ہے کہ میں آدمؑ کو سجدہ کروں' تو میں مطیع ہوں۔ تمام عارفینِ حق میں مجھ سے برتر کوئی نہیں ___ ابلیس نے کہا' ''اے خدا مجھے ملامت نہ کر کیونکہ ملامت میرے بارے میں بعید ہے (نامناسب ہے) میرے آقا مجھے اجر عطا فرما کیونکہ میں اپنے مقام میں وحید ہوں (یکتا ہوں) جہاں تک تیرے وعدے کا تعلق ہے یقیناً وہ سچا ہے' جہاں تک میرا معاملہ ہے تو وہ شروع میں شدید ہے۔ جو لوگ میری تحریر چاہتے ہیں' ان سے میں کہتا ہوں ''پڑھو اور جان جاؤ کہ میں حقیقت میں شہید ہوں'' ___ تمام فصحا کی زبان اس

(ابلیس) کی تعریف میں گونگی ہے اور تمام عارفین اس بات سے عاجز ہیں کہ اس کے بارے میں کچھ کہیں۔ وہ سجدہ کرنے میں اعلم (یعنی سب سے زیادہ عالم) ہے' اپنے عمل اور (راہِ حق میں) جدوجہد کرنے میں سب سے برتر ہے اور وعدہ کے پورا کرنے میں وفادار ہے اور خدا سے سب سے زیادہ قربت رکھتا ہے۔

فرشتوں نے آدمؑ کو محض تعمیل حکم کے طور پر سجدہ کیا' مگر ابلیس نے اپنے مشاہدے کی طویل مدت کی بنا پر سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ یوں اس کا معاملہ اختلاف کی نذر ہو گیا اور وہ بدگمانی میں مبتلا ہو گیا' پس اس نے کہا "میں اس سے بہتر ہوں" اور یوں وہ قیامت تک حجاب میں رہا' مٹی میں مل گیا اور ابدی عذاب کا مستحق بن گیا۔___ ابلیس کا نام عزازیل اس لیے رکھا گیا کہ وہ اپنے عہدۂ ولایت سے معزول ہو گیا تھا۔

منصور حلاجؒ کہتے ہیں کہ ابلیس کے بارے میں بہت سے اقوال ہیں' اُن میں سے ایک قول یہ بھی ہے کہ وہ آسمان میں فرشتوں کا معلّم (استاد) تھا اور زمین میں انسانوں کا معلّم (استاد)۔ اس نے فرشتوں کو مستحسنات (اچھائیاں) اور انسانوں کو مستقبحات یعنی برائیاں سکھائیں___ یہ اِس وجہ سے ہے کہ چیزوں کو ہم اُن کی ضد کے حوالے سے پہچانتے ہیں' جو بُرائی کو نہیں پہچانتا وہ اچھائی کو بھی نہیں پہچان سکتا۔[۱۲]

ابلیس کے بارے میں منصور حلاجؒ کے افکار کا خلاصہ:

(۱) ابلیس ایک شخص ہے جو یکتا پرست ہے اور اپنی یکتا پرستی میں اور جواں مردی میں بے مثل ہے۔ وہ اپنی ذات میں ہٹ دھرمی' خودسری' سرکشی اور تکبر رکھتا ہے۔

(۲) اس نے خدا کے حکم کی اطاعت نہ کی اور آدمؑ کو سجدہ نہ کیا اور اپنے کیے پر شرمندہ بھی نہ ہوا' اس کے بقول اس کو اختیار تھا ہی نہیں کیونکہ تمام اختیارات اللہ کے پاس ہیں اور خدا کو منظور یہی تھا کہ ابلیس انکار کرے کہ اس کے انکار ہی سے خیر و شر کا مسئلہ وجود میں آیا اور زندگی کے یہ تمام ہنگامے' اسی کشمکشِ خیر و شر کا نتیجہ ہیں۔ اسی

لیے ابلیس اپنے آپ کو ''شہید'' کہتا ہے۔ گویا وہ بیچارہ مظلوم ہے اس کے ساتھ انصاف نہیں ہوا' لیکن پھر بھی وہ شکوہ نہیں کرتا کیونکہ وہ صاحبِ عزم و استقامت ہے بلکہ وہ یہ کہتا ہے'' کہ میری خدمت اب زیادہ پاکیزہ ہے' میرا وقت اب زیادہ اچھا ہے' میرا ذکر اب زیادہ بلند ہے ___ میرا دعویٰ سچے لوگوں کے دعویٰ کی طرح ہے اور میں محبانِ صادق میں سے ہوں۔''

(۳) سجدۂ آدمؑ کے سلسلے میں خدا کا حکم ایک آزمائش تھی تا کہ اس سے ابلیس کی بندگی کو جانچا جا سکے۔ ابلیس کو اپنی قربت سے دور کر دیا' ملعون و راندۂ درگاہ بنا دیا تا کہ یوں عشقِ الٰہی میں ابلیس کی استقامت اور پائیداری کو آزمایا جا سکے۔

(۴) ابلیس کا وجود خیر و شر کے پہچان کے حوالے سے انسان کے لیے لازم ہے۔ ابلیس جو تمام تر شر ہے' اس کا وجود خیر کی پہچان کے لیے بڑی اہمیت رکھتا ہے کیونکہ اشیا کو اضداد کے حوالے ہی سے پہچانا جا سکتا ہے۔

سنائیؒ' عطارؒ' رومیؒ' ابنِ عربیؒ اور دوسرے صوفی شعراء نے حلاجؒ کے افکار کی پیروی کرتے ہوئے ابلیس کے بارے میں نرم روّیہ اختیار کیا ہے۔ سنائیؒ غزنوی نے ابلیس کے عمل کی تعریف اور حمایت میں ایک خوبصورت غزل لکھی ہے جس میں وہ ابلیس کو خداوند تعالیٰ کے عاشقِ دل باختہ کی حیثیت سے پیش کرتا ہے:

با او دلم بہ مہر و مودت یگانہ بود سیمرغ عشق را دل من آشیانہ بود
بر درگہم ز خیل فرشتہ سپاہ بود عرش مجید' جاہ مرا آستانہ بود
در راہِ من نہاد نہان دامِ مکرِ خویش آدمؑ میان حلقۂ آن دام' دانہ بود
می خواست تا نشانۂ لعنت کند مرا کرد آنچہ خواست آدمؑ خاکی بہانہ بود

یعنی میرے دل میں اس کے لیے بے انتہا محبت تھی' میرا دل سیمرغِ عشق کا آشیانہ تھا۔ میری بارگاہ میں فرشتے فوج در فوج ہوتے تھے۔ میرا مقام اتنا بلند تھا کہ عرشِ مجید میرا آستانہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے میری راہ میں مکر کا جال بچھا دیا۔ اس جال میں دانہ آدمؑ تھا۔ خدا کی مرضی یہ تھی کہ مجھے لعنت کا نشانہ بنائے' اس نے اپنی مرضی کو پورا کیا' آدمِ خاکی کو تو ایک بہانہ بنایا تھا۔

شیخ فرید الدین عطارؒ نے اپنی کتاب ''الٰہی نامہ'' میں حضرت موسیٰؑ اور ابلیس کا ذکر کیا ہے جو حلاجؒ کے نظریات کا عکس لیے ہوئے ہے:

شبی موسیٰؑ مگر میرفت بر طور　　بہ پیشِ او رسید ابلیس از دور
چنین گفت آن لعین راکای ہم دم　　چرا سجدہ نکر دی پیش آدمؑ
لعینش گفت ای مقبول حضرت　　شدم بی علتی مردود قدرت
اگر بودی دران سجدہ مرا راہ　　کلیمی بودمی ہمچون تو آنگاہ
ولی چون حق تعالیٰ این چنین خواست　　کہ کژ گویم نیامد چنین راست
کلیمش گفت ای افتادہ در بند　　بود ہر گز ترا یادِ خداوند
لعینش گفت چون من مہربانی　　فراموشش کند ہر گز زمانی
ہمی چند انکہ او را کینہ بیش است　　مرا مہرش درون سینہ بیش است
بلعنت گرچہ از درگاہ دور است　　ولی از قول موسیٰؑ در حضور است [۱۲]

ان اشعار میں عطارؒ کہتے ہیں کہ ایک رات موسیٰؑ طور پر جارہے تھے اتنے میں ابلیس بھی وہاں پہنچ گیا۔ موسیٰؑ نے ابلیس سے کہا کہ تو نے آدمؑ کو سجدہ کیوں نہیں کیا تھا؟ اس ملعون نے جواب دیا کہ اے خدا کے مقبول بندے! میں بغیر کسی سبب کے مردود بنا۔ اگر مجھے اس سجدہ کرنے میں اختیار ہوتا تو میں تیری طرح کلیم اللہ ہوتا لیکن چونکہ خداوند تعالیٰ کی یہی مرضی تھی کہ میں انکار کروں' سو میں نے انکار کر دیا۔ حضرت موسیٰؑ کلیم اللہ نے فرمایا اے مردودِ بارگاہِ حق! کیا کبھی تجھے حق تعالیٰ کی یاد بھی آتی ہے؟ اسنے کہا کیا مجھ جیسا خدا کا ذکر کرنے والا خدا کو بھلا سکتا ہے؟ خدا کا جتنا کینہ میرے لیے ہے اتنی ہی خدا کے لئے میرے دل میں محبت ہے' اگرچہ لعنت کے حوالے سے ابلیس بارگاہِ حق سے دور ہے لیکن موسیٰؑ کے قول کے مطابق وہ حضورِ حق میں ہے۔

اسی کتاب ''الٰہی نامہ'' میں ایک حکایت شبلیؒ و ابلیس کے حوالے سے ہے' اس حکایت میں عطارؒ کہتے ہیں ایک روز حضرت شبلیؒ عرفات سے گذر رہے تھے کہ اچانک ان کی نظر ابلیس پر پڑ گئی۔ انہوں نے ابلیس سے پوچھا تو اسلام و ایمان نہیں رکھتا پھر کس لیے مومنین کی جماعت میں شامل ہوا ہے؟ ابلیس نے جواب دیا کہ میں نے

Marfat.com

لاکھوں سال خدا کی پرستش کی ہے' میں حضرتِ حق کا مقربِ خاص اور موحدِ یگانہ تھا اور معلمِ ملائک تھا' اگر خداوند تعالیٰ نے مجھے بغیر کسی سبب کے اپنی بارگاہ سے نکال دیا ہے تو یہ بھی کوئی تعجب کی بات نہیں ہو گی کہ وہ پھر بغیر کسی سبب کے مجھے بلا لے اور اپنا مقربِ خاص بنا لے:

مگر شبلی امام عالم افروز گذر میکرو در عرفات یکروز
فتادش چشم بر ابلیس ناگاہ بدو گفتا کہ ای ملعون درگاہ
چو نہ اسلام داری و نہ طاعت چرا گردی میان این جماعت
جگر خون شد ازین تاریک روزت امیدی می بود از حق ہنوزت
چو بشنید این سخن ابلیس پر غم زبان بکشاد و گفت ای شیخ عالم
چون حق را صد ہزاران سال جاوید پر ستیدم میان بیم و امید
ملائک را بحضرت رہ نمودم بہر سرگشتہ آن درگہ نمودم
دلی پُر داشتم از عزت او مقر بودم بہ وحدانیت او
اگر بی علتی با این ہمہ کار براند از در گہ خویشم بیک بار
کہ کس زہرہ نداشت از خلق درگاہ کہ گوید از چہ رد کردیش ناگاہ
اگر بی علتی بپذیرد دم باز عجب نبود کہ نتوان گفت این راز
چون بی علت شد ستم راندۂ او شوم بی علتی ہم خواندۂ او[۱۴]

مولانا جلال الدین رومیؒ نے مثنوی کے دفترِ اول میں ایک حکایت بیان کی ہے کہ ایک دن آدمؑ نے ابلیس کو حقارت ونفرت سے دیکھا اور خود بینی کے طور پر ابلیس کا مذاق اُڑایا اور اس پر لعنت بھیجی۔ غیرتِ خداوندی جوش میں آئی اور فرمایا اے آدمؑ تو میرے پوشیدہ اسرار نہیں جانتا اگر میں چاہوں تو سینکڑوں آدمؑ کو ذلیل وخوار کردوں اور سینکڑوں ابلیس کو مومن ومسلمان بنا دوں۔ آدمؑ اپنے اس فعل پر شرمندہ ہوئے اور توبہ کی:

روزی آدمؑ بر بلیسی کوشقی است از حقارت وز زیافت بنگریست
خویش بینی کرد و خود آمد گزین خندہ زد برکار ابلیس لعین

Marfat.com

بانگ بر زد غیرت حق کای صفی تو نمیدانی ز اسرار خفی
پوستین را باژ گو نہ گر کنم کوہ را از بیخ و از بن بر کنم
پردہ صد آدمؑ آندم بر درم صد بلیس نو مسلمان آورم
گفت آدمؑ توبہ کردم زین نظر این چنین گستاخ نندیشم دگر ۱۵

ایک حکایت میں عطارؒ بیان کرتے ہیں کہ ابلیس ایک روز زار زار رو رہا تھا اور کہہ رہا تھا لوگ بھی عجیب ہیں وہ یہ تو پسند نہیں کرتے کہ میری (ابلیس کی) اطاعت کریں، لیکن اپنے گناہوں کو مجھ سے منسوب کرتے ہیں یعنی بُرے کام تو خود کرتے ہیں اور لعنت مجھ پر بھیجتے ہیں۔ گویا کار بد تو خود کریں لعنت کریں شیطان پر:

چو باران میگریست و زار می گفت پیا پی این سخن ہموار می گفت
کہ این قصہ ز آن روی چو ماہست ولی زانکہ گلیم من سیاہست
نمی خواہند طاعت کردن من کنند آنگہ گنہ در گردنِ من

اسی مضمون کو سعدی شیرازیؒ نے ''بوستان'' میں مندرجہ ذیل حکایت میں بیان کیا ہے:

یکی مال مردم بہ تلبیس خورد چو برخاست لعنت بر ابلیس کرد
چنین گفت ابلیس اندر رہی کہ ہر گز ندیدم چنین ابلہی
ترا با من است از نہان آشتی چرا تیغ پیکار برداشتی ۱۶

یعنی ایک شخص مکر و فریب سے لوگوں کا مال اڑا لیتا تھا اور ابلیس پر لعنت بھیجتا تھا، ایک دن ابلیس نے اس شخص سے کہا میں نے تجھ جیسا بے وقوف نہیں دیکھا کہ تو بباطن تو میرا دوست ہے لیکن بظاہر میرا دشمن ہے۔

برصغیر کے بزرگ صوفیہ میں سے سیّد غوث علی شاہ قلندر قادریؒ پانی پتی نے بھی اپنی کتاب ''تذکرۂ غوثیہ'' میں آدمؑ و ابلیس اور موسیٰؑ و ابلیس کی حکایات کو، جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے، قدرے مختلف انداز میں بیان کیا ہے___ مشہور شاعر سرمد کہتے ہیں:

سرمد تو حدیث کعبہ و دیر مکن دروادی شک چو گمرہان سیر مکن
روشیوۂ بندگی زشیطان آموز یک قبلہ گزین و سجدہ بر غیر مکن ۱۷

Marfat.com

یعنی سرمد کعبہ و دیر کی بات مت کرو، شک کی وادی میں گمراہوں کی طرح مت گھومو جاؤ شیطان سے بندگی سیکھو ایک قبلہ چن لو اور غیر کو سجدہ نہ کرو۔ ایک شاعر غریب بلگرامی نے اسی مضمون کو یوں پیش کیا ہے:

شیطان ز درگاہ خدا شد مردود   پرسید کسی چرا نکردی تو سجود؟
گفتا کہ منم محوِ جمالِ رخ دوست   جزذاتِ خدا دگر ندانم مسجود
(آزاد بلگرامی سیرو آزاد ص ۳۲۸)

شیطان خدا کی بارگاہ سے مردود ہوگیا' کسی نے پوچھا کہ تو نے سجدہ کیوں نہیں کیا؟ اس نے کہا کہ میں دوست کے جمال میں محو ہوں' خدا کے سوا میں کسی کو مسجود نہیں مانتا۔

ابلیس کا تصور مغربی ادبیات میں بھی موجود ہے' جو ایک حد تک حلاجؒ کے تصورِ ابلیس ہی کا عکس ہے۔ مغربی ادبیات میں ملٹن نے اس تصور کو اپنی مشہور تصنیف ''جنت گمشدہ'' (Paradise Lost) میں پیش کیا ہے' جو بہت حد تک حلاجؒ کے تصورِ ابلیس سے مشابہت رکھتا ہے۔ حلاجؒ کی کتاب طواسین میں جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے ابلیس خود بین' خود سر اور سرکش ہے اور وہ اپنے آپ کو آدمؑ خاکی سے برتر و بلند تر سمجھتا ہے' اسی طرح جنت گمشدہ میں ملٹن کا ابلیس کہتا ہے ''اگر مجھے مجبور ہی ہونا پڑا کہ میں جنگ کروں تو پھر کیوں نہ ہستی برتر (ابلیس) کی جنگ ہستی برتر (خدا) کے ساتھ ہو' بھیجنے والے کے ساتھ نہ کہ بھیجے ہوئے (انسان) کے ساتھ یا پھر دونوں کے ساتھ بیک وقت جنگ ہو''۔

If I must contend said he
Best with the best the sender
and not the sent or all at once.

گوئٹے نے بھی اپنے مشہور ڈرامے ''فاؤسٹ'' میں شیطان کے بارے میں اپنے تصور کو پیش کیا ہے' اس کی نظر میں شیطان تمام تر شر نہیں ہے بلکہ شیطان کا وجود انسان کے لیے مفید بھی ہے۔ شیطان انسان کو گمراہ کرتا ہے لیکن ساتھ ہی اس کو عمل پر

بھی آمادہ کرتا ہے۔ گوئٹے کی نظر میں شیطان ایک قوت ہے جو انسان میں سوئے ہوئے ذوقِ عمل کو بیدار کرتی ہے۔

عرب کے مشہور شاعر اور ادیب جبران خلیل جبران نے بھی اپنی ایک تالیف جس کا عنوان ''شیطان'' ہے شیطان کے بارے میں تمثیلی مطالب بیان کیے ہیں جو یوں ہیں:

''لبنان میں سمعان پادری رہتا تھا۔ ایک روز اس نے دیکھا کہ ایک ویرانے میں ایک شخص زمین پر پڑا ہوا ہے اور اس کے سر اور سینے پر زخم لگے ہوئے ہیں اور شدتِ درد سے کراہ رہا ہے اور آہ وزاری کر رہا ہے اور چلا رہا ہے ''مدد کرو' مدد کرو' مجھ پر رحم کرو اور مجھے موت سے بچالو۔ سمعان پادری نے اس زخمی آدمی سے پوچھا کہ تو کون ہے اور تو کیسے زخمی ہوا ہے؟ اس نے جواب میں کہا کہ میں شیطان ہوں اور مجھے فرشتوں نے مارا پیٹا ہے اور مجھے زخمی کیا ہے۔ سمعان پادری نے جب یہ سُنا تو حیران رہ گیا' اس نے دل میں کہا کہ شیطان کی مدد نہیں کرنی چاہیے' اسے مرنے دیا جائے۔ وہ وہاں سے جانے والا ہی تھا کہ شیطان نے اس سے کہا ''اگر میں مر جاؤں گا تو تم لوگ اپنے تمام بال بچوں سمیت بھوک سے مر جاؤ گے' چونکہ میرے زندہ وجود ہی سے تمھاری زندگی اور کامیابی قائم ہے۔ اگر خدا مجھے مار ڈالے تو تم کیا شغل اختیار کرو گے؟ لوگ جو تمھارے وعظ و نصیحت کو چندے اور غلہ و گندم سے خریدتے ہیں' اس صورت میں (یعنی جب میں زندہ نہیں ہوں گا) وہ تم سے کیا خریدیں گے اور تم کیا بیچو گے؟ پس تم کیوں میرے مرنے پر خوش ہوتے ہو؟ میری موت تمہیں بلند مرتبے سے گرا دے گی اور تمھارے اور تمھارے بال بچوں کے منہ میں سے روٹی کا نوالہ بھی چھین لے گی۔ اس کے بعد زخمی شیطان نے کہا کہ میں ایک قوتِ عمل ہوں جو انسان کے دل میں عزم و ارادہ پیدا کرتی ہے اور میں ایک ہاتھ ہوں جو انسان کے ہاتھ کو حرکت میں لاتا ہے۔ میں ازلی اور ابدی شیطان ہوں جو انسان سے ہمیشہ جنگ کرتا ہے تاکہ انسان زندہ رہے' اگر اس کی جنگ میرے ساتھ نہ ہو تو انسان کا ہاتھ بیکار اور اس کی فکر بے مایہ اور اس کی روح مردہ ہو جائے گی۔ میں نے حقیقت بیان کر دی' تم خود مجھ سے بہتر اس حقیقت کو سمجھتے ہو کہ میرا

Marfat.com

وجود تمھارے لیے کس قدر اہمیت کا حامل ہے' اب جو چاہے کرو یا مجھے اپنے ساتھ لے جاؤ میرا علاج کرو تا کہ میں صحت مند ہو جاؤں یا مجھے یہیں چھوڑ جاؤ تا کہ میں ذلت و خواری سے مر جاؤں۔ سمعان پادری نے جب شیطان کی باتیں سنیں تو سر سے پاؤں تک لرز اُٹھا اور بڑی حیرانی اور پریشانی سے کہا اب میں سمجھ گیا کہ تو دنیا میں انسان کی آزمائش کے لیے بھیجا گیا ہے' تیرا وجود ایک کسوٹی ہے جسے انسان کو آزمانے کے لیے پیدا کیا گیا ہے' تیری حقیقت اور اہمیت مجھ پر منکشف ہو گئی۔ شیطان نے جب یہ سُنا تو اس نے ایک ایسا زبردست قہقہہ بلند کیا کہ آتش فشاں پہاڑ پھٹ پڑا۔ سمعان پادری نے شیطان کو اپنی پُشت پر لادا اور گھر لے گیا۔ وہ خون جو شیطان کے جسم سے بہہ رہا تھا اس نے سمعان پادری کے کالے لباس اور داڑھی کو رنگین کر دیا تھا''۔

شیطان کے بارے میں خلیل جبران کا تصور اگرچہ علامات اور طنز و تعریض سے پُر ہے' اس حقیقت کو بھی روشن کرتا ہے کہ شیطان کے بارے میں خلیل جبران کا فکر بنیادی طور پر حلاجؒ کے اس فکر کا آئینہ دار ہے کہ برائی کے وجود ہی سے اچھائی کی پہچان ممکن ہے۔

خلیل جبران اپنی ایک اور نظم میں جس کا عنوان ''یزدان و اہرمن'' ہے' اس حقیقت کو کہ اس زمانے میں خیر و شر اس طرح باہم مل گئے ہیں کہ خیر و شر میں امتیاز نہیں کیا جا سکتا۔ ایک تمثیلی حکایت کی صورت میں یوں بیان کرتا ہے کہ ایک دفعہ یزدان اہرمن سے ایک پہاڑ پر ملاقات کرتا ہے۔ یزدان شیطان کو سلام کرتا ہے لیکن اہرمن (شیطان) جواب نہیں دیتا۔ یزدان نے پوچھا کہ میرے دوست مجھ سے کیوں ناراض ہو؟ اہرمن نے کہا کہ اس زمانے میں لوگ مجھے تمہارے نام سے پکارتے ہیں اور میرے لیے تمہارے نام سے زیادہ کوئی چیز ناپسندیدہ نہیں ہے___ یزدان نے کہا اے میرے عزیز دوست! اسی طرح لوگ میرے ساتھ بھی سلوک کرتے ہیں اور مجھے تمہارے نام سے پکارتے ہیں___ اہرمن نے جب یہ سُنا تو اس نے انسان کی حماقت اور جہالت پر لعنت بھیجی اور وہاں سے چلا گیا___ اس نظم کا بنیادی خیال مانی اور زروانی مذاہب کی ثنویت یعنی دو خداؤں کے تصور کو پیش کرتا ہے' اس کے علاوہ یہ تمثیلی

Marfat.com

واقعہ منصور حلاجؒ کی کتاب ''طواسین'' میں مذکور موسیؑ اور ابلیس کی ملاقات کا پہلو بھی لیے ہوے ہے۔۱۸

تصورِ ابلیس علامہ اقبالؒ کی نظر میں:

ابلیس یا شیطان کے بارے میں علامہ اقبالؒ کا تصور اگرچہ بہت حد تک تعلیماتِ قرآنی اور حسین بن منصور حلاجؒ کے تصورات کا عکس رکھتا ہے لیکن اس میں بے حد ابتکار و جدت بھی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ کسی مفکر یا کسی شاعر نے ابلیس کے تصور کو علامہ اقبال کی سی دل آویز معنویت کے ساتھ پیش نہیں کیا ہے' علامہ کے تصور ابلیس کی مختلف جہتیں یہ ہیں:

1۔(الف) ابلیس ایک شخص ہے کہ جس نے حکم خداوندی کی مخالفت کرتے ہوئے آدمؑ کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور سرکشی اختیار کی' خداوند تعالیٰ نے اس پر لعنت بھیجی اور اپنی بارگاہ سے نکال دیا۔ ابلیس نے مہلت مانگی تاکہ انسان کو گمراہ کرے۔ ابلیس کا یہ انکار اور سرکشی ادب میں تازہ افکار کے ظہور کا موجب بنی۔ اقبال نے بھی اس واقعہ کو اپنی مشہور نظم ''تسخیرِ فطرت'' میں پیش کیا ہے جس سے ابلیس کی جرأت و جسارت اور اس کی خود بینی اور خودسری پوری طور پر نمایاں ہوتی ہے۔ گویا ابلیس اپنے آپ کو خدا کے برابر بلکہ اس سے بہتر سمجھتا ہے:

نوری و نادان نیم سجدہ بآدم برم　　او بہ نہادست خاک من بہ نژاد آذرم
می تپد از سوز من خون رگ کائنات　　من بہ دوِ صرصرم' من بہ غوِ تندرم
تو بہ بدن جان دہی' شور بجان من دہم　　تو بہ سکون رہ زنی' من بہ تپش رہبرم
من زتنک مایگان گدیہ نکردم سجود　　قاہر بی دوزخم' داور بی محشرم ۱۹

یعنی میں کوئی نادان فرشتہ نہیں ہوں کہ آدمؑ کو سجدہ کروں۔ وہ مٹی سے بنا ہے اور میں آگ سے وجود میں آیا ہوں' میرے سوز سے کائنات کی رگوں میں خون دوڑ رہا ہے۔ میری رفتار تیز آندھی ہے اور میرا شور بادل کی کڑک ہے۔ تو (خدا) صرف جسم کو جان بخشتا ہے اور میں جان کو جذبہ عطا کرتا ہوں' تو سکون کو لوٹتا ہے اور میں گرمی حیات کی طرف رہنمائی کرتا ہوں۔ میں تنک ظرفوں سے سجدے کی بھیک نہیں مانگتا' میں قاہر

Marfat.com

ہوں لیکن دوزخ نہیں رکھتا' میں داور (منصف) ہوں لیکن محشر (روزِ انصاف) نہیں رکھتا۔

اقبال نے ابلیس کے اس تصور کو اپنی دوسری منظومات میں بھی نہایت دلکش انداز میں بیان کیا ہے۔ ان کی ایک نظم جس کا عنوان "جبریل و ابلیس" ہے اس میں جبریل و ابلیس کا مکالمہ یوں ہے:

جبریل: ہمدمِ دیرینہ! کیسا ہے جہانِ رنگ و بو ؟

ابلیس: سوز و ساز و درد و داغ و جستجو و آرزو!

جبریل:

ہر گھڑی افلاک پر رہتی ہے تیری گفتگو — کیا نہیں ممکن کہ تیرا چاکِ دامن ہو رفو؟

ابلیس:

آہ اے جبریل تو واقف نہیں اس راز سے — کر گیا سرمست مجھ کو ٹوٹ کر میرا سبُو!
اب یہاں میری گذر ممکن نہیں، ممکن نہیں — کس قدر خاموش ہے یہ عالمِ بے کاخ و کُو!
جس کی نومیدی سے ہو سوزِ درونِ کائنات — اس کے حق میں تقنطوا اچھا ہے یا لاتقنطوا!!

جبریل: کھو دیئے انکار سے تو نے مقاماتِ بلند
چشمِ یزداں میں فرشتوں کی رہی کیا آبرو!

ابلیس:

ہے مری جرأت سے مشتِ خاک میں ذوقِ نمو — میرے فتنے جامۂ عقل و خرد کا تار و پو!
دیکھتا ہے تو فقط ساحل سے رزمِ خیر و شر — کون طوفاں کے طمانچے کھا رہا ہے؟ میں کہ تو؟
خضر بھی بے دست و پا الیاس بھی بے دست و پا — میرے طوفاں یم بہ یم دریا بہ دریا جو بہ جو!
گر کبھی خلوت میسر ہو تو پوچھ اللہ سے — قصۂ آدم کو رنگیں کر گیا کس کا لہو؟
میں کھٹکتا ہوں دلِ یزداں میں کانٹے کی طرح — تو فقط! اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو! [20]

علامہ اقبالؒ نے جاوید نامہ میں ابلیس کے سجدہ نہ کرنے کی توجیہ بیان کی ہے اور اس توجیہ کو ابلیس کی زبان میں نہایت دل آویز طریقے سے پیش کیا ہے۔ ابلیس کہتا ہے کہ میرے سجدہ نہ کرنے سے خیر و شر وجود میں آئے۔ میں وجودِ حق کا منکر نہیں ہوں

Marfat.com

اور میں کیسے وجودِ حق کا منکر ہو سکتا ہوں جبکہ میں نے خود اسے دیکھا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ میں نے لا کے پردے میں بلیٰ کہا ہے یعنی میرے انکار میں اقرار کی حقیقت پوشیدہ ہے:

در گذشتم از سجود ای بی خبر ساز کردم ار غنون خیر و شر
از وجود حق مرا منکر مگیر دیدہ بر باطن کشا ظاہر مگیر
گر بگویم نیست' این ابلہی است زانکہ بعد از دید نتوان گفت نیست
من بلیٰ در پردۂ لا گفتہ ام گفتۂ من خوشتر از نا گفتہ ام [۲۱]

ابلیس کا خدا سے مہلت مانگنا تا کہ وہ انسان کو گمراہ کرے اور اسے کفر و بغاوت پر آمادہ کرے۔ ان مطالب کو علامہ اقبالؒ نے اپنی ایک نظم ''اغوائے آدمؑ'' میں بیان کیا ہے۔ ضمناً اس نظم کے مطالب خود شناسی کا درس بھی رکھتے ہیں کہ اے انسان تو ایک قطرۂ بے مایہ ہے اگر دریا میں تو اپنا مقام بنالے تو گوہرِ تابندہ بن جائے' اس حقیقت کو یاد رکھ کہ وصال سے شوق مر جاتا ہے' حیاتِ ابدی فراق و جدائی میں ہے:

زشت و نکو زادۂ وہم خداوند تست لذت کردار گیر' گام نہ' جوی کام
قطرۂ بی مایہ ای! گوہر تابندہ شو از سر گردون بیفت گیر بدر یا مقام
تو نہ شناسی ہنوز شوق بہ میرد ز وصل چیست حیات دوام سوختن ناتمام [۲۲]

ب۔ ابلیس جو ''آتش نسب' والا مقام'' ہے اس کی نظر میں کمزور شکار حرام ہے:

حریف ضرب او مرد تمام است کہ آن آتش نسب والا مقام است
نہ ہر خاکی سزا وار نخ اوست کہ صید لاغری بروی حرام است [۲۳]

یہی سبب ہے کہ ابلیس اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتا ہے کہ اس آدمی سے جو آسانی سے میرا شکار ہو جاتا ہے اور ایک فرمانبردار غلام کی طرح میری فرمانبرداری کرتا ہے بیزار ہو گیا ہوں۔ مجھے ایک مردِ حق پرست چاہیے جو میرا منکر ہو تا کہ میں لذتِ شکست سے آشنا ہو سکوں۔ درحقیقت یہ تنقید عصر حاضر پر ہے کیونکہ اس موجودہ دنیا میں شر عام ہے اور خیر تقریباً معدوم ہے۔ ابلیس اپنے لیے اس دور میں کوئی کاروبار نہیں رکھتا۔ چونکہ انسان خود شیطان بن گیا ہے اور ذلت کی گہرائیوں میں ڈوب گیا ہے:

Marfat.com

ای خداوند صواب و ناصواب ، من شدم از صحبت آدم خراب
ہیچ گہ از حکم من سر برنتافت چشم از خود بست و خود را درنیافت
صید خود صیاد را گوید بگیر الامان از بندۂ فرمان پذیر
از چنین صیدی مرا آزاد کن طاعت دیروزۂ من یاد کن
پست ازو آن ہمت والای من وای من' ای وای من' ای وای من
منکرِ خود از تو می خواہم بدہ سوی آن مرد خدا را ہم بدہ
ای خدا یک زندہ مرد حق پرست لذتی شاید کہ یابم در شکست ۲۴؎

ج۔ اقبال کی نظر میں ابلیس دو قسم کے ہیں ایک خاک کا اور دوسرا آگ کا۔ عصرِ حاضر میں شیطنت عام ہو گئی ہے انسان دنیا میں خود ہی شر و فساد پھیلا رہا ہے' گویا انسان ابلیسِ خاکی ہے۔ انسان جو کم ہمت ہے اس کا ابلیس بھی مٹی کا بنا ہوا ہے' اس کے گناہ بھی لذت و سرور سے خالی ہیں' وہ انسان جو کہ اعلیٰ نسب رکھتا ہے یعنی مرد باہمت ہے' اس کا ابلیس ناری ہے یعنی آگ کا بنا ہوا ہے' یہ وہی ابلیس ہے جو ''یزدان دیدہ و کامل عیار'' ہے:

فساد عصر حاضر آشکار است سپہر از زشتی او شرمسار است
اگر پیدا کنی ذوق نگاہی دو صد شیطان ترا خدمت گزار است

☆☆☆

بشر تا از مقام خود فتاد است بقدر محکمی او را گشاد است
گنہ ہم می شود بی لذت و سرد اگر ابلیس تو خاکی نھاد است

☆☆☆

مشو نخچیر ابلیسان این عصر خسان را غمزۂ شان ساز گار است
اصیلان را ھمان ابلیس خوشتر کہ یزدان دیدہ و کامل عیار است ۲۵؎

د۔ ابلیس انسان کو ظلم و گناہ پر آمادہ ہی نہیں کرتا بلکہ اسے ترکِ دنیا' کاہلی اور بے کاری کی بھی ترغیب دیتا ہے۔ اقبال کی نظر میں شر اور شیطنت فقط یہی نہیں ہے کہ انسان ظلم اور بربریت اختیار کرے اور فسق و فجور میں مبتلا ہو

Marfat.com

جائے' بلکہ شر و شیطنت یہ بھی ہے کہ انسان کوئی کام نہ کرے اور کاہل اور بے کار ہو جائے یا دنیا کو ترک کر دے۔ اس حوالے سے اگر مغرب کی تہذیب پہلے شر کی نمائندہ ہے یعنی ظلم و بربریت کا نشان اور فسق و فجور کی علامت ہے تو مشرق کی دنیا ایک اور قسم کے شر اور شیطنت میں مبتلا ہے جو کاہلی' بیکاری اور ترکِ دنیا ہے۔ اس تصور کو اقبال نے ''جاوید نامہ'' میں خاص طور پر بیان کیا ہے۔ ''طاسین زرتشت'' میں اہرمن یعنی (شیطان) زرتشت (ایرانِ قدیم کے مذہبی پیشوا اور زرتشتی مذہب کے بانی) سے کہتا ہے ''کہ خدا کے وعدے پر بھروسہ مت کر' اپنی شریعت پر عمل مت کر' بلکہ ترکِ دنیا کر کے کسی غار میں بیٹھ جا اور اپنا سارا وقت عبادت و ریاضتِ الٰہی میں صرف کر' اس پیغمبری کو چھوڑ کر ولایت کو اختیار کر:

تکیہ بر میثاق یزدان ابلھی است — بر مرادش راہ رفتن گمرہی است
زھر ھا در بادۂ گلفام اوست — ارہ و کرم و صلیب انعام اوست
از نگاہی کیمیا کن خاک را — از مناجاتی بسوز افلاک را
در کھستان چون کلیمؑ آوارہ شو — نیم سوز آتش نظارہ شو
لیکن از پیغمبری باید گذشت — از چنین ملاّ گری باید گذشت
خیزو در کاشانۂ وحدت نشین — ترکِ جلوت گو و در خلوت نشین[26]

تہذیبِ غرب یا سیاست فرنگ اقبال کی نظر میں تمام تر ابلیسیت ہے' اسی حوالے سے ''جاوید نامہ'' میں ''نغمۂ بعل'' کے عنوان سے اقبال فرماتے ہیں:

اہرمن را زندہ کرد افسونِ غرب — روز یزدان زردرو از بیم شب
ای خدایانِ کہن وقت است وقت[27]

اپنی کتاب ''ضربِ کلیم'' میں اقبال نے سیاست فرنگ کے عنوان سے فرمایا ہے:

تری حریف ہے یارب سیاست افرنگ — مگر ہیں اس کے پجاری فقط امیر و رئیس
بنایا ایک ہی ابلیس آگ سے تو نے — بنائے خاک سے اس نے دو صد ہزار ابلیس

Marfat.com

۲۔(الف) اقبال کی نظر میں ابلیس یا شیطان شرِ مطلق بھی ہے جو انسان کی رگوں میں اور دل کی گہرائیوں میں پوشیدہ ہے۔ ابلیس کو مارنا بڑا مشکل ہے، البتہ اس کو مسلمان کیا جا سکتا ہے تا کہ ہم اس کے شر سے محفوظ رہیں:

کشتنِ ابلیس کاری مشکل است — زانکہ او گم اندر اعماق دل است
خوشتر آن باشد مسلمانش کنی — کشتۂ شمشیرِ قرآنش کنی ۲۸

ابلیس یا شیطان جو شرِ مطلق ہے خارج میں وجود نہیں رکھتا بلکہ انسان کی روح اور اس کے دل میں قرآنِ کریم کے وسوسۂ خنّاس کی طرح موجود ہے۔ ارمغانِ حجاز میں اقبال "بگو ابلیس را" کے عنوان سے فرماتے ہیں کہ جب اس جہاں کو پیدا کیا تو یہ دنیا اور اس کی فضاء سرد اور بے ہنگامہ تھی، اگر کوئی آگ یا حرارت موجود تھی تو وہ انسان کے قلب میں تھی، اسی آگ سے شیطان کو پیدا کیا گیا:

جہان تا از عدم بیرون کشیدند — ضمیرش سرد و بی ہنگامہ دیدند
بغیر از جان ما سوزی کجا بود — ترا از آتش ما آفریدند ۲۹

ب۔ علامہ اقبال کا یہ نظریہ ہے کہ شر کا وجود یا شیطان کا وجود ہنگامۂ حیات کے لیے لازم ہے چونکہ اس کی مخالفت اور مقابلہ کے نتیجہ میں نیک لوگ سرگرمِ عمل رہتے ہیں۔ اس لئے ایسی دنیا جس میں خدا ہو اور شیطان نہ ہو وہ بیکار اور بے فائدہ ہے:

مزی اندر جہانِ کور ذوقی — کہ یزدان دارد و شیطان ندارد ۳۰

شیطان انسان میں خیر و شر کی کشمکش کے نتیجہ میں جوشِ عمل پیدا کرتا ہے۔ شیطان کے ساتھ موافقت آفت و مصیبت کا موجب ہے اور شیطان سے لڑائی اور مقابلہ انسان کی عظمت و جمال کی نشانی ہے، گویا انسان ایک تلوار کی طرح ہے اور شیطان اس کے لیے اس تلوار کی دھار تیز کرنے کا آلہ ہے:

بزم با دیو است آدم را وبال — رزم با دیو است آدم را جمال
خویش را بر اہرمن باید زدن — تو ہمہ تیغ آن ہمہ سنگِ فسن ۳۱

۳۔ اقبال ابلیس کو صاحب فراق کہتے ہیں یعنی ابلیس وہ عاشق ہے جو فراق کو

Marfat.com

وصال پر ترجیح دیتا ہے اور اپنے فراق کو خود شناسی اور خود آگہی کا سبب سمجھتا ہے۔ ''جاوید نامہ'' میں خواجۂ اہلِ فراق یعنی ابلیس سے علامہ اقبال کا ایک مکالمہ ہے جو یوں ہے:

گفتمش ''بگذر ز آئینِ فراق ابغض الاشیاء عندی الطلاق
گفت ''سازِ زندگی سوزِ فراق ای خوشا سرمستی روزِ فراق
بر لبم از وصل می ناید سخن؛ وصل اگر خواہم نہ او ماند نہ من ۳۲

اقبالؒ خود بھی فراق کو پسند کرتے تھے' عام خیال یہی ہے کہ وہ مسلکِ تصوف کے حوالے سے وحدۃ الشہودی تھے اور وحدۃ الشہودی صاحبِ فراق ہوتے ہیں۔ اُن کی نظر میں اپنی ذات کو خدا کی ذات میں فنا نہیں کرنا چاہیے بلکہ اپنے وجود کو حق کی ذات وصفات سے زیب و زینت بخشنا چاہیے۔ علامہ اقبال کی خودی کا تصور بھی اجمالی طور پر اسی حقیقت پر مبنی ہے۔ مندرجہ ذیل قطعہ میں اقبال ابلیس سے کہتے ہیں کہ میں صاحبِ فراق ہوں' فراق اور جدائی نے میری بصیرت میں اضافہ کیا ہے یعنی اس نے مجھے خود آگہی عطا کی ہے' مجھے نہیں معلوم کہ اس فراق نے تجھے کیا دیا ہے:

جدائی شوق را روشن بصر کرد جدائی شوق را جوینده تر کرد
نمی دانم کہ احوالِ تو چونست مرا این آب و گل از من خبر کرد ۳۳

۴۔ علامہ اقبال نے جلال الدین رومیؒ کی تقلید میں اس عقیدے کا اظہار کیا ہے کہ وہ عقل جو دل کے حکم پر عمل نہ کرے یعنی نورِ قلب سے منور نہ ہو' شیطنت ہے۔۳۴

عقل اندر حکمِ دل یزدانی است چون ز دل آزاد شد شیطانی است ۳۵
علم را بی سوزِ دل خوانی شر است نور او تاریکی بحر و بر است
قوتِ ابلیس را یاری شود نور' نار از صحبتِ ناری شود ۳۶
علم بی عشق است از طاغوتیان علم با عشق است از لاهوتیان ۳۷

یہ تھے ابلیس کے بارے میں علامہ اقبال کے تصورات۔

Marfat.com

تصورِ ابلیس ان صوفیہ کی نظر میں جنہوں نے حلاجؒ کے تصورِ ابلیس کی پیروی نہیں کی:

محمد بن علی ترمذیؒ (وفات ۳۵۵ھ) ابلیس اور خنّاس کے بارے میں ایک تمثیل بیان کرتے ہیں جو دلکش اور پُر معانی ہے' اس کے علاوہ یہ تمثیلی حکایت ان صوفیہ کے طرزِ فکر کے برخلاف ہے جن کی نظر میں ابلیس اپنے کفر اور نافرمانی کے باوجود موحد ہے۔ یہ تمثیل یوں ہے:

''جب حضرت آدمؑ اور حضرت حوّا باہم مل گئے اور ان کی توبہ قبول ہوگئی تو ایک روز حضرت آدمؑ کسی کام سے گئے۔ ان کی عدم موجودگی میں ابلیس اپنے بچّے کو جس کا نام خنّاس تھا حضرت حوّا کے پاس لے کر آیا اور کہا کہ مجھے ایک ضروری کام درپیش ہے ذرا میرے بچّے کو رکھ لو' جب میں کام سے فارغ ہو جاؤں گا تو آ کر لے لوں گا' حضرت حوّاؑ نے یہ بات مان لی۔ ابلیس چلا گیا' جب حضرت آدمؑ واپس آئے تو پوچھا یہ کون ہے؟ حضرت حوّاؑ نے کہا' کہ یہ ابلیس کا بیٹا ہے' اس نے میرے سپرد کیا ہے۔ حضرت آدمؑ نے حضرت حواؑ کو ملامت کی کہ تم نے اسے کیوں قبول کیا؟ غصے ہوئے اور اس بچّے کو قتل کر دیا' بچّے کے ٹکڑے کیے اور ٹکڑے درختوں کی شاخوں پر لٹکا دیئے اور اپنے کام پر چلے گئے۔ ابلیس جب واپس آیا تو حضرت حوّاؑ سے کہا کہ میرا بیٹا کہاں ہے؟ حضرت حوّاؑ نے تمام حال بیان کر دیا اور کہا کہ آدمؑ نے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے ہیں اور ہر ٹکڑے کو درخت کی شاخ پر لٹکا دیا۔ ابلیس نے اپنے بیٹے خنّاس کو آواز دی اس کے جسم کے تمام ٹکڑے باہم پیوست ہو گئے اور خنّاس زندہ ہوگیا اور ابلیس کے پاس آ گیا' پھر دوبارہ ابلیس نے حضرت حوّاؑ سے کہا کہ اسے اپنے پاس رکھ لو کہ میں ایک ضروری کام سے جا رہا ہوں' حضرت حوّاؑ نے یہ بات نہیں مانی' ابلیس نے نالۂ و زاری اور خوشامد کرنا شروع کر دی' آخر کار حضرت حوّاؑ نے اس کی بات مان لی' ابلیس چلا گیا اور حضرت آدمؑ آ گئے' حضرت آدمؑ نے جب خنّاس کو دیکھا تو پوچھا کہ یہ کون ہے؟ تو حضرت حوّاؑ نے سارا احوال بیان کر دیا' حضرت آدمؑ نے حضرت حوّاؑ کو برا بھلا کہا اور یہ کہا میں نہیں جانتا کہ اس کی کیا وجہ ہے تم میرا حکم نہیں مانتی ہو اور اس دشمنِ خدا کی بات مان لیتی ہو اور اسکے فریب میں آ جاتی ہو؟ حضرت آدمؑ نے خنّاس کو قتل کر کے

Marfat.com

جلا دیا اور اس کی آدھی راکھ کو پانی میں پھینک دیا اور آدھی راکھ کو ہوا میں اڑا دیا۔ ابلیس پھر آیا اور اس نے اپنے بیٹے کو طلب کیا' حضرت حوا نے تمام احوال بیان کر دیا۔ ابلیس نے اپنے بیٹے کو آواز دی اور اس کے جسم کے تمام اجزاء باہم مل گئے اور وہ زندہ ہو گیا اور ابلیس کی گود میں بیٹھ گیا۔ ابلیس نے پھر حضرت حوا سے کہا کہ اسے اپنے پاس رکھ لو' حضرت حوا نے انکار کر دیا' ابلیس نے اُن کی منتیں کیں کہ وہ اس کے بیٹے کو قبول کر لے' حضرت حوا نے ابلیس کی بات مان لی' ابلیس چلا گیا' حضرت آدمؑ آئے تو اس کو دیکھا' سخت غصے میں آ گئے اور کہا کہ خدا جانے کیا ہونے والا ہے کہ تم ابلیس کی بات مان لیتی ہو اور میری بات نہیں مانتی ہو' پس حضرت آدمؑ نے خناس کو قتل کر کے اس کا قیمہ بنایا' آدھا خود کھا لیا اور آدھا حضرت حوا کو دے دیا' کہتے ہیں آخری بار ابلیس خناس کو بکری کی شکل میں لایا تھا' جب ابلیس واپس آیا تو اس نے اپنا بیٹا مانگا' حضرت حوا نے تمام کیفیت بیان کی کہ خناس کا ہم نے قیمہ بنا لیا' آدھا حضرت آدمؑ نے کھا لیا اور آدھا میں نے کھا لیا۔ ابلیس نے کہا میرا مقصد یہی تھا تا کہ میں آدمؑ کے وجود میں راہ پا لوں۔ اب جب کہ اس کا سینہ میرا مقام و مسکن بن گیا' میرا مقصد حاصل ہو گیا ہے ___ اور ہاں حق تعالیٰ نے بھی تو قرآن مجید میں فرمایا ہے o الخناس الذی یوسوس فی صدور الناس من الجنة والناس (سورہ ۱۱۴' آیات ۴ تا ۶) یعنی شیطان جو لوگوں کے دلوں میں بُرے وسوسے ڈالتا ہے خواہ وہ انسانوں میں سے ہو یا جنوں میں سے۔ ۳۸

سعد الدین حمویہؒ (وفات ۶۳۰ھ) اپنی کتاب ''المصباح فی التصوف'' میں فرماتے ہیں کہ ابلیس ایک آنکھ والا ہے چونکہ خود بین تھا حق بین نہیں تھا' اس نے جسمِ آدم کو دیکھا' لیکن جوہرِ آدم کو نہ دیکھا' یہی وجہ ہے آدم کو سجدہ نہ کیا اور راندۂ درگاہِ حق ہو گیا۔ ۳۹

شیخ نجم الدین رازیؒ (وفات ۶۵۴ھ) اپنی کتاب ''مرصاد العباد'' میں ابلیس کے انکار کی وجہ کو صوفیانہ رنگ میں یوں بیان کرتے ہیں کہ حقیقت میں سجدہ آدم کو نہیں کرنا تھا جیسا کہ آج ہم سجدہ قبلہ یا کعبہ کو نہیں کرتے بلکہ صاحب البیت یعنی اللہ کو

Marfat.com

کرتے ہیں، جب اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو وہ بھی صاحب البیت (خدا) کو ہی سجدہ کرنے کا حکم تھا لیکن چونکہ ابلیس کی ایک آنکھ تھی اس وجہ سے وہ اس آنکھ سے صرف گھر (آدمؑ) کو دیکھ سکا' گھر والے یعنی صاحب البیت کو (خدا کو) نہ دیکھ سکا' سو ملعون بن گیا کہ ہر ناقص چیز ملعون ہے۔

ایک اور صوفی شیخ عبدالعزیز نسفیؒ اپنی کتاب ''کشف الحقائق'' میں کہتے ہیں کہ شیطان سبب اور واسطہ ہے اور ہر وہ چیز جو علم و بیداری کا سبب ہے اور عملِ نیک کا سبب ہے وہ ملک یعنی فرشتہ ہے اور ہر وہ چیز جو جہالت و غفلت اور عملِ بد کا سبب ہے شیطان ہے۔ عالمِ ملکوت میں ملک (فرشتہ) اور شیطان دونوں تھے وہاں پر عقل ملک (یعنی فرشتہ) تھی اور طبیعت شیطان' جب عقل اور طبیعت دونوں مصور ہو گئے (یعنی صورت میں ڈھل گئے) تو دونوں سے صورتِ آدم ظاہر ہو گئی۔ پس آدم ملک یعنی فرشتہ اور طبیعت یعنی شیطان سے مرکب ہے' ایک اور جگہ نسفیؒ کہتے ہیں عقل آدم ہے چونکہ عقل ہی سے چیزوں کے نام جانے جاتے ہیں اسی وجہ سے خدا نے فرمایا ٥ وعلم آدم الا سماء کلھا٥ (سورہ۲' آیت۳۱) یعنی آدم نے تمام نام جان لیے اور طبیعت ابلیس ہے کیونکہ طبیعت وہ ہے جو عقل کے آنے سے پہلے تمام ملائکہ کی سردار تھی اور تمام ملائک اسی کے فرمان کے ماتحت تھے۔ عقل کے آنے کے بعد طبیعت کو (ابلیس کو) سرداری سے معزول کر دیا گیا' (اسی لئے ابلیس کو عزازیل گویا معزول شدہ کہتے ہیں) اب تمام فرشتے آدم کو سجدہ کرتے ہیں یعنی عقل کے تابع فرمان ہیں' قرآن پاک کی اس آیت ٥اذ قلنا للملکة السجد وا لآدم فسجدوا الا ابلیس ابی واستکبر و کان من الکافرین٥ (سورہ۲' آیت۳۴) کے معنی بھی یہی ہیں۔ اھ

مختصراً یوں ہے کہ انسان عقل و طبیعت (خیر و شر) کا مرکب ہے پس جس انسان پر عقل غالب ہوتی ہے وہ فرشتہ ہے بلکہ فرشتے سے بھی برتر ہے اور جس پر طبیعت یا نفس (شر) غالب ہے وہ شیطان (ابلیس) ہے بلکہ شیطان سے بدتر ہے۔

اس مقالے کو علامہ اقبالؒ کے اس فکر انگیز شعر پر ختم کیا جاتا ہے' جو عہد جدید کے حوالے سے زیادہ معنی آفرین ہو جاتا ہے:

Marfat.com

یا دگر آدم کہ از ابلیس باشد کمترک یا دگر ابلیس بہر امتحانِ عقل و دین

یا چنان کن یا چنین!

یعنی اے خدا ایک اور انسان جو ذرا ابلیس سے کمتر ہو پیدا کر یا ایک اور ابلیس دین و عقل کے امتحان کے لیے تخلیق کر' یا ویسا کر یا ایسا کر!

Marfat.com

حواشی

۱۔ یوم تقوم الساعته یبلس المجرمون (سورہ روم ۳۰ آیت ۱۲)۔
نیز آیت اخذناھم بغتةً فاذاھم مبلسون (انعام ۶۔ آیت ۴۴)۔
۲۔ اکبر عرشی، قاموس القرآن۔ تہران۔ ص ۲۲۷۔
۳۔ فرید کوٹی، عین الحق: اردو زبان کی قدیم تاریخ ص ص ۳۰۶۔۳۰۵ نیز دائرۃ المعارف اسلامی۔
۴۔ زروان۔ رک کرستن سین، ایران در عہد ساسانیان، فرہنگ آنندراج، نیز فرہنگ معین۔ نیز شاھنامہ، چاپ کلکتہ ۱۸۲۹ ص ۱۱۶۵ سطر ۳۔
۵۔ محمد معین، دکتر، فرہنگ فارسی معین جلد پنجم اعلام ص ۳۴۲۔
۶۔ نسفی، عزیز الدین: الانسان الکامل ص ۴۰۴ رک دائرۃ المعارف اسلامی۔ قاسم غنی، بحث در آثار و
افکار و احوال حافظ ص ۳۰۱۔
۷۔ عطار، تذکرۃ الاولیا، انصاری ـــ خواجہ عبداللہ: کشف الاسرار میبدی خلاصہ تفسیر ادبی و عرفانی قرآن مجید، بکاوش آموزگار، حبیب اللہ: جلد اول ص ۲۱، ۶۱ و ص ۲۲۳۔۲۲۲، جلد دوم ص ص ۳۲۸۔۳۲۰، ۵۱۹۔۵۱۸
۸۔ تصوف اسلامی و رابطۂ انسان و خدا، ص ۱۷۲ بنقل از دفاعیات عین القضاۃ ھمدانی، ترجمہ و تحشیہ دکتر قاسم انصاری تھران ۱۳۶۰ ش، ص ۱۹۔
۹۔ احمد غزالی، سوانح با تصحیحات جدید و مقدمہ و توضیحات جواد پور نصر اللہ: تہران ۱۳۵۹ ھ ش، ص ۴۹۔

Marfat.com

۱۰۔ عین القضاۃ ھمدانی: تمہیدات، با مقدمہ و تصحیح عفیف عسیران، تہران، ۱۳۳۶ھ ش، ص ص ۱۸۸۔۱۸۶، ۲۲۷

۱۱۔ ایضاً۔ ص ۳۱۔

۱۲۔ حلاج، حسین بن منصور: کتاب الطّواسین، ترجمہ و شرح فارسی از روز بہان بقلی، ترجمہ و شرح اردو از عتیق الرحمان عثمانی۔ انتشارات المعارف، گنج بخش روڈ لاہور ۱۹۷۳ء) یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ قرآنی آیت ۹۰، سورہ یونس کے مطابق فرعون دریا میں غرق ہونے کے وقت ایمان لے آیا تھا، سو حلاّج کا بیان کہ فرعون دریا میں غرق کردیا گیا لیکن اپنے دعوے سے دست بردار نہیں ہوا۔ محل نظر ہے (مولف)

۱۳۔ سنائی، دیوان، مرتبہ مدرس رضوی، چاپ کتاب خانہ سنائی، تہران ۱۳۵۴ھ ش، ص ۸۷۱۔ یہ غزل دیوان مرتبہ ڈاکٹر سجادی میں بھی ہے ___ مصحح محترم کے مطابق یہ غزل خاقانی کے صرف ایک دیوان میں ملتی ہے۔ سنائی کے دیوان کے قدیم نسخوں میں بھی یہ غزل نہیں ملتی، ہوسکتا ہے کہ یہ غزل نہ سنائی کی ہو، نہ خاقانی کی، کسی گمنام صوفی شاعر کی ہو (مولف) ___
عطار، فریدالدین: الٰہی نامہ بتصحیح فواد روحانی، کتاب فروشی زوار، چاپ تہران ص ۱۱۱۔

۱۴۔ ایضاً۔ ص ۱۰۳۔

۱۵۔ مثنوی معنوی مولوی با ترجمہ و مقدمہ قاضی سجاد حسین، موسسہ انتشارات اسلامی لاہور ۱۳۵۸ء۔

۱۶۔ عطار الٰہی نامہ ___ سعدی، بوستان۔ باب نہم چاپ مطبع کاشی رام لاہور ۱۳۳۲ھ ص ۲۱۳۔

۱۷۔ سرمد شہید، رباعیات۔ با مقدمہ ابوالکلام آزاد و آغا یمین خان۔ لاہور ۱۹۷۳ء، ص ۱۴۱۔

۱۸۔ آزاد بلگرامی: سرو آزاد، ص ۳۲۸ ___ جبران، خلیل جبران، (کتاب) شیطان

Marfat.com

و دیوانہ (کتاب)، ترجمہ حبیب اشعر لاہور ۱۹۷۷۔
۱۹۔ اقبال، پیامِ مشرق ص ص ۷۶۔۸۵، کلیات فارسی اقبال، لاہور ۱۹۸۷ء۔
۲۰۔ اقبال، کلیات اردو، لاہور، ۱۹۷۷ص ص ۴۳۶۔۴۳۵
۲۱۔ اقبال، جاوید نامہ ص ص ۱۳۶۔۱۳۵۔ کلیات فارسی اقبال۔ ص ص ۷۲۴۔۷۲۳۔
۲۲۔ اقبال، پیامِ مشرق ص ص ۸۷۔۸۶، کلیات فارسی اقبال۔ ص ص ۲۵۷۔۲۵۶۔
۲۳۔ اقبال، ارمغان حجاز ص ۱۲۸ کلیات فارسی اقبال۔ ص ۱۰۱۰۔
۲۴۔ اقبال، جاوید نامہ۔ ص ۱۳۷۔
۲۵۔ اقبال، ارمغان حجاز ص ص ۱۲۸۔۱۲۶، کلیات فارسی اقبال۔ ص ص ۱۰۱۰۔۱۰۰۸۔
۲۶۔ اقبال، جاوید نامہ۔ ص ص ۴۹۔۴۸۔
۲۷۔ ایضاً ص ۹۲ کلیات فارسی اقبال، ص ۶۷۰۔
۲۸۔ اقبال، ضرب کلیم ص ص ۱۴۳۔۱۴۲ و جاوید نامہ ص ۷۵، کلیات فارسی اقبال، ص ۶۶۳۔
۲۹۔ اقبال، ارمغان حجاز ص ۱۲۴۔
۳۰۔ اقبال، پیامِ مشرق ص ۱۳۲ کلیات فارسی اقبال، ص ۳۰۲۔
۳۱۔ اقبال، جاوید نامہ (شاہ ہمدان) ص ۱۶۰ کلیات فارسی اقبال، ص ۷۴۸۔
۳۲۔ ایضاً ص ۱۳۶ کلیات فارسی اقبال، ص ۷۲۴۔
۳۳۔ اقبال، ارمغان حجاز (فارسی) ص ۱۲۵ کلیات فارسی اقبال، ص ۱۰۰۷۔
۳۴۔ مولانا روی کہتے ہیں۔ ''زیرکی ز ابلیس و عشق از آدم است''۔
۳۵۔ اقبال، پس چہ باید کرد ای اقوام شرق ص ۴۴ کلیات فارسی اقبال، ص ۸۴۰۔
۳۶۔ اقبال، جاوید نامہ ص ۷۴ کلیات فارسی اقبال، ص ۶۶۲۔
۳۷۔ ایضاً ص ۷۵ کلیات فارسی اقبال، ص ۶۶۳۔
۳۸۔ عطار، تذکرۃ الاولیا، حصہ دوم، ص ص ۸۲۔۸۱۔
۳۹۔ حمویہ، سعد الدین: المصباح فی التصوف با مقدمہ و تصحیح و تعلیق نجیب مایل ہروی، تہران، ۱۴۰۳ھ ص ۱۰۲۔

۴۰۔ رازی، شیخ نجم الدین: مرصاد العباد من المبدء الی المعاد، بہ سعی و اہتمام حسین الحسینی، سازمان انتشارات سنائی، ص ص ۱۸۴۔۱۸۳۔

۴۱۔ نسفی، عزیز الدین: کشف الحقایق مرتبہ دامغانی، ڈاکٹر احمد مہدوی: تہران، ۱۳۵۹ھ ش، ص ص ۶۳۔۶۲۔

تصوف
جدید معاشرے میں
(مجموعہ مقالات)
مصنف: ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی
ممتاز پروفیسر (Distinguished Professor)
جی سی یونیورسٹی، لاہور

Marfat.com